یہ کتاب رجسٹری شدہ ہے

لذتِ بادۂ لعلش زمنِ مست مپرس — ذوق این مئے نشناسی بخدا تا نہ چشی

الحمد للہ والمنۃ کہ ان دنوں ترجمہ کتاب لاجواب کشف المحجوب مصنفہ سرمست بادۂ توحید جرعہ نوش میخانہ تجرید عنقائے قاف قدرت شہباز آشیانۂ قربت اکمل فاضلِ اجل حضرت مخدوم سید علی الہجویری ثم اللاہوری ملقب بہ حضرت داتا گنج بخش صاحب رضی اللہ عنہ موسوم بہ کتاب

ظہیر المطلوب سنہ ۱۳۴۳ھ

ترجمہ اردو

کشف المحجوب سنہ ۱۹۲۵ء

مترجمہ عالم لمعی فاضل لوذعی جناب مولانا حافظ حکیم شاہ ظہیر احمد صاحب ظہیری السہسوانی
مقیم بدایون المخاطب بہ ظہیر العلماء

حسب فرمائش

محب الفقراء مقبول اہل اللہ حامی دین متین حاجی چراغ الدین سراج الدین
صاحبان تاجران کتب شہر لاہور کشمیری بازار

در مطبع اسلامیہ سٹیم لاہوری دروازہ باہتمام منشی محمد الیق خان مہتمم طبع شد

مختصر فہرست کتب موجودہ کتبخانہ حاجی چراغ الدین سراج الدین تاجران کتب بازار کشمیری لاہور

ظہیر السالکین ترجمہ اُردو غنیۃ الطالبین اے عاشقان

دین مصطفوی کے شیفتگان طریق محمدی ہمنے بڑی کوشش اور جانکاہی و عرق ریزی اور صرف زر کثیر کے ساتھ اس کتاب کا ترجمہ اُردو طبع کرایا ہے۔ یہ کتاب اللہ والوں کو توحید والوں کا رستہ بتانیوالی ہے۔ خدا سے ملانیوالی ہے۔ دُنیا داروں کے واسطے اس میں ہر قسم کا خزانہ موجود ہے۔ جس سے ہمیشہ کیواسطے بہبود۔ کتاب کیا ہے۔ اسم اعظم کا دریا بہ رہا ہے جسکا جی چاہے اسمیں سے گوہر بے بہا نکال لے۔ شریعت اور طریقت دونوں کے چشمے سے معمور۔ اگر اس گوہر نایاب سے محروم رہے دین و دنیا دونوں چھوڑ بیٹھیں۔ [illegible] اور اسکو ہاتھ سے کھونے دو۔ ورنہ ایک مدت تک کف افسوس ملنا پڑیگا ۵

مصرعہ: فبہا حصن بھر دیتا ہی کشتی بے سوا
بحر رحمت کو حباب ہم زور سے کیا غرض

ہاں اسے بغرض فائدہ عام۔ قیمت صرف ۳/

تحقیق الادیان اُردو

مصنفہ خان بہادر میاں غلام فرید صاحب پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر رئیس اعظم بٹالہ ہے۔ یہ کتاب اپنی طرز میں بالکل نرالی ہے مصنف موصوف نے نیچری و دہریہ عقیدہ کی تردید۔ انجیل زبور۔ قرآن مجید کتب اہل ہنود سے بحوالہ آیات تردید کی ہے اور معجزات انبیاء و کرامات اولیاء مقربین و حال دوزخ و بہشت و یوم نشور کا بیان مستند کتابوں سے کیا ہے اہل شوق بہت جلد منگا کر مطالعہ فرمائیں۔ قیمت عہ

قانونچہ طب پنجابی منظوم

یہ کتاب بزبان عربی نہایت ہی مشکل تھی خاکسار نے بڑی محنت سے عام فہم پنجابی نظم میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اہل زبان بلحاظ قدردانی خرید کر کے مشکور فرماویں قیمت صرف سات آنہ ۷/

نجم البرکات عرف سُچے موتی

خوب برکات و فضائل کے پرو ئے موتی + دینداروں کیلئے دین کے سُچے موتی۔ تصنیف بے نظیر مولانا مولوی محمد لدھیر صاحب بھیروی۔ یہ نئی کتاب پنجابی نظم میں مصنف موصوف نے شائقین دین کیلئے بنائی ہے جسمیں فضائل و دُرود شریف استغفار توکل درج ہیں۔ ہر ایک مسلمان کے گھر میں یہ کتاب ضرور ہونی چاہیئے۔ قیمت ۲/

ترجمہ کنز الدقائق اُردو

یہ کتاب فاضل اجل حکیم شاہ ظہیر احمد ظہیری کا ترجمہ مبنی بر مسائل فقہ مثل قدوری عربی سے اردو میں اس غرض سے ترجمہ کیا گیا ہے تاکہ طالبعلمان علم فقہ اسکے مطالعہ سے بہرہ یاب ہوں۔ قیمت بغرض افادہ عام عہ/

ارشاد الطالبین فارسی

یہ کتاب جامع نکات تصوف و مسائل فقہیہ ہے مبتدیان راہ کیلئے عجیبی کار آمد ہے ایسی بزرگ صوفیائے کرام کیلئے مفید ہے مصنف علام نے اس ڈھنگ سے مسائل کو بیان فرمایا ہے کہ فقیہ تو مسائل فقہیہ اور صوفی مسائل تصوف کا استنباط کر کے دونوں اپنے اپنے خیال میں خوش ہو جاتے ہیں۔ قیمت صرف عہ/

ترجمہ کشف المحجوب

یعنے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ تاریخ تصوف معہ حالات پیر علی مخدوم ہجویری مصنف کتاب کشف المحجوب

واضح ہو کہ تصوف یعنی درویشی اور مراقبہ پسندی سب مذاہب اور سب قوموں میں رہی ہے جسقدر انسان کے علائق جسمانی اور افکار دنیوی کم ہوتے جاتے ہیں اور تہذیب اور اخلاقی اور تزکیہ نفس حاصل ہوتا جاتا ہے اُسی قدر وہ خلوت گزینی اور مراقبہ کو بہترین کمالات انسانی سمجھکر اختیار کرتا جاتا ہے۔ مگر مدارج تصوف ہر شخص اور ہر قوم کے خصائص طبعی کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں یعنی جس قوم اور جس شخص کو جتنی استعداد ظاہر اور باطن اور مجرد و مادی میں تمیز کرنے کی ہوتی ہے اُتنا درجہ اسکا تصوف میں ہوتا ہے مثلاً ہندوؤں کا اعتقاد یہ ہے کہ منتہی شرف و فضیلت انسان کا یہ ہے کہ عالم لاہوت و ناسوت میں پہونچکر خدا سے ملجائے اسی غرض سے سنیاسی لوگ ایک ہی مقام پر جمے رہتے ہیں او جنبش نہیں کرتے اور بالکل بے حس و حرکت ہو جاتے ہیں جب ایک غیر متناہی اور غیر مرئی چیز کے تصور میں وہ منہمک رہتے ہیں۔

پرمیشر اور برہمن میں امتیاز نہیں کرسکتے آخر کو یہ نوبت پہنچتی ہے کہ مختلف مخلوقات کو مظہر کبریا تصور کرکے اُن میں اور اُن کے خالق میں تمیز نہیں کرسکتے اور ہمہ اوست کا دم بھرنے لگتے ہیں اور پھر جو اس خیال میں ترقی ہوتی جاتی ہے اور مراقبہ کا زور ہوتا جاتا ہی تو اُن کو یقین کلی ہوجاتا ہی کہ خالق اور مخلوق ایک چیز ہے۔ جیسا بھاگوت گیتا سے ظاہر ہی پس اس سے معلوم ہوا کہ جب ہمہ اوست کا اعتقاد منتہے کو پہنچ جاتا ہے تو شرک و بت پرستی کا باعث ہوتا ہے اور جتنے اعتقادات خدا کے باب میں ہیں اُن سب سے پیشتر یہ ہی اعتقاد بت پرستی کا ہوا تھا۔ اور اس کا باعث یہ ہوا تھا کہ ابتدار خلقت میں انسان کے دل میں کوئی روحانی خیال نہ آتا تھا جسمیں خوف اور ہیبت شریک ہوتی ہو۔ جب وہ بڑی بڑی جنگلوں کو دیکھتا تھا جن پر انسان کا دسترس کبھی نہیں ہوا ہی اور بڑی بڑی عظیم الشان پہاڑ اُس کو دُور سے دکھائی دیتے تھے اور شب تیرہ و تار میں مہیب صورتیں اُڑتی نظر آتی ہوئی دیکھتا تھا اور جنگل و بیابان میں ہوا کا سنّاٹا سنتا تھا تو ان سب باتوں سے اُس کے دل میں ایک عجیب خوف اور ہیبت پیدا ہوتی تھی اور جس مادی چیز کو اپنے سے زیادہ قوی پاتا تھا یا اُس کے قریب جو اور چیزیں ہوتی تھیں اُن سے زبردست دیکھتا تھا اُسی کی پرستش کرنے لگتا تھا۔ رفتہ رفتہ ان تمام مخلوقات خدا میں ایک روحانیت اُس نے قرار دے لی اور ان روحانیت کو سزاوار پرستش سمجھنے لگا۔ پھر چند عرصہ کے بعد ان سب روحانیات کو باہم خلط ملط کرکے ایک روح قرار دے لی جو تمام عالم پر محیط اور حاوی اور سب کائنات میں ساری وطاری ہے۔

بُت پرستی ایک مقدمہ توحید اور حلول کا ہے اور جب یہ تینوں اعتقاد انتہا کو پہونچ جاتے ہیں تو باہم خلط ملط ہوکر ایک اعتقاد ہوجاتا ہے۔ زمانہ سلف میں مذہب زردشت میں حلول کا اعتقاد بہت کم تھا اور یزدانی مذہب اُس کے بعد پیدا ہوا تھا۔

اور مذہب افلاطونی خود مشرقی خیالات سے پیدا ہوا تھا اور اُس کی تاثیر دین مسیحی پر بہت کچھ

ہوئی۔ غالباً عشار ربانی کا اعتقاد عیسائیوں نے اپنے فلسفہ افلاطونی یعنی حکمت اشراقیہ سے اخذ
کیا ہے۔ قرون اوسط میں جو صوفی یورپ میں ہوئی اُن کے مسلک کا دار و مدار صرف اسی مسئلہ
پر تھا۔ مشائخ یورپ میں سے فقط ایک شخص جو ہانس اسکوٹس اس سے مستثنے تھا جس مسلک
کا نام تصوف ہی یعنی جذبہ معرفت الٰہی اُس کو یورپ میں مسلمانوں ہی نے جاری کیا تھا۔ اور
مسلمانوں میں تصوف کا ماخذ اور منشاء وہ احادیث نبوی ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے باری تعالیٰ کی نسبت فرمایا ہے کہ اُس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ از شرائے
تاثیر یا سب اشیاء میں ساری و طاری ہے اور جس خضوع و خشوع اور حضور قلب اور محویت
اور وجد کے ساتھ حضور علیہ السلام عبادت خدا فرماتے تھے وہی اس مسلک کی مؤید ہے
الغرض ان وجوہ سے مسلمانوں میں وہ فلسفہ اشراقیہ پیدا ہوا جس کا نام تصوف ہے اور
بلاد مغربی میں مسلمانوں میں فلسفۂ اشراقیہ یعنی افلاطون کے اقوال کا جاری ہونا اس مسلک
تصوف کا اور زیادہ معین ہوا۔ اور ممالک ایشیا میں امام ابو حامد محمد غزالی صاحب احیائ
العلوم اور ممالک یورپ میں ابن طفیل بہت بڑے عالم اور پیشوا فلسفۂ اشراقیہ یعنے
تصوف کے گذرے ہیں۔ امام غزالی کو جب کسی فلسفہ سے اطمینان نہ ہوا جس کی
بنا مشاہدہ اور عقل پر تھی تو تصوف کو بے خدشہ سمجھکر اس مسلک کو اختیار کر لیا۔ بس
اُس وقت سے اُنہوں نے فلاسفہ کو بُرا سمجھ کر اور اُس کے اقوال کی چھیہاڑ شروع کر دی
امام غزالی کے اعتراضات اکثر شیخ الرئیس ابو علی ابن سینا اور مشائین پر ہیں۔ اور انہیں
کے زور قلم سے یہ مسلک ممالک مشرقی کے مسلمانوں میں شائع ہوا اس اجمال کی تفصیل اُس تفسیر
سے خوب ظاہر ہی کہ جو خواجہ عبید اللہ نے تفسیر حسینی میں سورۃ الفاتحہ کے بیان کی
ہے اھدنا الصراط المستقیم یعنی بتا دے ہمکو وہ راستہ جس سے تجھ تک پہنچ جائیں
اور اپنی محبت ہمارے دل میں پیدا کر کہ خود تیرا جوہر محبت ہے اور خلاص کر ہمکو ہر چیز سے
جو ہم کو تجھ سے دور رکھتی ہوا اور ہمکو وہ راہ بتا دے جس میں ہم تیری سوائے کسیکو نہ دیکھیں

اور تیرے سوائے کسی کو نہ سُنیں اور تیری سوا کسی کا عشق نہ رکھیں اور امام غزالی کے بعد بڑے بڑے علماء اور مشائخ صوفیہ گذرے، اور ممالک مشرقی کے مسلمانوں میں جو سب سے زیادہ کامل العقل تھے اُنہوں نے فلسفۂ اشراقیہ یعنی تصوف اختیار کیا مولانا جلال الدین رومی جن کی مثنوی کی شرف وفضیلت کے اظہار کو یہ شعر کافی ہے ؎

مثنوی مولوی معنوی ؎ ہست قرآن در زبانِ پہلوی

حکیم ثنائے جن کو خود مولانا رومؒ نے اپنے اوپر ترجیح دی ہے، فریدالدین عطار، شمس الدین حافظ، خاقانی، معلم الاخلاق شیخ سعدی شیرازی ملک الشعراء مولانا نظامی علیہ الرحمہ یہ سب صوفی تھے بعض نے فردوسی کو بھی گروہ صوفیہ میں لکھا ہے چونکہ صوفیہ کے نزدیک اخلاق کا دار ومدار بالکل عشق خدا پر ہے اور اس اعتقاد کو وہ مکروہ جانتے ہیں کہ احکام وعبادات شرعیہ کی اصل خوف جہنم ہے ایک صوفی سے کسی نے پوچھا کہ بُرے لوگ کون ہیں تو اُس نے جواب دیا کہ وہ لوگ جو خدا کی عبادت طمعِ ثواب یا خوفِ عذاب سے کرتے ہیں۔ تب سائل نے پوچھا کہ آپ کس نسبت سے خدا کی عبادت کرتے ہیں اُس صوفی نے جواب دیا کہ اُس کے عشق سے اور اس دعوے کی دلیل اُس حدیث کو گردانا جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا نے عشق کو سو حصوں میں منقسم کیا اُن میں سے ۹۹ حصے اپنے لئے مخصوص رکھے اور ایک حصہ بنی آدم کو عطا فرمایا چنانچہ دنیا میں جسقدر عشق ہے وہ اُسی ایک جزو سے پیدا ہوا ہے اور اُسی جزو کی برکت سے بنی آدم ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اور سب سے زیادہ تقرب بندہ کو اپنے معبود سے اُسوقت حاصل ہوتا ہے جبکہ اُسکا دل عشق خدا میں بالکل محو ہوتا ہے۔

سب سے پہلے کون شخص صوفی کہلایا۔

حضرت مولانا جامی علیہ الرحمہ نفحات میں فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت ابوہاشم رحمۃ اللہ علیہ صوفی کے نام سے مشہور ہوئے جو کوفے کے رہنے والے تھے اور شام میں شیخ وقت تھے

اور ہم عصر حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ابو ہاشم صوفی نہ ہوتے اور دقائقِ ریا کے بیان نہ فرماتے تو مجھ کو دقائقِ ریا کی معرفت نہ ہوتی اور ابو ہاشم کے دیکھنے سے پہلے میں نہ جانتا تھا کہ صوفی کیا ہوتا ہے پہلے اُن سے جو بزرگ ہوئے وہ زہد ورع اور طریق توکل اور محبت میں اچھے معاملات رکھتے تھے الا یہ نام نہ رکھتے تھے۔ اور سب سے پہلے جو صوفی نام ہوا وہ ابو ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کا ہوا اور اُنہوں نے ہی رملہ شام میں صوفیوں کیلئے خانقاہ بنوائی انتہی۔ اور حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے محبِ الٰہی اور مقبول بارگاہ نامتناہی ولی کامل اور صوفی مکمل تھے جن کے نام مبارک سے ایک جہان واقف ہے اور جو شاگرد حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اور مرید حضرت داود طائی رحمۃ اللہ علیہ اور تربیت یافتہ حضرت علی بن موسیٰ رضا رحمۃ اللہ علیہ (صلوات اللہ) کے تھے اور مرشد حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے یعنی دادا پیر سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کے تھے جنکا وصال ۲۰۰ھ ہجری میں ہوا وہ تصوف کے باب میں فرماتے ہیں التصوف الاخذ بالحقائق والیاس مما فی ایدی الخلائق یعنے تصوف گرفتن حقائق است و گفتن دقائق و نومید شدن از انچہ در دست خلائق است یعنی تصوف حقائق کا پانا اور پکڑنا اور دقائق کا کہنا اور جو کچھ خلائق کے ہاتھ میں ہے اُس کی طرف سے نا امید ہونا ہے یہ کلمہ الاخذ بالحقائق بڑا پر مغز اور پر معنی ہے اور قابل اس کے ہے کہ اس کی تشریح کماحقہ کی جائے مگر فرصت قلیل قلیل کے لاکھوں۔

امیدوار قاتل بخیل وار کدہر ہو کدہر نہ ہو۔

علم تصوف کیا ہے اور صوفی کسکو کہتے ہیں

اب ہم کو یہ بتا دینا چاہیئے کہ علم تصوف کیا ہے اور صوفیہ سے کون لوگ مراد ہیں حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے کسی نے پوچھا کہ صوفیہ کون لوگ ہیں تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا ھم قوم اثروا اللہ عزوجل علی کل شیء فاثرھم اللہ عزوجل

علی کل شئی یعنے وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدائے پاک کو ساری چیزوں پر اختیار کیا ہے اور خدائے پاک نے اُن کو ساری چیزوں سے چن لیا ہے اور اپنا مقبول بنا لیا ہے۔ دوسرے موقعہ پر آپ فرماتے ہیں کہ صوفی مرد یست کہ خدائے را بہمہ چیز گزیند یعنے صوفی وہ ہے جو خدائے عزوجل کو ساری چیزوں پر اختیار کرے۔ اور حضرت عبداللہ تستری علیہ الرحمۃ سے کسی نے دریافت کیا کہ صوفی کسکو کہتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ صوفی آن است کہ صاف بود از کدر و پر شود از فکر و در قرب خدا منقطع شود از بشر و یکساں شود در چشم او خاک و زر یعنے صوفی وہ ہے کہ تمام کدورتوں سے صاف ہو جائے اور فکر سے پُر ہو جائے اور خدائے پاک کے قرب میں اوصاف بشریت سے منقطع ہو جائے اور اُس کی نظر میں مٹی اور سونا یکساں ہو وے۔ اور حضرت ابو حفص حداد رحمۃ اللہ علیہ نے اس علم کی تعریف اس مختصر جملے میں ادا فرمائی ہے کہ ہمہ اوست یعنے تصوف ہمہ اوست کا نام ہے اور حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے ایک موقعہ پر صوفی کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ صوفی آنست کہ دل او چوں ابراہیم سلامت یافتہ باشد از دوستی دنیا و بجا آرندہ فرمان خدا بود و تسلیم او چوں تسلیم اسمٰعیلؑ۔ و اندوہ او چوں اندوہ داؤدؑ۔ و فقر او چوں فقر عیسےٰؑ۔ و صبر او چوں صبر ایوبؑ۔ و شوق او چوں شوق موسیٰؑ در وقت مناجات و اخلاص او چوں اخلاص محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنے صوفی وہ ہے کہ اُس کا دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح دنیا کی دوستی سے سلامت ہو اور خدائے پاک کے فرمان کا بجالانے والا ہو اور اُس کی تسلیم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی طرح ہو۔ اور اُن کا اندوہ مثل اندوہ حضرت داؤد علیہ السلام کی ہو۔ اور اُن کا فقر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی مانند ہو۔ اور صبر حضرت ایوب کی طرح ہو۔ اور شوق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح وقت مناجات کے ہو۔ اور اُن کا اخلاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مانند ہو جب صوفی ہے والا نہیں۔ اور حضرت خواجہ مرتعش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف حسن خلق است یعنے تصوف خلق حسن کا نام ہے

دوسرے موقعہ پہ فرماتے ہیں کہ تصوف حالیست کہ غائب گرداند صاحب آں را از گفتگو۔ و می بردتا بخدا۔ و از انجا بیروں گرداند تا خدا ماند و او نیست شود۔ یعنے تصوف ایک حالت ہے کہ جس پر وہ (حالت) طاری ہو اس کو گفتگو سے غائب کر دیتی ہے اور خدا تعالےٰ تک لیجاتی ہے اور وہاں سے اُسوقت واپس لاتی ہے کہ وہ شخص نیست ہو جائے۔ اور خدا تعالےٰ ہی رہ جائے مطلب یہ کہ فنا فی اللہ ہو جائے۔ حضرت عمر بن عثمان مکی علیہ الرحمۃ نے تصوف کی تعریف یوں فرمائی ہے تصوف آنست کہ بندہ در ہر وقت مشغول بچیزے بود کہ دراں وقت اولےٰ تر بود۔ یعنے تصوف وہ ہے کہ بندہ ہر وقت میں ایسی چیز کے ساتھ مشغول ہو جو اُسوقت میں سب سے اولےٰ تر ہو۔ یعنے خدائے پاک کی یاد۔ اور حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ صوفی آنست کہ دل صاف دارد با خدا۔ یعنے صوفی وہ ہے کہ خدا کے ساتھ دل صاف رکھے یعنی دل میں ماسوی اللہ کو جگہ نہ دے۔ اور حضرت ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ نے کھلے کھلے لفظوں میں یہ تفصیل فرمادیا کہ تصوف نہ علوم است نہ رسوم۔ اگر علوم بودی بہ تعلیم حاصل شدی۔ و اگر رسوم بودی بمجاہدہ بدست آمدی۔ بلکہ اخلاق است تخلقوا باخلاق اللہ و بخلق خدا بیروں آمدن نہ برسوم دست دہد نہ معلوم یعنے تصوف نہ علوم ہے نہ رسوم کیونکہ اگر علوم ہوتا تو پڑھنے سے حاصل ہو جاتا اور اگر رسوم ہوتا تو مجاہدہ کے ساتھ حاصل ہو جاتا بلکہ تصوف نام اخلاق کا ہے یعنی خدائے پاک کے خلق کے ساتھ ہر ایک سے پیش آنا یہ تصوف نہ رسوم سے ہاتھ آتا ہے نہ علوم سے حاصل ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ نے تصوف کا خلاصہ ان چند اور مختصر الفاظ میں فرمایا کہ علوم متداولہ کا خلاصہ علم تفسیر اور حدیث اور فقہ ہے اور ان تینوں علموں کا خلاصہ علم تصوف ہے اس سے ثابت ہوا کہ علم تصوف علم شریعت کا مغز ہے۔ اور حضرت ابو عبد اللہ محمد بن الفضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفی آنست کہ صافی شود از بلاہا و غائب شود

از جملہ عطا ہا یعنے صوفی وہ ہے جو تمام بلاؤں سے صاف ہو جائے اور خدائے پاک کی
عطاؤں میں غائب ہو جائے۔
حضرت ابوالحسن خرقانی رح کا قول ہے کہ صوفی آنست ہر سخنے کہ گوید شنوندہ آں خدا را
ببیند یعنے صوفی وہ ہے کہ جب کلام کرے تو سننے والیکو معرفت الٰہی حاصل ہو جائے۔ یعنے
ہر بات میں خدائے تعالےٰ کا ادب ملحوظ رکھے۔
حضرت منصور حلاج کو جب سولی پر چڑھانے لگے تو حضرت شبلی علیہ الرحمۃ بھی سامنے کھڑے تھے
آپ نے حضرت منصور حلاج سے پوچھا کہ ما التصوف یا حلاج۔ یعنے اے حلاج تصوف کیا ہے
آپ نے فرمایا کہ کمترین آں این است کہ مے بینید۔ یعنے سب سے کم درجہ یہ ہے کہ جو تم دیکھ رہے
ہو۔ حضرت شبلی نے پھر سوال کیا کہ بلندتر کدام است یعنے اُس کا اعلیٰ درجہ کونسا ہے۔
حضرت منصور نے جواب دیا کہ شمارا بداں راہ نیست یعنے تمکو وہاں تک رسائی نہیں ہے
اس سے معلوم ہوا کہ تصوف کوئی سہل امر نہیں ہے بلکہ بہت سخت ایک راہ دشوار گذار
ہے جس کی ادنے ادنے گھاٹیوں میں بڑے بڑے اولی العزم اولیاء اللہ ہلاک ہو گئے
اور کچھ پتہ نہ چلا حضرت غوث الثقلین قطب الکونین مولانا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی
اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک پہاڑ کی گھاٹی میں عبادت خداوند جل
وعلا میں مشغول تھا اور رات کا وقت تھا کیا دیکھتا ہوں کہ یکایک تمام عالم انوارات
سے منور ہو گیا اور اُس کی کچھ ایسی روشنی تھی کہ نہ آسمان تھا نہ زمین تھی بلکہ ایک
صورت نورانی نمودار تھی میں اُس کو دیکھ کر عالم حیرت میں پڑ گیا کہ یکایک اُس صورت
نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے عبدالقادر ہمنے تیری کل عبادتیں قبول کیں اس جملہ پر مجھ
کو کمال درجہ مسرت حاصل ہوئی اور ساتھ ہی اسکے کہا کہ اے عبدالقادر ہمنے منہیات شرعیہ
تجھ پر حلال کیں اس کو سنکر میں نے فوراً لاحول پڑھی کیا دیکھتا ہوں کہ آن واحد میں وہ
صورتِ نورانی بشکل ظلمانی ہو کر زمین پر گری اور منادیٔ غیب نے ندا دی کہ شاباش

عبدالقادر کہ یہ تیرا ہی کام تھا کہ جو اس مقام سے بخیریت گذرا ورنہ بڑے بڑے اولیاء اللہ مارے پڑے ہیں اس حکایت سے معلوم ہوا کہ تصوف کے واسطے علم کا ہونا بھی شرط ہے جیسا کہ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بے علم نتواں خدا را شناخت۔

بوجہ طوالت ہم اقوال صوفیہ کو پورے طور پر نہ لکھ سکے اور نہ ہمارا ارادہ تھا کہ ہم سب اقوال صوفیہ لکھیں اب ہمیں یہ دکھانا ہے کہ صوفیہ کے نزدیک مسئلہ وحدۃ الوجود کی کیا حقیقت ہے گو یہ بحث بھی بہت طوالت کے ساتھ کتب تصوف میں موجود ہے مگر نہ ہمارا مذاق تصوف ہم کو اجازت دیتا ہے کہ ہم اس مقدمہ کتاب کشف المحجوب کے ترجمہ میں اول تاریخ تصوف اور علی مخدوم ہجویری مصنف کتاب کشف المحجوب کے کچھ مختصر حالات سے بھی اپنے ناظرین کو آگاہ نہ کر دیں کہ علم تصوف میں یہ کس پایہ کی کتاب ہے اور مصنف علیہ الرحمۃ کس رتبہ کا ولی اللہ ہے اور ہم نے ترجمہ اردو کس محنت سے حسب الارشاد فیض بنیاد ملجائے محبان و ماوائے مخلصان جناب حاجی چراغ الدین و سراج الدین صاحب تاجر کتب لاہور کشمیری بازار کے اصرار سے کیا کہ ترجمہ کو اصل کتاب بنا دیا اور اسی رعایت سے ہمنے اس ترجمہ کا نام برعایت اپنے نام کے ظہیر المطلوب فی ترجمۂ کشف المحجوب رکھا خدا تعالیٰ قبول عام فرمائے بمنہ و کرمہ۔

العبد

خادم الفقرا فقیر ظہیر احمد شاہ ظہیری السہسوانی مقیم بدایوں مولوی محلہ مترجم کتاب کشف المحجوب ۲۳ جون ۱۹۰۶ء مطابق ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۲۴ھ

مسئلہ وحدۃ الوجود

صوفیہ کے نزدیک یہ مسئلہ تین قسم پر ہے اوّل واجب الوجود وہ کہ جانب وجود ضروری ہو اور جانب عدم محال ہو۔ دوم ممتنع کہ جسکا عدم ضروری ہو اور وجود مستلزم محال کو ہو سوم ممکن وہ کہ وجود و عدم ہر دو برابر ہوں یعنے نہ وجود ضروری ہو نہ عدم اور اصطلاح

صوفیہ ہیں واجب الوجود کے واسطے تنزلات خمسہ ہیں تعین اوّل کا نام وحدت ہے اور ثانی تعین کا نام احدیت ہے اور تعین ثالث کا نام تعین روحی اور تعین رابع کا نام مثالی اور تعین خامس کا نام تعین جسدی ہے اور تعین اول کہ جسکو وحدت کہتے ہیں وہ علم اجمالی سے عبارت ہے جس کی صفت یہ ہی کہ منشا ہو واسطے علم تفصیلی کے یعنے ایک شے بسیط جس میں صلاحیت کثرت کے پیدا کرنے کی ہو اسکو علم اجمالی کہتے ہیں اور تعین ثانی احدیت کی عبارت ہی علم تفصیلی ہے اور نیز اس تعین ثانی کو اعیان ثابتہ و حقائق ممکنات بھی کہتے ہیں یعنے یہ تعین کہ عبارت ہے علم تفصیلی سے جو حقائق ممکنات کی ہے تعینات ثلثہ باقیہ عبارت ہے عکس یعنے پرتو حقائق ممکنات و اعیان ثابتہ سے اور تعین اول و ثانی مرتبہ وجوب کو ثابت کرتی ہے کیونکہ وہ عبارت علم سے ہے تو منشا وجوب کا ہوں گے اور تعینات ثلثہ باقیہ کو تعینات خارجیہ کہتے ہیں یعنی تعین روحی و تعین مثالی و تعین جسدی کو مرتبہ وجوب میں کچھ دخل نہیں بلکہ مرتبہ وجوب سے خارج ہیں کیونکہ یہ تعینات عبارت ہے ضد واجب و ضد علم واجب سے اور یہی تعینات ثلثہ مرتبہ امکان میں ہوتی ہیں کس واسطے کہ یہ تعینات واجب و علم واجب کے غیر ہیں اور غیر واجب نہیں ہوتا مگر ممکن اور نزدیک اصحاب صوفیہ کے یہ تعینات خارجیہ جو کہ منشا امکان ہیں محل ترتب آثار اور محل تکلیف احکام ثواب و عذاب کا ہے اور جزا و سزا ان ہی تعینات خارجیہ کو ہوتی ہے بخلاف تعین وحدت و احدیت کے کہ وہ تعین واجب تعالے کے ہیں وہ محل ترتب آثار خارجیہ و محل تکلیف احکام ثواب عذاب کے نہیں ہو سکتا اور تعینات خارجیہ یعنی تعین روحی و مثالی و جسدی عین ذات ممکن کے ہیں اور ذات ممکن ہی مصداق تکلیف احکام ثواب عذاب کے واسطے مقرر ہوئی ہے اور واضح ہو کہ اصطلاح صوفیہ میں جو کہ کلمہ ہمہ اوست وہ وحدت الوجود مشہور ہی وہ باعتبار مرتبہ تعین وحدت و احدیت کے ہی چونکہ مرتبہ تعین وحدت کا منشا ہوتا ہے۔ واسطے امور کثیرہ کے لہذا امور کثیرہ کو عین واجب کہتے ہیں باعتبار منشا واحد کے اور مرتبہ وحدت

میں باعتبار تفصیل کرنے کے اتحاد ہی جسکو اعیان ثابتہ وحقایق ممکنات سے تعبیر کرتے ہیں اور عینیت موافق صور علیہ کے ہی اور صوفیہ کی یہ مراد ہمہ اوست سے نہیں ہے کہ جمیع موجودات خارجیہ عین واجب تعالی کی ہیں کیونکہ یہ موجودات خارجیہ محل تربت عذاب وثواب کا ہے۔ اور واجب مراد مبرا ہی کہ محل ہو ثواب و عذاب کا تو معلوم ہوا کہ موجودات خارجیہ عین واجب تعالی کے نہیں ہوسکتی بخلاف تعین وحدت واحدیت کے کہ وہ عین واجب تعالے کے ہیں کیونکہ ہر دو مرتبہ مانند باری تعالی کے ہیں باعتبار عدم ہونے محل ثواب وعذاب کے اور اس معنے کے موافق صوفیہ ہمہ اوست کہتے ہیں اور اس میں کچھ خرابی نہیں ہی اور جو لوگ مسئلہ وحدۃ الوجود کو مخالف شرع کے کہتے ہیں یہ صحیح نہیں کیونکہ بوجہ بے خبر ہونے اُن کے کے علم تعقلیہ سے لفظ مخالفت کا کہتے ہیں چونکہ علوم عقلیہ سے واقف نہیں ہوتے اس لئے مسئلہ وحدۃ الوجود کا پوری طور سے اُن کی عقل میں نہیں آسکتا بلکہ تا وقتیکہ علوم عقلیہ منطق وفلسفہ وغیرہ میں واقفیت نہ ہو اس مسئلہ کو سمجھنا نہایت مشکل ہی حضرت شیخ محی الدین ابن اعزبی قدس سرہ جو کہ مقتدائے وامام صوفیہ متاخرین کے ہیں فرماتے ہیں کہ اسمار وصفات واجب کے عین ذات واجب تعالے کے ہیں۔ اور اسی طرح صفات کو بھی اتحاد آپس میں ہے مثلاً علم وقدرت عین ذات واجب کے ہیں۔ تو آپس میں بھی ایک دوسرے کے عین ہو گا یعنے علم عین قدرت کے ہی اور قدرت علم کے پس ذات واجب صفات واسمار میں کسی طرح کی جدائی نہیں ہی اور نہ کثرت و نہ تمایز ہے بلکہ تباین باعتبار تعین مرتبہ کے ہی اگر تمیز اجمالی ہی تو اُس کا نام وحدت ہوا اور اُسکو ہی حقیقت محمدیہ کہتے ہیں اور اگر تمیز تفصیلی ہے تو اُس کا نام احدیت ہوا اور اسکو حقائق وممکنات واعیان ثابتہ کہتے ہیں اور اُن ہر دو وحدت واحدیت کے واسطے وجوب کا ثبوت ہے اور یہ کثرت کہ خارج میں موجود ہی اس اعیان ثابتہ کا عکس ہی یعنے پرتوہ ہی اور کثرت خارجیہ کی تین قسمیں ہیں قسم اول روحی دوم قسم تعین مثالی قسم سوم تعین جسدی

کہ ساتھ جسم کے تعلق رکھے اور ان تعینات کو خارجیہ بھی کہتے ہیں اور ان ہی کے واسطے امکان کا ثبوت ہے۔ ان پانچوں تعینات کو اصطلاح صوفیہ میں تنزلات خمسہ کہتے ہیں۔ اور چونکہ صوفیہ کے نزدیک غیر علم واجب کے اور غیر اسما صفات واجب تعالیٰ کے کسی کا وجود نہیں ہے اسی واسطے کلمہ ہمہ اوست و وحدۃ الوجود کا کہتے ہیں اور حکم ساتھ اتحاد کے کرتے ہیں حاصل یہ ہے کہ صورت اس زید کی عین و مطابق اُس زید کے ہے جو کہ اعیان ثابتہ و حقائق ممکنہ میں موجود ہے جسکو صور علمیہ کہتے ہیں بعینہ صورت زید وہاں موجود ہے اسی طرح صورت جمیع موجودات خارجیہ کی موافق صورت موجودہ اعیان ثابتہ کے ہے یعنی مرتبہ تعین احدیت میں جیسی صورت ہوتی ہے اُسی طرح کی صورت موجودات خارجیہ میں ہوتی ہے یہی موافقت ہر دو صورت کی سبب ہمہ اوست کہنے کا ہے لیکن یہ مراد نہیں ہے کہ موجودات خارجیہ اور اعیان ثابتہ شے واحد ہے کیونکہ موجودات خارجیہ امکان کو مستلزم ہے اور اعیان ثابتہ وجوب کو اور درمیان وجوب و امکان کے اتحاد محال ہے پس تصریح مذہب شیخ محی الدین ابن اعربی کی یہ ہے کہ نزدیک صوفیہ کرام کے یہ موجودات خارجیہ امکانیہ عکس یعنے پرتوہ اعیان ثابتہ کا ہیں اور اعیان ثابتہ عبارت ہے صور علمیہ سے اور صور علمیہ عبارت ہے علوم تفصیلی سے اور علم نہ عین ذات اللہ تعالیٰ کا ہے بحسب المفہوم کے اور نہ غیر باعتبار وجود کے یعنے ممکن زید موجود خارجی کہ عکس و پرتوہ اعیان ثابتہ کا ہے کہ عبارت علم سے ہے وہ علم نہ تو عین ذات اللہ تعالےٰ کا ہے باعتبار مفہوم کے کیونکہ مفہوم واجب کا یہ ہے کہ جو ذات مستجمع ہو جمیع صفات کمال کو اُسکو واجب کہتے ہیں اور مفہوم علم کا دانستن ہے ان ہر دو مفہوم میں مغایرت ظاہر ہے عینیت محال ہے اور علم واجب کا واجب کے عین ہے۔
باعتبار وجود کے کیونکہ واجب کا وجود علیحدہ نہیں ہے علم اپنے سے بلکہ جو وجود واجب تعالیٰ کا ہے وہی وجود علم واجب کا ہے پس عینیت باعتبار وجود کے ظاہر ہے بعد تمہید مقدمہ ہذا کے معلوم ہوا کہ حمل کرنا علم واجب کا ذات واجب پر صحیح ہے کیونکہ حمل کی یہ تعریف ہے کہ وہ

دو شئے جو کہ متغایر باعتبار مفہوم کے ہوں اُن کا متحد ہونا باعتبار وجود کے تو یہ کہنا صحیح ہے الواجب
لہ علم یعنے واسطے واجب کے علم ہی مراد یہ ہے کہ علم واجب واجب پر باعتبار حمل اشتقاقی کے
جو کہ بواسطہ ذو ولہ و فی کے ہوتا ہے محمول ہونا جائز ہے تو جبکہ علم واجب واجب پر محمول
ہوسکتا ہے تو ممکن جو کہ عکس و پرتو علم واجب تعالیٰ کا ہے اس کا بھی حمل صحیح ہوگا تو ہم کہہ سکتے
ہیں کہ یہ زید شخص خارجی موجود بعینہ مطابق اُس زید کے ہے جو کہ علم واجب میں موجود ہے
اس مطابقت کی وجہ سے ہمہ اوست کا کہنا صحیح ہے اور یہی مذہب ہے حضرت مجدد الف ثانی
صاحب جو کہ پیر شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب کے تھے اپنی مکتوبات میں
اس طرح تحریر فرماتے ہیں بطریق نقل مذہب اصحاب وحدۃ الوجود کہ بقول اکثر صوفیہ علی الخصوص
متاخران ایشاں ممکن را عین واجب تعالےٰ دانستہ اند و صفات و افعال آنہا عین صفات
و افعال او تعالےٰ انگاشتہ میگویند واللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست اور شاہ
عبدالعزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ مسئلہ وحدۃ الوجود کی نسبت طرف شیخ
فریدالدین عطار اوحدی و شمس الدین تبریزی کے و حکیم ثنائی و مولانا روم و حافظ شیراز
و حضرت خواجہ قطب الدین دہلوی کے ہے اور یہی مذہب امام شافعی کا بھی ہے اور فقیر
ظہیر احمد ظہیری سہسوانی مترجم کتاب کا تو یہ مذہب ہے جیسا کہ اُس نے اپنی اس رباعی
... ہر کیا ہے اور اس مذہب کو اُس نے اپنی کتاب حجۃ الشہود فی وحدۃ الوجود میں مشرح
و مفصل لکھا ہے اور وہ رباعی یہ ہے (رباعی فقیر ظہیری مترجم کتاب)

عین است عیاں بمہر و ماہ ہمہ اوست | در دیر و دل بجان بکعبہ ہمہ اوست
لاحول ولا قوۃ الا باللہ | باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

اور جو لوگ مسئلہ وحدۃ الوجود کو خلاف شرع کہتے ہیں وہ غلطی میں ہیں اور وہ بالکل علوم
عقلیہ سے بے بہرہ ہیں کیونکہ ممکن کے واسطے دو وجود ہیں ایک وجود اجمالی دوسرا تفصیلی اور
ممکن باعتبار وجود اجمالی اپنی کے جو کہ منشاء و سبب وجود تفصیلی کا ہوتا ہے اسی اعتبار سے عین

ذات واجب تعالیٰ کا ہے اور کلمہ ہمہ اوست باعتبار وجود اجمالی کے ہی کہنا درست ہی مثلاً زید
موجود کا حمل کرنا ذات واجب پر درست ہی یعنے یہ کہنا کہ ہمہ اوست زید و واجب خدا ایک ہیں ۔
باعتبار وجود اجمالی کے جو کہ محل ترتب احکام ثواب عذاب کا ہی اس اعتبار سے ممکن کو عین واجب
کہنا کفر ہی کیونکہ ممکن اس وجود تفصیلی سے قابل جزا و سزا کا ہے بخلاف واجب تعالےٰ کے کہ وہ
منزہ و مبرا ہی جزا و سزا سے اسی ہی اعتبار سے حمل ممکن کا واجب پر صحیح نہیں خلاصہ یہ کہ
ممکن و حادث کے دو وجود ہیں اجمالی و تفصیلی لہذا ممکن باعتبار وجود اجمالی کے کہ عبارت منشار
سے ہی عین واجب تعالےٰ کے ہے جیسا کہ صوفیہ وجودیہ کہتے ہیں اور ممکن باعتبار وجود
تفصیلی کے مغایر بالذات واجب کے ہی حمل ممکن کا واجب پر غیر جائز ہے جیسا کہ شہودیہ
کہتے ہیں پس نزاع فریقین میں لفظی ہی نہ معنوی ہی یہی صوفیہ کرام کا مذہب ہے اور
تقریر ہمہ اوست کی باعتبار اصحاب منطق و فلاسفہ کے یہ ہی کہ تقریر ہمہ اوست موقوف ہے
تحقیق وجود پر لہذا اوّل ہم وجود کو بیان کرتے ہیں واضح ہو کہ وجود کی دو قسمیں ہیں ایک
وجود مصدری جسکا ترجمہ بودن یعنے ہونے کے ساتھ ہوتا ہی اور یہ وجود مصدری شی غیر واقعیہ
سے ہی اسکا خارج میں ثبوت نہیں بلکہ یہ ایک امر اعتباری ہی کہ وجود حقیقی سے موجود ہوتا ہے
اور وجود حقیقی کے عدم سے معدوم ہوتا ہے اور یہ وجود مصدری کسی پر محمول بالمواطات
نہیں ہوتا یعنے بغیر واسطہ ذو ولہ و فی کے کسی وجود مصدری کا ثبوت نہیں ہی اور اس سے
ہی وجود مصدری کو اصطلاح معقول میں وجود ظلی یعنی پر تو وجود حقیقی کہتے ہیں اور یہ وجود
بدیہی ہی اور محتاج طرف دلیل و برہان کے نہیں ہی اور تمام ممکنات میں شریک ہے ۔ یعنے
تمام ممکنات کو وجود مصدری عارض ہوتا ہے ۔

دوم وجود حقیقی جو کہ منشار انتزاع وجود مصدری کا ہو یعنی جو کہ مصداق اس امر کا ہو کہ
وجود مصدری اُس سے سمجھ میں آوے اُس کو وجود اصلی کہتے ہیں اور یہ وجود حقیقی ایک
واقعیہ ہی خارج میں بغیر فرض فارض کے موجود ہی اور یہ وجود حقیقی نظری ہی کیونکہ آجتک

نہیں معلوم ہوا کہ عالم کا وجود حقیقی کون ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اطلاق وجود کا دو معنے پر ہے ایک وجود مصدری کہ تعبیر کیا جاتا ہے لفظ بودن سے اور یہ وجود معقولات ثانیہ سے ہے یعنے ظرف عروض اُس کا ذہن ہوتا ہے یہ کلام متقدمین سے ثابت ہے دوسرا مصداق و منشار انتزاع وجود مصدری کا ہے اور اس ثانی وجود کو وجود حقیقی و وجود خاص کیساتھ تعبیر کرتے ہیں اور درمیان اصحاب فلاسفہ کے نزاع واقع ہوا ہے کہ آیا وجود بدیہی التصور ہے یا نظری ایک جماعت اس امر کی قائل ہوئی کہ تصور وجود کا بدیہی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نظری لیکن امر حق یہ ہے کہ ہر دو فریق میں نزاع لفظی ہے نہ معنوی بلکہ جو وجود کو بدیہی کہتے ہیں وہ وجود مصدری ہے بہ سبب ہونے وجود مصدری کے انتزاعات سے اور شے انتزاعی کی حقیقت نہیں ہوتی مگر جو چیز ذہن میں حاصل ہو وہ ہی حقیقت وجود مصدری کی ہے اور جو لوگ نظری کہتے ہیں یا ممتنع التصور اُن کی مراد وجود سے وجود حقیقی ہے جیسا کہ مولانا صدرالدین شیرازی حاشیہ شرح تجرید میں لکھا ہے دوم یہ کہ بعد اتفاق امر ہذا پر کہ وجود مصدری مشترک ہے درمیان جمیع موجودات کے اور اختلاف ہوا کہ وجود حقیقی آیا زائد ہو احقائق موجودہ پر یا عین حقائق موجودہ ہے یا مشترک پس ایک جماعت اشاعرہ و معتزلہ اس طرف گئی کہ وجود مشترک ہے۔ درمیان موجودات اشیار کے اور قائل ہوئی کہ ابوالحسن الاشعری اس امر کے کہ وجود نفس حقیقت واجب و ممکن کے ہے اور یہی مذہب ابوالحسین بصری کا ہے پس وجودات موافق مذہب ہذا کے حقائق متخالفہ متکثرہ باعتبار ذات کے ہیں اور ہر موجود کا وجود عین اُس کی حقیقت کے ہے اور حکمار مشائین اس امر کے قائل ہوئے کہ وجود نفس ماہیتہ واجب کے ہے اور زائد ممکن میں بطور انضمام کے پس وجود واجب کے عین حقیقت ہے اور جمیع ممکنات میں مشترک معنوی ہے باعتبار انضمام کے اور متکلمین کا مذہب ہے کہ وجود صفت قائمہ منضمہ ہے طرف ماہیت کے خواہ واجب ہو یا ممکن لہٰذا جمہور حکمائے نے اس امر پر اتفاق کیا کہ وجود مفہوم واحد مشترک ہے موجودات میں لیکن نزدیک متکلمین کے حقیقت واحد مختلف ہوتی ہے ساتھ قیود و اضافت کے

پس وجود معنی زائد ماہیت پر ہے اور ماہیتہ واجب و ممکن کو وجود منضم ہی یعنے خارج سے وجود
ملتا ہے اور نزدیک فلاسفہ کے وجود واجب کا مخالف ہے وجود ممکن کو باعتبار حقیقت کے اور شرکت
مفہوم کون میں ہے پس وجود خاص واجب میں عین حقیقت واجب کے ہے اور ممکن میں وجود
خارج زائد سے وجود ماہیتہ ممکن کو ملتا ہے اور حکمار اشراقیین کا یہ مذہب ہی کہ وجود حقیقت
واحدہ کل موجودات میں ہی مختلف ہوتا ہے ساتھ کمال و نقصان کے اور حمل وجود کا اپنی افراد
پر موافق تشکیک کے ہی اور گیا سید محقق طرف اس کے کہ تشخص خاص جزئی واجب لذاتہ
ہے اور وجود اشیار کا جب ہوتا ہے کہ اول اشیار کی نسبت طرف واجب لذاتہ کے ہو جیسا کہ
شرح مواقف میں مذکور ہے، حاصل مراد صوفیہ کے وحدۃ الوجود سے یہ ہے کہ شے نفس الامر یا
الوجود ہے یعنے جسکا وجود ضروری ہو یا ممتنع الوجود جسکا وجود منع ہو یا ممکن الوجود
وجود برابر ہو اور نفی کے واسطے پانچ مرتبہ ہیں مرتبہ اول ذات واجب تعالیٰ مجرد
وخالی ہو ملاحظہ صفات سے جسکو احدیت کہتے ہیں اور باعتبار علم کے اُس کو حقیقت محمدی
وملاحظہ صفت وحدت کہتے ہیں مرتبہ دوم عبارت اسی ہوئی مرتبہ اول علت و مبدار اسمار
وصفات اس ہی مرتبہ دوم کو واجب و قدیم کہتے ہیں اور چونکہ اسمار و صفات اپنی ظہور
میں محتاج طرف روح کے ہیں جس کو مثال کہتے ہیں یہ امر مراد ثالثہ ہے اور مقام برزخ
جو کہ درمیان ارواح و اجساد کے ہی مرتبہ رابع ہی اور وجود اجساد کو مرتبہ خامس کہتے
ہیں یہ تین مرتبہ واسطے ممکن و حادث کے ہیں اور حمل ممکن کا ذات واجب پر باعتبار
مراتب ہذا کے محال ہے کس واسطے کہ حمل مواطاتی اتحاد محمول کو ساتھ موضوع کے واجب
کرتا ہے اور واجب و ممکن میں مغایرت ذاتی ہما مراتب ہذا کے ہی لیکن باعتبار مرتبہ اول و ثانی
کے ممکن و واجب میں اتحاد ہی اور اصطلاح صوفیہ میں مقام لاہوت عبارت نفس ذات
واجب تعالیٰ سے ہی اور مقام جبروت عبارت صفات واجب تعالیٰ سے ہی اور مقام
ناسوت مراد حقائق امکانیہ سے ہے اب اس بحث محققانہ کو ہم یہاں پر ختم کرتے ہیں اور

گروہ صوفیہ کے دوسرے طبقہ کی طرف متوجہ ہوتی ہیں جنکا یہ خیال ہے کہ جو لوگ مظہر علم و قدرۃ الٰہی کے ہوئے اور حضرت وجود کا فیض نا متناہی پایا وہ حضرات انبیاء اور گروہ اولیاء ہیں جو چیزوں کے جاننے اور کاموں کے کرنے میں محتاج اسباب اور غیب کے نہیں ہیں، چونکہ انبیاء علیہم السّلام اُس نور ازل کے ظہور کے مظہر اکمل ہیں اُن کو کسی طرح اسباب ظاہری کا وسیلہ نہیں ہے بلا واسطہ وجود کے علم و قدرۃ کا اُن میں ظہور رہی اُس علم کا نام وحی ہے اور قدرت کا نام معجزہ ہے اور اولیاء کا نور اس اکمل ظہور سے جا ملتا ہے اور اُن کے علم اور قدرۃ کا غنچہ بھی اُسی نور ازل کی ہوا سے کھلتا ہے اُن کے علم کا نام الہام ہے اور قدرت کا نام کرامت ہے مگر یہ متقلد غیر کی نہیں ہوتے اور جو عجائب اور غرائب کہ انبیاء علیہم السّلام اور اولیاء عظام سے ظاہر ہوں۔ لائق تعجب نہیں کیونکہ یہ تو خدا ہی کے علم و قدرت ہی انبیاء و اولیاء کا تو محض نام ہی اور اس کے سمجھنے میں سب کا کام تمام ہی چونکہ صوفیائے کرام کا مذہب ہی کہ وجود حقیقت واحدہ کا نام ہی اور موجودات پر کلیتہً محیط ہے اور اس کے مقابلہ میں عدم تبلاتی ہیں جسکے وجود کا تحقق مشکل ہے اب رہا موجودات عالم اُس کی دو صورتیں ہیں ایک موجودات وجود مطلق محض سے شادان ہوں دوسرے عدم صرف سے آراستہ ہوں گو یہ صورت غیر متحقق ہی کیونکہ موجودات کے احکام و آثار مرتب ہوتے ہیں اور جس شی کے آثار و احکام ترتیب پذیر ہوتے ہیں وہ عدم محض نہیں ہو سکتے رہی صورت اول وہ ممکن بلکہ واقع ہی اور اُس کی یہ شان ہے کہ وجود مطلق موجودات آیندہ کی صورت میں متمثل ہوتا رہتا ہی اور حسب موقعہ اور محل ظہور پذیر ہوتا ہے اسی مقام سے تجدد امثال کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے جسکو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تہیں مراتب کی نسبت ارشاد فرمایا ہے وھو معکم اینما کنتم اور ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم ۔ اور اصحاب ظاہر کا عقیدہ ہی کہ ذات واجب الوجود ذہر زائد کے ساتھ موجود ہے اور غیر متناہی صفات سے متصف ہی اس صورت میں اگر موجد کو بحیثیت مجموع موثر مانا جائے تو ترکیب لازم آتی ہی اور اگر واجب کو ایسی ذات قرار دیں کہ وجود کا اغنیاء روحی نظر نہ کیا جائے

تو ممکن پر افاضۂ نور کیسے ہو سکتا ہے اسواسطے کہ جب خزانہ میں ذخیرہ ہی نہ ہوگا تو داد و دہش کیونکر
ہو سکتی ہے اور اگر وجود کو موجد قرار دیں اور اُس میں ذات کا اعتبار نہ کریں تو ایسی حالت
میں یہ الزام آتا ہے کہ موثر حقیقی ہو کر قائم بہ نفسہ نہ ہو کیونکہ وجود بنفسہ بغیر ذات کے غیر قائم
ہے۔ اب یہ کہنا باقی رہا کہ وجود کی علت خود ذات ہے یا غیر ذات ہی یا محض ذات چونکہ
جہت سے مبرا ہی موثر اور علت نہیں ہو سکتی اور غیر ذات علت وجود یوں قائم نہیں ہو سکتی
کہ ذات اپنی تحقق و ثبوت میں اپنی غیر کی جانب محتاج ٹھہرتی ہی اور محتاج میں کبھی واجب
ہونے کی قابلیت پیدا نہیں ہوتی لہذا ذات معہ اپنی تعین اول کے جو جہات مختلفہ سے جہت
ہے وہی علت وجود ہے۔ اسی وجہ سے مسئلہ وحدۃ الوجود کی نسبت اہل اسلام کا ایمان یومنون
بالغیب پر ہے اسکا فیصلہ خود خدائے تعالے نے اپنے قرآن پاک کی سورۂ اخلاص میں فرما دیا ہی
صاحب تفسیر خازن کبیر اس سورہ کی شان نزول میں تین سبب بتلاتے ہیں ایک سوال مشرکین کا
کہ بتلائے (اے محمدؐ) آپ کا رب کس چیز کا ہے آیا چاندی کا یا سونے کا (۲) یہود نے کہا کہ یہ سب تو اللہ
کا بنایا ہوا ہے اور اللہ تعالے کو کس نے بنایا (۳) نصارائے نجران نے اللہ تعالیٰ کی ماہیت پوچھی
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورۃ نازل ہوئی یعنے قل ھو اللہ احدٌ اللہ
الصمدُ لم یلدْ ولم یولدْ ولم یکن لہ کفواً احدٌ مفسرین کہتے ہیں کہ احد خبر
ہے معرف نہ لائے کہ دلالت کرے وحدۃ عظمٰے پر جو منتہائی فہم سے اعلیٰ تر ہو۔ پھر یہ وحدۃ نہ
اجزائے کثرت سے ہی نہ جنبش عدد سے بلکہ بمعنی یکتائی و بیمثالی ہی اور آخر سورۃ میں احد بمعنی
اقل درجہ تعدد ہی ہو گنا یہ بھی ذات پاک سے صَمَد مقصود۔ سردار۔ بے نیاز۔ محتاج الیہ بخاری
شریف میں ہی کہ صمد وہ سردار ہے جسپر سیادت منتہی ہو۔ کہا ابن عباسؓ نے جس کے سب
محتاج ہوں اور صمد بمعنی قصد ہے پس صمد بمعنی مصمود جسکی طرف قصد کیا جائے اور کہا
مفسرین نے صَمَد عالم بجمیع معلومات۔ حلیم۔ خالق اشیاء۔ کفوا ہمسر۔ حاصل کلام آپ کہہ
دیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ یکتا ہے اللہ بے نیاز ہی جس کے سب محتاج ہیں وہ کسیکا محتاج نہیں

(یہاں تک صفات ثبوتیہ ہیں ذکر ذات وصفات ہیں براہین قاطعہ اور دلائل قاہرہ کے ساتھ) کہ نہ کسی کو جنا نہ کسی سے جنا یا گیا نہ اُس کے لیئے کوئی ہمسر ہے یہ صفات سلبیہ تاکہ صفات مذکورہ بالا طرداً و عکساً ثابت ہوں) بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے ابن آدم نے جھٹلایا اور اُسے یہ حق نہ تھا مجھے بُرا کہا اُسے یہ زیبا نہ تھا جھٹلانا میرا یہ ہے کہ کہتا ہی اللہ نے جس طرح پہلی بار بنایا دوبارہ زندہ نہ کریگا (حشر میں) اور بُرا کہنا یہ ہے کہ کہتا ہی کہ اللہ تعالے نے اپنے لیئے فرزند اختیار کیا حالانکہ میں بے نیاز ہوں نہ جنا نہ جنا یا گیا نہ میرا کوئی ہمسر ہے۔ احکام۔ واجب ہے اللہ کو احد صمد کہنا اور جاننا۔ ۲۔ واجب ہی اللہ کی توحید والوہیت پر استدلال لانا۔ ۳۔ واجب ہی اُس سے نقائص کی نفی کرنا مگر یہ کہ پچھلے حکم فرض کفایہ ہیں بقدر ضرورت چند علمار کافی ہیں اس لیئے کہ نہ استدلال منصب عوام ہے نہ ضرورت عام۔ لطائف۔ کلمہ ہو اسمائے اشارہ سے ہی اور اشارہ دیدہ و دل کو نگراں و متوجہ بنادیتا ہے پس اشارہ ہی کہ ہماری طرف بدل متوجہ ہو جاؤ پھر اتصال کلمہ (اللہ) مشیر ہے کہ نہ بعد ہے نہ حجاب نہ حالت منتظرہ۔ ادہر سچے دل سے کہا اللہ اُدہر حضوری حاصل تھی۔ اور حضرات صوفیہ اسی سیر الی اللہ کہتے ہیں۔ ۲۔ صفت احدیت وصمدیت کا ذکر مشیر ہے کہ اسی قدر پر کفایت نہ کر اغیار سے درگذر اللہ ہی کو مقصود بنا۔ اس کے عجائبات قدرت پر نظر ڈال اور یہ سب امور بدون قطع مراحل وتحمل مصائب شاق اور غیر ممکن ہیں حضرات صوفیہ اسے سیر فی اللہ کہتے ہیں۔ ۳۔ جملہ صفات میں احدیت کی تقدیم چاہی کہ حجاب ہے تو یہ کثرت ورنہ اللہ ہی اللہ ہے ۴۔ پھر تکرار کلمہ اللہ میں لطف قند مکرر ہے یعنے گو اللہ والوں کی رگ و ریشوں میں اللہ ہی اللہ سمایا ہے تاہم اشارہ ضمیر پر بس نہ چاہیئے خالی ذکر کوئی نہ چاہیئے ۵۔ صمد فرمایا کہ محبوبیت ومقصودیت اللہ ہی کے لیئے ہے پھر حضرت صمد سے بے نیازی اور نیازمندوں سے اُمید چارہ سازی کیسی بے حیائی ہے۔ ۶۔ کلمہ کفوا محل دلیل نفی توالد میں مشیر ہے کہ سلسلہ تولید

جنسیت میں مقید ہی مثلاً انس وجن یا دوسرے حیوان کی صحبت سے توالد نہیں ہو سکتا ۷۔اس میں مسئلہ کفاءت نکاح پر اشارہ ہے ۸۔ولد میں دو اعتبار ہیں ایک یہ کہ حقیقۃً ولد ہوا اور اُس کے لیئے طریق مستمر معلوم ہی اسکے نفی لم یلد سے فرمائی، دوسری یہ کہ مجازاً اولاد مانا جائے جیسے متبنےٰ اسے لم یتخذ ولدا میں رد کردیا پس جمیع اعتبارات مخالف باطل ہوگئے اور دلیل اس دعوٰی پر احدیت ہی جو من وجہ بھی اشتراک کو نہیں چاہتی حالانکہ والد وولد میں جنسیت لازم ہی ۹۔لم یولد۔دلیل اس کی صمدیت ہی اس لیئے کہ مولود بے نیاز نہیں ہو سکتا ۱۰۔عجیب امر ہے کہ آج تک سوائے اہل حق کے کسی نے اپنے معبود کو بوصف احدیت وصمدیت پکارا بھی نہیں ثبوت کیسا اس لیئے کہ صفات خاصہ حضرت حق بہ ہیئت وعظمت حق محفوظ وممنوع ہیں اب ہم اس بحث کو ختم کر کے حضرت شمس العارفین بدر الکاملین قدوۃ الکبرار زبدۃ الاولیار علی بن عثمان ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ مصنف کتاب کشف المحجوب کے کچھ مختصر حالات لکھ کر ترجمہ کتاب کشف المحجوب شروع کرتے ہیں جن کا فضل وکمال زمرۂ اولیار اللہ میں اظہر من الشمس ہی

شمۂ مختصر حالات حضرت سید علی ہجویری

کنیت آپ کی ابو الحسن نام آپ کے والد کا عثمان ابن علی جلابی الغزنوی ہے شجرہ نسب آپکا علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام سے ملتا ہے آپ سادات حسنی وحسینی سے ہیں بعض مورخین کہتے ہیں کہ آپ کی پیدائش ماہ ربیع الاول کی ۱۰ تاریخ سنہ ھ روز جمعہ ہی آپ صاحب صحو تھے چنانچہ آپ نے اس باب میں فرمایا ہے کہ شیخ میرے جنیدی مذہب تھے اور کہتے تھے کہ سکر لڑکوں کا کھیل ہی اور صحو جائے فنا مردوں کی ہی اور میں کہ علی بیٹا عثمان جلابی کا ہوں مطابق اپنے کمال حالی صاحب سکر کا صحو ہوتا ہے اور سب سے ادنےٰ درجہ مقام صحو میں رؤیت الٰہی سی باز رکھتا ہی اُس کو بشریت کہتے ہیں پس وہ صحو جو آفت میں مبتلا کری اُس سکر سی بہتر ہی کہ عین وہی ہی آپ مرید شیخ ابوالفضل بن حسن الختلی کے ہیں اور مرید حضری کی ہیں اور وہ مرید حضرت شیخ شبلیؒ کی ہیں اور

شیخ ابوالقاسم گرگانی و شیخ ابوسعید ابوالخیر و شیخ ابوالقاسم قشیری و دیگر بہت سے مشائخوں کو آپ نے دیکھا ہی مذہب آپکا حنفی تھا وطن اصلی آپ کا مقام غزنی ہے اور جلاب اور ہجویر دو محلے نمحلات شہر غزنی سے ہیں آپ محلہ ہجویر میں رہتے تھے اسی اعتبار سے آپ علی ہجویری مشہور ہیں آپ کی والدہ ماجدہ کی قبر مقام غزنی ہی اور جس مسجد کو آپ نے تعمیر فرمایا تھا اُس مسجد کی محراب سمت جنوب کی طرف مائل ہی اُس وقت کے علمار نے اس معاملہ میں آپ سے اعتراض کیا تھا ایک روز آپ نے سب علمار غزنی کو جمع کیا اور خود امام بن کر اُس مسجد میں نماز ادا کی بعد نماز کے حاضرین جلسہ سے فرمایا کہ دیکھو کعبہ کس سمت پر واقع ہے اُس وقت سب کے درمیان سے حجاب اُٹھ گیا اور کعبہ حجازی نمودار ہوا آپ کی قبر شریف مطابق سمت اُسی مسجد کے مقام لاہور ہی اور قبر والدہ ماجدہ کی متصل قبر تاج الاولیا جو ماموں حضرت پیر سید علی مخدوم الہجویری کے ہیں ہی اور خانوادہ آپکا خانوادہ زہد و تقوٰی سے تھا آپ کی تصانیف بہت ہیں جن میں سے کتاب کشف المحجوب آپ کی مشہور و معروف ہی جس میں کسی درویش کو کلام نہیں ہے اور گروہ صوفیہ میں مسلم الثبوت مانی جاتی ہی متاخرین صوفیہ بیشتر کشف المحجوب کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ ابتدائی تعلیم آپ نے مقام غزنی میں پائی اور انتہائی تعلیم یعنے تصوف کی تعلیم اپنے پیر و مرشد سے پاکر بغرض مشاہدہ انوار تجلیات اکثر ملکوں کی آپ نے سیاحت فرمائی اور بعد سیاحت اپنی کتاب کشف المحجوب بزبان فارسی تصنیف فرمائی آپ کامل درویشوں سے ہیں اور کتب تصوف میں بزبان فارسی اس پایہ کی کتاب اس وقت تک کوئی تالیف و تصنیف نہیں ہوئی جس جامعیت کی کتاب کشف المحجوب ہی آپ کی خوارق عادات بکثرت مشہور ہیں تجرید و توکل آپکا شعار تھا آپ نے بہت کچھ سیاحت فرمائی ہے اور آخر زمانہ عمر میں آپ دار السلطنت لاہور تشریف لائے اور آپ کا وصال ۴۵۶ھ اور بعض کے نزدیک ۴۶۴ھ میں ہوا مقام لاہور میں آپ کا مزار زیارت گاہ خلائق ہے اور مشہور ہے کہ جو کوئی چالیس رات جمعہ یا چالیس روز آپ کے روضۂ منورہ پر حاضر ہوا کرے

جو آرزو رکھتا ہو پوری ہو۔ مترجم کتاب فقیر ظہیر احمد ظہیری عفی عنہ کبھی زیارت روضہ منورہ سے مستفیض ہو چکا ہے اور جیسا سُنا ویسا آپ کو پایا اور مترجم کتاب کو یہ کیا کم فخر کا موقعہ ہی کہ اسی آستانہ بوسی کے شرف میں حضور کی کتاب کشف المحجوب کے ترجمہ لکھنے کا افتخار حاصل ہوا جسکے بانی مبانی محب الفقرا رمقبول اہل اللہ حاجی حرمین شریفین جناب مولانا حاجی چراغ الدین صاحب وسراج الدین صاحب تاجر کتب لاہور کشمیری بازار دام اللہ عرفانہ ساعی ہوئے اور اُن کی توجہ خاص سے کتاب مذکور کا میں نے ترجمہ کیا۔ واضح ہو کہ یہ ترجمہ میں نے یکم ربیع الاول کو شروع کیا اور آخر ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ کو ختم کیا اور ترجمہ کتاب کے اوّل میں مقدمہ تاریخ تصوف معہ حالات پیر سید علی مخدوم الہجویری رضی اللہ عنہ کو لکھا خدائے تعالےٰ قبول عام فرمائے آمین بحق رحمۃ اللعالمین صلوٰۃ اللہ علیہ الیٰ یوم الدین وعلی العیوب الدین روز قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہ * من نیز حاضر میشوم مصحف بزرگاں در بغل اس کے بعد میں ترجمہ کتاب کشف المحجوب شروع کرتا ہوں خدا میری مدد کرے۔ فقط اب میں مقدمہ تاریخ تصوف کو اپنی ناچیز ایک غزل پر ختم کرتا ہوں۔

غزل

ایسے شاغل ہو کہ چشم دل ہو ہر دم سوئے دوست
عاشقو یہ ہی نماز کعبۂ ابروئے دوست

ہیں نماز دل ہوں دل ہی کعبۂ ابروئے دوست
سامنے قبلہ ہی میرے دل ہی میرا سوئے دوست

میری ہستی کچھ نہیں ہی نیستی ہستی مری
خاک ہوں لیکن سمجھتا ہوں غبار کوئے دوست

ہو گیا ہوں مست و بیخود جب سے سونگھا ہی لباس
ہر رگ و پے میں مری آنے لگی ہی بوئے دوست

مجھ کو آتا ہے نظر ہر سمت جلوہ یار کا
جب سے آنکھوں میں سمایا ہی رخ نیکوئے دوست

اپنا عاشق آپ ہوں معشوق ہوں لیکن نہیں
یار کا میں شعبدہ ہوں دل ہی میرا سوئے دوست

کیا تماشا ہی کہ مردہ لوگ کہتے ہیں ہمیں
بند آنکھیں کرکے جاتے ہیں ظہیری سوئے دوست

دیباچہ مصنف علیہ الرحمۃ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً وَّہَیِّیْٔ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَشَفَ لِاَوْلِیَآئِہٖ بَوَاطِنَ مَلَکُوْتِہٖ وَقَشَعَ لِاَصْفِیَآئِہٖ سَرَآئِرَ جَبَرُوْتِہٖ وَاَرَاقَ دَمَ الْمُحِبِّیْنَ بِسَیْفِ جَلَالِہٖ وَاَذَاقَ سِرَّ الْعَارِفِیْنَ بِرُوْحِ وِصَالِہٖ ھُوَ الْمُحْیِیْ لِمَوَاتِ الْقُلُوْبِ بِاَنْوَارِ اِدْرَاکِ صَمَدِیَّتِہٖ وَکِبْرِیَآئِہٖ وَالْمُنْعِشُ لَھَا بِرَاحَۃِ رَوْحِ الْمَعْرِفَۃِ وَنَشْرِ اَسْمَآئِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ۔ **ترجمہ** اے ہمارے پاک پروردگار ہم عاجزوں کو اپنی رحمت کاملہ سے کامیاب فرما اور ہمکو راہِ راست نصیب فرما۔ جملہ ثنا و صفت اور تعریفیں اُس ذات اعلیٰ کو سزاوار ہیں جس نے اپنے دوستوں پر ملکوت کے مخفی راز کھولدیئے اور اپنے برگزیدہ بندوں کو جبروت کے اسراروں سے آگاہی بخشی اور محبوں کا خون اپنی جلالت کی تلوار سے بہایا اور اپنے وصل کی شراب سے عارفوں کو ذوق عنایت کیا اور اپنی بے نیازی اور عظمت سے تو ہی مُردہ دلوں کا زندہ کرنے والا اور اپنی شراب معرفت اور اسمائے عظام کی خوشبو سے مردہ دلوں کا۔ جلانے والا ہے اور درود سلام اور دعا و رحم رب العزت کا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر ہمیشہ نازل ہووے کہ جن کی صفت لولاک

لما خلقت الافلاک ہے وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیرِ خَلقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَاَولِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجمَعِینَ اِلٰی یَومِ الدِّینِ۔

عنوان کتاب

اے طالب مولا۔ اللہ تعالےٰ تجھ کو دونوں جہان میں کامیاب کرے میں کہ علی بن عثمان جلابی غزنوی ہجویری کا بیٹا ہوں۔ تیری طلب کے مطابق میں نے استخارہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب تجھ کو کامیاب کرے گی اسواسطے میں نے اس کتاب کے ختم کرنے کا مستقل ارادہ کر لیا کہ ترتیب سلوک میں اس کتاب کو لکھوں اسی سبب سے نام اس کا میں نے کشف المحجوب رکھا اور تیری مراد جو اس کتاب کے تمام کرنے کی تھی اُس کو پورا کیا اب تیرا مقصود معلوم ہو گیا اور تیری غرض میں نے سمجھ لی ہے میں اس کتاب کے تمام کرنے کیواسطے خدا سے مدد اور توفیق چاہتا ہوں اور ہر ایک قول اور فعل میں اپنی قوت سے بریت چاہتا ہوں میں بہمہ جہت خدا ہی پر بھروسہ ہے۔

پہلی فصل - آغاز کتاب میں میں نے اپنا نام دو سبب سے لکھا ہے ایک نصیب خاص دوسرا نصیب عام۔ پس نفع عام تو یہ ہے کہ اس علم کے نہ جاننے والے جب ایک نئی کتاب دیکھیں گے اور اُس کے مصنف کا نام کہیں لکھا ہوا نہ پائیں گے تو وہ کتاب اپنے نام سے مشہور کر دینگے مصنف کا اصلی مقصد فوت ہو جائیگا وہ یہ کہ کتاب کی تصنیف اور تالیف سے یہ غرض ہوتی ہے کہ مصنف کا نام ہمیشہ زندہ اور باقی رہے اور کتاب کے پڑھنے اور دیکھنے والے اُس کو دعائے حسن خاتمہ سے یاد کریں یہ امر مجھ مصنف یا مؤلف کو کہاں نصیب ہوا چنانچہ مجھکو اس قسم کا حادثہ دو مرتبہ پیش آیا وہ یہ کہ ایک مرتبہ میرا دیوان کوئی شخص مستعار لے گیا اور اُس نے مجھ کو واپس نہ دیا چونکہ میرے پاس وہی ایک اصل نسخہ تھا اُس کی دوسری کوئی نقل نہ تھی لہذا اُس شخص نے بجائے میرے نام کے مقطع میں اپنا نام داخل کر کے مشتہر کر دیا اور میرا نام بالکل دیوان سے خارج کر دیا جب میں نے سُنا تو مجھ کو سخت صدمہ ہوا کہ میری محنت و مشقت مفت

ضائع ہوئی تاب اللہ علیہ خدائے تعالیٰ اُس کی توبہ قبول کرے دوسرے ایک مرتبہ میں نے
ایک کتاب منہاج الدین طریق تصوف میں لکھی اُس کو بھی میرا ایک دشمن کہ اللہ تعالیٰ اُس
کے قول کو ہمیشہ مردود رکھے لے گیا اور میرا نام اُس میں سے اُڑا دیا بلکہ عوام کے سامنے
اُس نے یہ ظاہر کیا کہ یہ کتاب میں نے لکھی ہے گو خاص خاص اُس کی اس قول کو سنکر ہنسے یہانتک
کہ خدائے تعالیٰ نے اُس کو اس فعل کے کرنے سے اُس کا نام اپنی درگاہ کے طالبین سے مٹا دیا۔ اب
نفع خاص کی وجہ بتاتا ہوں وہ یہ ہے کہ جب لوگ کوئی کتاب دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اس
کتاب کا مولف اس علم وفن کا ماہر اور عالم تھا تو اُس کے حقوق کی رعایت کرتے ہیں اور اُس کے
پڑھنے اور دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس سے پڑھنے والے اور مصنف کتاب دونوں کی
مراد پوری ہوتی ہے واللہ اعلم بالصواب۔ **دوسری فصل** میں نے یہ جو کہا کہ استخارہ کیا میں
نے اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے آداب کی میں نے کما حقہ حفاظت کی ہے
جیسا کہ فرمایا خداوند عالم عزاسمہ نے اپنے پیغمبر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کے
متبعین سے فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ یعنی جب قرآن
شریف پڑھو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہو۔ تاکہ شیطان مردود کے وسوسہ اور شرارت سے امان میں
رہو۔ چونکہ استعاذت[۱] اور استخارہ[۲] اور استعانت[۳] قریبًا مرادف یعنے ہم معنے ہیں۔ ہر ایک
سے مراد مدد طلب کرنا اور پناہ چاہنا اور اپنے کام کا سرانجام اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا اور انواع
واقسام کی آفتوں سے نجات پانا ہی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہمکو ایسا ہی استخارہ سکھاتے تھے
جیسا کہ قرآن مجید کی کوئی سورت، چونکہ جب بندہ یہ جانے کہ سب کاموں کی بھلائی اور بُرائی کو خدا
خوب جانتا ہے اور جو کچھ بھلائی اور بُرائی بندہ سے ہوتی ہے یا پہنچتی ہے وہ بحکم آلہی ہے
پھر ایسی حالت میں سوائے رضا اور تسلیم کے کوئی تدبیر نہیں بلکہ قضا سے مدد طلب کرنا اور نفس
کا اثر قبول کرنا اور اُس کا اتارہ ہونا بندہ سے دور کرے اور کل افعال اور احوال اور خیریت

[۱] استعاذت بمعنے پناہ چاہنا ۱۲ [۲] استخارہ بمعنے طلب خیر ۱۲ [۳] استعانت بمعنے مدد مانگنا ۱۲

اور صلاح اُسی کے سپرد کرے اور ہمیشہ ہر ایک کام کے شروع میں استخارہ کرے تاکہ خدا تعالےٰ اُس کو ہر ایک خطرات سے اور آفات سے محفوظ رکھے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ ؕ

تیسری فصل - میں نے جو کہا کہ اغراض نفسانی کو دل سے دور کر دیا اس سے یہ مراد ہے کہ جس کام میں نفسانی غرض شامل ہو جاتی ہے اُس کام سے برکت جاتی رہتی ہے اور دل سبب سے راست کو چھوڑ کر کجی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور یہ امر دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو وہ غرض حاصل ہوتی ہے یا نہیں اگر وہ غرض پوری ہو گئی تو سمجھنا چاہیئے کہ ہلاک ہو گیا اسواسطے کہ دوزخ کے دروازہ کی یہی کنجی ہے کہ نفس کی خواہش کے موافق کام کرے اور اگر وہ غرض حاصل نہیں ہوئی تو پہلے زمانہ سے بھی زیادہ اُس کو دل سے دُور کریگا اور اُس کو بُرا سمجھے گا اسواسطے کہ نجات کے یہی معنی ہیں اور بہشت کے دروازہ کی یہی کنجی ہے کہ نفس کے اغراض کو پُورا نہ کرے جیساکہ خداوند عالم فرماتا ہے وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى ترجمہ یعنے جس نے نفس کو اُسکی خواہش سے روکا اُس کا ٹھکانا جنت ہے واضح ہو کہ نفسانی اغراض جو انسان کو کاموں میں پیش آتے ہیں وہ یہ ہیں کہ بندہ جو کام کر رہا ہے اُس میں اُس کو سوائے خدا کے دوسرے کی رضامندی اور خوشنودی مقصود ہووے اور نفس کی نجات عذاب کے ذریعہ سے نہ چاہے اور تمام خودی اور خود بینی کی باتوں میں نفس کی کوئی ضد معین ہو اور اُس کی پوشیدہ باتیں اُس میں ظاہر نہ ہوں جیساکہ اس کتاب میں ہر ایک بات اپنے اپنے موقعہ پر اسی معاملہ میں لکھی جائیگی انشاء اللہ تعالیٰ

چوتھی فصل - میں نے جو کہا ہے کہ تیری درخواست کے موافق کام کیا اور تیری مراد یہ ہے کہ اس کتاب کو تمام کروں چنانچہ تمام کرنے کا قصد کیا۔ اس سے یہ مراد ہے کہ تو نے مجھے سائل دیکھا اور اپنا واقعہ مجھ سے دریافت کیا اور یہ کتاب مجھ سے مانگی بلکہ تیری مراد یہ تھی کہ اس سے فائدہ اٹھاؤں تو مجھ پر واجب ہوا کہ تیرے سوال کا حق ادا کروں چونکہ اسوقت تیرے سوال کی حقیقت کو میں اچھی طرح سے سمجھ گیا ہوں اور میں نے بھی مصمم قصد کر لیا ہے کہ اس کتاب کو ختم کروں

لہٰذا اسی وقت اس کو شروع کرتا ہوں اور اُس کے تمام کرنے کی نیت میرے دل میں ہے
اور تیرے سوال کا جواب مجھپر واجب ہی چونکہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ بندے کا ارادہ اور نیت
جب کسی کام کرنے کی ہوتی ہے تو اگرچہ اُس کام میں کوئی حرج واقع ہو مگر جب بھی بندہ اُسکے
کرنے پر مجبور اور معذور ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی نِیَّةُ الْمُؤْمِنِ
خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ ترجمہ یعنے کسی کام کے شروع کرنے کی نیت اُس کام کی بے نیت
کرنے سے اچھی ہے اور کل کاموں کا دار و مدار صرف نیت پر ہے اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّةِ یعنی ہر عمل کا دار و مدار نیت پر ہے اور یہ مسئلہ
بھی ہی کہ بندہ ایک کام کی نیت کرے اور اُسپر ایک حکم مترتب ہووے اُس کے بعد نیت بدل
دے تو حکم بھی بدل جائیگا لیکن اس سے اُس کے ظاہر میں کوئی اثر تغیر اور تبدل کا نہ ہو گا۔
جس طرح ایک مسافر کہ حالت سفر میں قصر کرے اور جب ایک شہر میں اقامت کی نیت کرے تو
وہ مقیم ہو جائیگا اور قصر کے احکام اُس پر جاری ہوں گے اور اس قسم کی بہت سی مثالیں اس
کتاب میں اپنی اپنی جگہ پر موجود ہیں پس معلوم ہوا کہ کسی کام کے شروع میں اچھی نیت
کرنا گویا اُس کام کا حق ادا کرنا ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

پانچویں فصل۔ اور یہ جو میں نے کہا ہی کہ اس کتاب کا نام کشف المحجوب رکھا ہے اس سے
یہ مراد ہے کہ گویا کتاب شاہد ہی اس امر پر کہ واقعی میں ایسی ہی ہے مگر اُن لوگوں کے واسطے
جن کے دل کی آنکھ بینا ہے جب کتاب کا نام سُنیں گے سب جان جائیں گے کہ درحقیقت یہ کتاب
ایسی ہی ہے۔ جاننا چاہئے کہ تمام عالم تحقیق کے لطیفہ سے چھپا ہوا ہے سوائے خدائے عزوجل
کے اولیاء اور اُس کی درگاہ کے عزیزوں کے کوئی نہیں جانتا ہی اور چونکہ یہ کتاب خدا کی راہ کے
بیان میں ہے اور تحقیق کے کلمات کا بیان کرنا اور بشریت کے حجاب کا اٹھانا سوائے اس
نام کے دوسری صورت سے نہیں ہو سکتا اور حقیقت میں حجاب کا اٹھ جانا محجوب کی ہلاکت
کا باعث ہی جیسے کہ حجاب کا کشف کی ہلاکت کا باعث ہے یعنی جیسے کہ نزدیک والا دوری کی

طاقت نہیں رکھتا ہو دور والا نزدیکی کی طاقت نہیں رکھتا مثلاً کوئی جانور سرکہ سے نکلے اور دوسری چیز میں گر پڑے فوراً مر جائے گا اور کوئی چیز اور چیزوں سے نکل کر سرکہ میں گرے اُسی وقت ہلاک ہو جائے گی اور معنے سمجھنے کا طریقہ ہر شخص کو بہت مشکل ہے یہ وہی کرسکتا ہی کہ جس کو خداوند تعالےٰ نے اس کام کے واسطے پیدا کیا ہی چنانچہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَہٗ یعنی خدائے عزوجل نے ہر شخص کو ایک کام کے واسطے پیدا کیا ہے اور وہ کام اُس پر سہل کر دیا ہے۔ اب حجاب دو قسم کا ہوتا ہے ایک حجاب رینی اور یہ ہرگز دور نہیں ہوتا ہے اور دوسرا حجاب غینی اور یہ جلد اُٹھ جاتا ہے اور اس کا بیان یہ ہی کہ کوئی بندہ ایسا ہو۔ اُس کی ذات اُس کے اور خدا کے درمیان میں حجاب ہو گئی ہو تو ایسی حالت میں حق اور باطل اُس کے نزدیک سب برابر ہی اور ایک ایسا بندہ ہو کہ اُس کے اور خدا کے درمیان اُس کی صفت حجاب ہو اور اُس کی طبیعت ہمیشہ خدا کی معرفت کی طالب ہو اور باطل سے گریز کرے پس حجاب ذاتی کہ جسکو رینی کہتے ہیں ہرگز دور نہیں ہوتا اور رین اور ختم اور طبع ان سب کے ایک معنے ہیں جیسا کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ یعنے ہرگز یہ بات نہیں ہے بلکہ اُن کے دلوں پر زنگار آگئی ہے بسبب اُنکی اعمال کے اسکا حکم ظاہر کر دیا اور پھر فرمایا کہ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ اب اس کا سبب بیان کیا کہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اور صفت کا حجاب کہ جسکو غینی کہتے ہیں ممکن ہی کہ کسی وقت دور ہو جائے اسواسطے کہ ذات کا بدلنا شاذ و نادر ہے اور صفت بدل سکتی ہے چنانچہ غینی میں تبدیل صفت ہے۔ اور مشائخ اس باب میں اس قصہ کو رین و غین کی لطیف اشارات سے فرماتے ہیں یعنے اس کے واسطے یہ اشارات لطیف ہیں چنانچہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلرَّيْنُ مِنْ جُمْلَةِ الْوَطَنَاتِ وَالْغَيْنُ مِنْ جُمْلَةِ الْخَطَرَاتِ یعنے رین وطنوں میں سے ہی اور غین خطرے ہے وطن پائدار رہتا ہے اور خطرہ طاری ہی جیسے ایک پتھر سے آئینہ ہرگز نہیں بن سکتا اگرچہ تمام دنیا کے صیقل کرنیوالے جمع ہو جائیں اور آئینہ جب

زنگ آلودہ ہوجاتا ہی تو اُس کو مصقلہ سے صاف کرسکتے ہیں اس وجہ سی کہ پتھر میں سیاہی اور تاریکی ذاتی ہے اور آئینہ میں روشنائی ہی قاعدہ ہے کہ اصل پایدار رہتی ہے صفت عارضی کو بقا نہیں ہے اُس کا زائل ہونا ممکن ہے تو میں نے یہ کتاب اسواسطے لکھی ہی کہ دلوں کے واسطے صیقل کردے وہ دل جو غین کے حجاب اُن کے رُخ پر پڑے ہوئے ہیں اور یہ کتاب اُن درویشوں کے واسطے نور سینہ ہو تاکہ اس کے پڑہنے کی برکت سے وہ حجاب دور ہوجاوے اور اصل حقیقت کی طرف متوجہ ہوجائیں اور وہ لوگ کہ جن کی ہستی ہیں عجب و پندار بھرا ہوا ہی اور حق سے انکار رکھتے ہیں اور باطل کے مذہب ہیں اُن کو حق کی طرف راہ نہ ملے اور اس کتاب سے اُن کو کچھ فایدہ نہ ہو وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی نِعْمَۃِ الْعِرْفَانِ

چھٹی فصل یہ جو میں نے کہاہے کہ تیرا مقصود معلوم ہوگیا اور تیری غرض کے موافق کلام اس کتاب میں لکھا گیا اس قبول کرنے سے یہ مراد ہے کہ جبتک اُس شخص کو جس کے سامنے سوال پیش کیا گیا ہے سائل کا مقصود معلوم نہ ہوجائے اُسکے سوال کو پورا کیسے کرسکتا ہے ممکن ہی کہ سائل کسی ایسے مشکل امر کا سوال کرے جس کا جواب پوری طور پر نہ دے سکے تو اُس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا اور قاعدہ ہے کہ آدمی جبتک اُس مشکل امر کی پوری طور پر معرفت نہ رکھتا ہوگا اُس کے سوال کو حل نہیں کرسکتا اور یہ جو میں نے کہا ہی کہ تیری غرض کے موافق کلام کتاب میں لکھا گیا یعنے جتنے سوال ہیں اُتنے ہی اُن کے جواب ہیں جب سائل اپنے کل سوالات کے درجات کو خوب جانتا ہوگا پھر بھی جو منتہی ہے اُس کو اُس کی تفصیل کی ضرورت[له] ہوگی اور تیری غرض اللہ تجھکو نیک بخت کرے اس کتاب میں یہی ہی کہ اس کو تفصیل کیساتھ لکھوں اور ایک کتاب بناؤں تیرے سوال کی۔ وباللہ التوفیق۔ اور خدا ہی سے مدد چاہتا ہوں

ساتویں فصل۔ اور یہ جو میں نے کہاہے کہ میں خدائے تعالیٰ سے توفیق ور مدد چاہتا ہوں اس کا مطلب یہ ہی کہ بندہ کا مددگار اور معاون سوائے ذات باری کے اور کوئی نہیں ہے حتے کہ اُس کی نجہ اللہ پر مدد کرے اور اُس کو زیادتی کی توفیق عطا فرماوے اور توفیق کی معنے ہیں

[له] خصوصاً اسکی تعریف واقسام کی تفصیل یعنی عمل کی ضرورت ہوگی ۱۲

موجود کرنا اسباب کا بندہ کی خواہش کے موافق بشرطیکہ وہ خواہش خیر کی ہو اور کتاب اور
سنت توفیق کی صحت وجود پر ناطق ہیں اور تمام امت کا اجماع ہے سوائے گروہ معتزلہ اور
قدریوں کے کہ اس لفظ کو کل معانی سے خالی سمجھتے ہیں اور بعض اس طریقت کے مشائخ نے کہا ہے
کہ اَلتَّوْفِیْقُ ھُوَالْقُدْرَۃُ عَلَی الطَّاعَۃِ عِنْدَ الْاِسْتِعْمَالِ یعنے جب بندہ خدا کا مطیع اور فرمانبردار
ہوتا ہے خدا اس کی قوت اور بڑھا دیتا ہے پہلے زمانہ سے بھی زیادہ اس کی قوت زیادہ ہوجاتی ہے
اور جو کچھ حالات یکے بعد دیگر بدلتے رہتے ہیں سکون اور حرکات بندہ کی سب خدا کے پیدا کئے
ہوئے ہیں پس اس قوت کا نام جس سے بندہ طاعت کرتا ہے توفیق ہے یہ کتاب اس مسئلہ کی
بیان کی جگہ نہیں ہے اسواسطے کہ اس سے مراد اور بات ہے اب پھر میں تیرے مقصود کی طرف
رجوع ہوتا ہوں انشاء اللہ تعالےٰ اور اس سے پہلے کہ کچھ لکھوں تیرے سوال کو بیان کروں
اور آغاز کتاب میں درج کروں۔ صُوْرَۃُ السُّوَالِ۔ سائل نے کہا اور وہ ابوسعید ہے۔ کہ مجھ
کو طریقت تصوف کی تحقیق بتلاؤ اور ان کے مقامات اور ان کے مظاہر اور مقالات کا اظہار
کرو اور ان کے رموز اور اشارات اور خدائے عزوجل کی جو محبت رکھتے ہیں اس کی کیفیت
سے مطلع کرو اور یہ بات کہ خدا کی محبت کا اظہار دلوں پر کیسا ہوتا ہے اور یہ امر کہ عقلوں پر
گناہ کے پردے کیسے پڑ جاتے ہیں اس کی حقیقت اور نفیس چیزوں سے نفرت اور روح کو آرام
بہت اچھی طرح سے اور جو کچھ اس کے متعلقات ہیں ظاہر کرو مسئول جواب دیتا ہے اور
جس سے سوال کیا گیا ہے وہ علی بن عثمان جلابی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جاننا چاہیئے کہ ہماری
زمانہ میں یہ علم حقیقت میں بہت پرانا ہو گیا خصوصاً ہمارے شہروں میں کہ مخلوق سب
حرص و ہوا میں مشغول ہے اور رضا اور تسلیم کے طریقہ سے پھرے ہوئے ہیں اور زمانہ
کے علما اور اس وقت کے دشمنوں کو اس راستہ کی صورت کے برخلاف چانا پڑتا ہے۔
تو اب ایسی چیز کے واسطے ہمت کرنا کہ جو زمانہ والوں کے ہاتھ میں نہ آسکتی ہو سوائے
خدا کی ذات کے کوئی اس کی توفیق نہیں دے سکتا اور تمام اہل ارادت کی مراد اس سے

منقطع ہو جاتی ہے اور تمام اہل معرفت کی معرفت اُس کے وجود سے جُدا ہوتی ہے تمام خلق خاص و عام اُس کی عبارت سے سند لیتے ہیں اور اُس کی حجاب کو دل و جان سے خریدتے ہیں اور پھر تحقیق نہیں رہتی بلکہ تقلید اور پیروی ہو جاتی ہے اور تحقیق اپنے کاموں کو منہ سے چھپا لیتی ہے اور عام لوگ اُس سے سند لیکر کہتے ہیں کہ ہم خدا کو پہچانتے ہیں اور خاص لوگ اُس کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور اپنے دلمیں آرزو رکھتے ہیں اور نفسوں میں محبت اور سینے میں خواہش اسی شغل کی وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ شوق رُویت ہے اور چونکہ اپنے دل میں نیک اندیشہ رکھتے ہیں محبت کی سوزش ہے اور مدعی لوگ جو محض دعویٰ کرتے ہیں کل معنے سے محروم ہیں اور مرید مجاہدہ سے بازرہ کر اپنے وطن معلوم کا نام مشاہدہ رکھتے ہیں اور میں نے اس سے پہلے چند کتابیں اسی باب میں لکھی ہیں وہ ضائع ہو گئیں بعضے جھوٹے مدعیوں نے کچھ باتیں اُن میں سے لیکر خلق اللہ کو شکار کیا اور باتوں کو مٹا دیا جو باتیں اس قسم کی تھیں کہ جن سے طبیعت والے کو حسد کا سامان اور خدا کی نعمت کا انکار ہووے اور دوسرا گروہ اس پر آمادہ ہوا لیکن اُس نے پڑھا اور دوسرے گروہ نے پڑھا لیکن وہ معنے نہ سمجھے اور صرف عبارت ہی پر اکتفا کیا تاکہ لکھ لیں اور یاد کر لیں اور یہ بات کہنے کو ہو جائے کہ ہم علم تصوف اور علم معرفت بیان کرتے ہیں اور یہ لوگ غین کی حالت میں ہیں اور یہ باتیں اس وجہ سے بیان کی گئیں کہ یہ امور مثل کبریت احمر یعنے سُرخ گندھک کے ہیں اور وہ بہت ہی عزیز چیز ہے کہ اگر مل جائے تو کیمیا بنائیں ایک دانگ کی برابر بھی ملجائے تو سیروں تانبا اور کانسا اُس سے سونا ہو جائے حاصل کلام ہر شخص وہ دوا ڈھونڈھتا ہی جو اُس کی درد کے موافق ہو پھر اُس کو سوائے اُسکے اور کچھ نہیں چاہتا جیسا کسی بزرگ نے کہا ہے۔ شعر

كُلُّ مَنْ فِي فُؤَادِهٖ وَجَعٌ يَطْلُبُ شَيْئًا يُوَافِقُ الْوَجَعَا

یعنے جس کے درد کی دوا بہت ہی ادنے سی چیز ہو اُس کو موتی اور مرجان کی ضرورت نہیں ہے کہ خلیشا اور دوا المسک ہی ملا کر دیں اور یہ بات اُس سے زیادہ عزیز ہے کہ

ہر ایک کو اس سے حصہ ہو اور اس سے پہلے اس علم کے جاہل مشایخوں نے کتابوں کا اسی طور پر استعمال کیا ہے جب الٰہی بھیدوں کے خزانے اُن کے ہاتھ آئے اور اسکے معنے سے ناواقف رہے تو جاہل کلاہ دوزوں اور ناپاک جلد بندوں کے ہاتھ میں دیدیئے انہوں نے کلاہوں کے استر اور دیوان ابونواس اور ہزلیات جاحظ کی جلدوں میں ٹھوس دیا یہ بات ظاہر ہے کہ جیسے باز بادشاہ کا کسی بڑھیا کے گھر کی دیوار پر بیٹھ جائے تو اس کے پر و بال کاٹ ڈالتے ہیں۔ خدائے عزوجل نے ہمکو ایسے زمانہ میں پیدا کیا ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں نے ہوا کا نام شریعت رکھا ہے اور جاہ و ریاست اور تکبر کی طلب کو عزت اور علم کہتے تھے اور خلق کی دکھانے کے واسطے عمل کرنے کو خوفِ خدا کہتے ہیں اور اپنے دلمین کینہ پوشیدہ رکھنے کو حلم اور تحمل کہتے ہیں اور مجادلہ کو مناظرہ کہتے ہیں اور محاربت اور سفاہت کو عظمت اور نفاق کو زہد کہتے ہیں اور آرزو کو ارادت کہتے ہیں اور ہذیانِ طبع کو معرفت اور دل کی حرکات کو اور نفس کی حدیث کو محبت اور الحاد اور گمراہی کو فقر اور جحود یعنے بیگانگی کو صفائی اور زندیق ہونے کو فنا اور ترک شریعت کو طریقت کہتے ہیں اور آفت اہل زمانہ کا نام معاملت رکھتے ہیں کیونکہ ارباب معانی اُنکے درمیان چھپ گئے ہیں اور انہوں نے غلبہ پکڑ لیا جیسا کہ پہلے زمانہ میں اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے آل مروان سے مغلوب ہو گئے تھے کیا اچھا فرمایا تھا اہل حقائق کے بادشاہ اور تحقیق و دقائق کے برہان ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اُبْتُلِیْنَا بِزَمَانٍ لَیْسَ فِیْہِ اٰدَابُ الْاِسْلَامِ وَلَا اَخْلَاقُ الْجَاھِلِیَّۃِ وَلَا اَحْکَامُ ذَوِی الْمُرُوَّۃِ یعنی ہم ایسے زمانہ میں پیدا کر کے آزمائے گئے کہ جسمین اسلام کے طریقے نہیں ہیں بلکہ جاہلیت کی عادات ہیں اور نہ اس میں مروت اور مردانگی کے احکام ہیں اور شبلی نے ایک بیت اسی کے موافق بیچ کہی ہے۔ شعر

اَللّٰہِ فِی الدُّنْیَا مُنَاخُ الرَّاکِبِ ۔ فَکُلُّ بَعِیْدِ الْھَمِّ فِیْھَا مُعَذَّبٌ

قسم اللہ کی بیشک دنیا دنیا کی محبت کرنے والے کو آرام کی جگہ ہے اور جو اس سے دور رہنا چاہتا ہے اُس کو عذاب کی جگہ ہے۔

آٹھویں فصل جاننا چاہیئے اللہ تعالے تجھ کو قوت عطا فرمائے کہ میں نے اس عالم کو

خدا کے اسرار کا محل پایا اور مخلوقات کو اس کی امانت اور برقرار رکھی ہوئی اور مثبت چیزوں کو اُس کے لطائف کی جگہ مگر یہ امور اُسکے دوستوں کے حق میں ہیں اور جواہر اور اغراض اور عناصر اور اجرام اور اجسام اور طبائع سب اُسکے اسرار کے حجاب ہیں توحید ہیں ان میں سے کسی ایک کا شامل کرنا شرک ہے تو خداوند تعالےٰ نے اس عالم کو محل حجاب میں رکھا ہے تاکہ ہر ہر متنفس کی طبائع اس عالم میں اُس کے فرمان کے موافق طمانیت حاصل کریں اور اپنے وجود میں خدا کی توحید سے محجوب ہو گئی اور ارواح عالم میں اُس کے مزاج سے مغرور ہو گئیں اور بسبب اُس کی نزدیکی کے اپنے رہائی کے محل سے دور رہیں اسی وجہ سے خدا کے اسرار عقول میں نہیں آسکتی اور خدا کی نزدیکی کے لطائف. ارواح کے حق میں پوشیدہ ہو گئی یہی وجہ ہے کہ آدمی اپنی ہستی کی وجہ سے غفلت کے پردہ میں بیٹھ کر محجوب ہو گیا اور خصوصیت کے محل میں اپنے حجاب سے معیوب جیساکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ بھی فرمایا اور فرمایا اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا یعنے قسم وقت عصر کی کہ بیشک انسان خسارہ میں ہے اور بیشک انسان بڑا ظالم اور جاہل ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خَلَقَ اللّٰہُ الْخَلْقَ فِیْ ظُلْمَۃٍ ثُمَّ اَلْقٰی عَلَیْہِ نُوْرًا یعنے خدا نے خلق کو تاریکی میں پیدا کیا پھر اُس پر نور ڈالا۔ پس یہ حجاب اُس کو اس عالم میں اُس کا مزاج واقع ہوا ہے چونکہ طبائع اُس کیساتھ متعلق ہیں اور عقل اُس میں تصرف کرتی ہے اس لئے کہ جہالت کی وجہ سے مجبور ہو کر اسی کام کو کافی اور وافی سمجھتا ہے اور اپنے حجاب کو کہ جو حق کی طرف سے پڑا ہوا ہے دل و جان سے خرید رہا ہے اور سمجھ رہا ہے کہ کشف کے جمال سے بے خبر ہے اور خدا کے اسرار کی تحقیق سے اعراض کرنے والا ہے اور چھارپایوں کی طرح ایک جگہ پر پڑا ہوا آرام کرتا ہے اور اپنی نجات کی جگہ سے بھاگا ہوا ہے توحید کی بُو تک بھی نہ سونگھی اور جمال احدیت نہ دیکھا توحید کا مزا کبھی نہ چکھا اور آلودگی کی وجہ سے مشاہدہ نہ کرسکا اور دنیا کی حرص میں خدا کی معرفت کو نہ حاصل کرسکا اور تیرے

نفس حیوانی نے بے حیات ربانی کی ناطقہ کو مقہور کر دیا اس لئے کہ اس کی حرکات اور طلب سب حیوانیت کے نصیب میں منفرد ہو گئیں یعنی حیوانیت غالب ہی اور سوائے کھانے اور سونے اور نفس کے شہوات کے تابع ہونیکے اور کچھ نہیں جانتا خدا تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو ان سب باتوں سے منزہ اور مبرا کر دیا اور فرمایا ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ یعنی ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دے کہ کھائیں اور نفع اُٹھائیں اور ان کو ان کی امید غفلت میں ڈالتی ہی عنقریب جان جائیں گے جو کچھ ان کی طبیعت کی بادشاہ نے انپر خدا کے اسرار چھپائے تھے اور بجائے عنایت اور توفیق کے ان کے حق میں گمراہی اور حرمان رکھا تاکہ سب نفس امارہ بسور (یعنے وہ نفس جو بُرائی کی طرف رغبت پیدا کرتا ہے) کے تابع ہو گئے کہ وہ بہت بڑا حجاب ہی اور شرارت اور فساد کا سرچشمہ ہی جیسا کہ خدا فرماتا ہے اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ یعنی نفس بیشک بُرائی کی طرف مائل کرتا ہے اور رجحان دلاتا ہے اب میں شروع کرتا ہوں اور بیتری مقصود کو مقامات اور حجب میں ظاہر کرتا ہوں اور بہت ہی خوش بیانی سے اُس کو شرح و بسط سے تقریر کروں اور اہل صنائع کی عبارات کی شرح لکھوں اور کل مشائخ کا کلام بھی اُس میں ملا دوں اور کچھ حکایات بھی بیان کر کہ تیری ہی مدد کروں تاکہ تیری مراد برآئے اور علمائے ظاہر وغیرہ نے جو اس میں غور نہیں کیا ہے وہ بھی جان جائیں کہ تصوف کے طریقہ میں قول اصل ہی اور فرع اُس کے نتائج حسنہ اور اس کے سب مشائخ اہل علم ہوئے ہیں اور اپنے سب مریدوں کو اس علم کی تعلیم کے وہی باعث ہوئے ہیں اور اس پر ہمیشہ عمل کرنے پر حریص ہونیکے واسطے بہت کوششیں کی ہیں۔ اور کھیل اور کود کا اتباع ہرگز نہ کیا اور لغویات کی طرف میل نہ کیا ہی اور بہت سے مشائخ طریقت کے علما نے اس باب میں کتابیں تصنیف کی ہیں اور نہایت دلچسپ اور رنگین عبارات میں اپنی طبیعت سے دلائل قائم کئے ہیں۔ وباللہ التوفیق

باب اوّل علم ثابت کرنے کے بیان میں

اللہ تعالے نے علما کی صفت میں فرمایا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا بیشک خدا سے ڈرتے وہی ہیں اُسکے بندوں سے جن کو علم ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ یعنی ہر مسلمان مرد اور عورت پر علم پڑھنا اور سیکھنا فرض ہے اور یہ بھی فرمایا ہے اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ کَانَ بِالصِّیْنِ یعنی علم کو طلب کرو اگرچہ چین میں ہو جاننا چاہیئے کہ علم تو بہت ہے اور عمر تھوڑی ہے تمام علوم کا سیکھنا آدمیوں پر فرض نہیں ہے جیسے علم نجوم اور علم طب اور علم حساب اور عمدہ عمدہ صناعتیں اور جو کچھ اس کی مثل ہیں مگر ان میں سے اتنا سیکھ لینا چاہیئے کہ جتنے کی شریعت میں ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے نجوم سے اوقات کا پہچاننا رات کے وقت صرف اتنا سیکھ لے اور اسی طرح طب بقدر ضرورت اور حساب فرائض کے واسطے اور عدت کی مدت کا حساب لگانے کے واسطے اور جو اس کی مثل ہیں پس علم جو فرض ہیں اس قدر ہیں کہ جن سے عمل درست رہے جن کی خدا ے تعالے نے بُرائی کی ہے کہ بے نفع کا علم سیکھتے ہیں جیسا کہ فرمایا خدا نے وَیَتَعَلَّمُوْنَ مَا یَضُرُّھُمْ وَلَا یَنْفَعُھُمْ یعنے وہ سیکھتے ہیں جو اُن کو نقصان پہنچاوے کچھ نفع نہ دے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے اور فرمایا ہے اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ یعنی اے خدا میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے ایسے علم سے جو کچھ نفع نہ دے۔ جب علم تھوڑا اُس پر بخوبی عمل نہیں کرسکتا یعنے بخوبی واقفیت ہونا چاہیے اور علم کیساتھ عمل ضرور ہونا چاہیئے جیسا کہ فرمایا رسول صلعم خدا نے اَلْمُتَعَبِّدُ بِلَا فِقْہٍ کَالْحِمَارِ فِی الطَّاحُوْنَۃِ یعنی جو لوگ کہ بے فقہ کی عبادت کرتے ہیں اُن کی مثل ایسی ہی جیسے چکی میں ایک گدھا جوتا ہوا ہے کہ تمام دن گردش کرتا ہی مگر وہیں کا وہیں ہے اور کوئی راستہ اُس کو نہیں ملتا اور عام آدمیوں سے میں نے ایک گروہ کو دیکھا ہے کہ علم کو عمل پر ترجیح دیتے ہیں اور یہ دونوں

باتیں غلط ہیں اسواسطے کہ عمل بغیر علم کے وہ عمل ہی نہیں ہو جتنے کہ بندہ اُس سے ثواب کا مستوجب ہو جیسے نماز کہ جبتک پہلے اس کے طہارت کے ارکان کا علم نہ ہو اور پانی کی پہچان اور قبلہ کا علم اور نیت کی کیفیت کا علم اور اُس کے ارکان کا علم نہ ہو نماز نہ ہو گی جب عمل علم کے جاننے سے صحیح ہوتا ہے تو اُس کے نہ جاننے والے کو اس سے کیسے جدا کرے اور جو لوگ کہ علم کو عمل پر ترجیح دیتے ہیں یہ بھی محال ہو کہ بے علم کے عمل ہی نہیں ہو جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔ جو عالم کہ بے عمل ہو اُس کو علمائے سے خارج کر دیا کہ اس وجہ سے کہ سیکھنا اور یاد کرنا ان سب امور کا یہ بھی تو عمل ہو اور اسی وجہ سے بندہ کو اُس کا ثواب ملتا ہو اور اگر عالم کا علم اُس کے فعل اور کسب سے نہ ہوتا تو اُس کو کچھ ثواب نہ ملتا اور یہ بات دو گروہ کہتے ہیں ایک وہ لوگ جو علم کو مخلوق کی جاہ اور مرتبہ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ مرتبہ علم ہی کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے اور وہ اس قسم کا معاملہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں چونکہ اُن کو علم کی تحقیق نہیں ہو اس وجہ سے عمل بھی نہیں کر سکتے تو وہ نہ علم جانتے ہیں نہ عمل اس سلئے ایک جاہل کہتا ہو کہ قال نہیں چاہیئے حال کا کام ہو اور دوسرا کہتا ہو کہ عمل چاہیئے علم کی ضرورت نہیں ہو اور حضرت ابراہیم ادہم رضی اللہ عنہ سے روایت ہو آپ فرماتے ہیں کہ میں نے راستہ میں ایک پتھر پڑا ہوا دیکھا اُس پر یہ لکھا تھا کہ مجھ کو پلٹ اور پڑھ پس اُس کو میں نے پلٹا اُس پر یہ لکھا تھا کہ أَنْتَ لَا تَعْمَلُ بِمَا تَعْلَمُ فَكَيْفَ تَطْلُبُ مَا لَا تَعْلَمُ۔ تو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا ہو تو یہ بات مشکل ہو کہ ایک نامعلوم چیز کو تلاش کرے یعنے جتنا تو جانتا ہو اُس پہ پہلے عمل کرتا کہ اُس نامعلوم چیز کو بھی حاصل کر سکے اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ هِمَّةُ الْعُلَمَاءِ الدِّرَايَةُ وَهِمَّةُ السُّفَهَاءِ الرِّوَايَةُ یعنی عالموں کا ارادہ دانائی اور عقل کی طرف ہوتا ہو یعنے عقل سے کام لیتے ہیں اور جاہل لوگ روایت پر عمل کرتے ہیں اس وجہ سے کہ جاہل لوگ عالموں سے جُدا رہتے ہیں اور علم سے دنیا کی عزت و جاہ حاصل کر لیتے ہیں وہ عالم نہیں ہو کہ دنیا کی جاہ اور دنیا کی عزت علم کے

ذریعہ سے حاصل کرے اور علم کے مرتبہ سے بڑھ کر کوئی ایسا مرتبہ نہیں ہی کہ اگر وہ نہ ہو تو خدا کو نہ پہچان سکے اور جب علم ہوتا ہے تو آدمی تمام مراتب اور درجات کے قابل ہوتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

فصل پہلی

جاننا چاہیئے کہ علم دو قسم کا ہے ایک خدائے تعالی کا علم اور دوسرا مخلوق کا علم بندہ کا علم خدا کے علم کے سامنے محض ہیچ اور بے حقیقت ہی اس واسطے کہ خدا کا علم اُس کی صفت ہی اور اُسی کے ساتھ قایم ہی اور اُس کے اوصاف کی کچھ انتہا نہیں ہی اور ہمارا علم ہماری صفت ہی جو ہمارے ساتھ قایم ہے ہمارے اوصاف متناہی ہیں چنانچہ خدائے تعالے فرماتا ہے۔ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا یعنے تم کو تھوڑا سا علم دیا گیا ہے اور سب علم میں صفات من قبیل المدح ہیں اور اُس کی تعریف معلوم کا احاطہ کرنا اور سب سے بہتر اُس کی تعریف یہ ہی کہ اَلْعِلْمُ صِفَۃٌ یَصِیْرُ الْجَاھِلُ بِھَا عَالِمًا یعنی علم ایک ایسی صفت ہی کہ جاہل اُس سے عالم ہو جاتا ہے اور پھر خدا فرماتا ہی وَاللّٰہُ مُحِیْطٌ بِالْکٰفِرِیْنَ اور پھر فرمایا وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اور اُس کا علم ایک ہی علم ہی کہ جس سے تمام موجودات اور معدومات کو جانتا ہی اور خلق کو اُس علم میں کچھ شرکت نہیں ہی اور نہ اُس کے علم کی کچھ اجزا اور ٹکڑے ہیں اور نہ وہ اُس سے جُدا ہی اور اُس کے علم کی دلیل یہ ہی کہ اُس کے سب کام ترتیب کیساتھ ہیں قاعدہ ہی کہ ہر کام فاعل کے علم کے موافق ہوا کرتا ہے پس خدا کا علم اسرار کے ساتھ ہی اور ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئی ہونا اُس کا ظاہر ہی تو طالب کو چاہئے کہ اعمال اُس کے مشاہدہ کے سامنے کرے جس طرح کہ وہ جانتا ہے کہ خدا سب افعال کا بینا ہے۔

حکایت بیان کرتے ہیں کہ بصرہ میں ایک رئیس تھا اور وہ اپنے باغ کو جایا کرتا تھا اتفاق سے ایک روز ایک عورت پر جو اُس کے باغبان کی تھی اُس کی آنکھ پڑ گئی اور

اُس پر عاشق ہو گیا اُس کو اپنے پاس خلوت میں بٹھایا اور اُس کے مرد کو کسی کام کو بھیجدیا
عورت سے کہا سب دروازے بند کر دے اُس نے کہا میں نے سب دروازے بند
کر دئے مگر ایک دروازہ نہ بند کر سکی اُس نے پوچھا وہ کونسا دروازہ ہے کہا وہ دروازہ
جو ہمارے اور خدا کے درمیان ہے مرد پشیمان ہوا اور توبہ کی۔

حاتم الاصم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے چار علم اختیار کیئے اور تمام دنیا کے علوم
میں فارغ ہو گیا لوگوں نے پوچھا وہ کون کون علوم ہیں جواب دیا کہ پہلا علم یہ ہی کہ میں
جانتا ہوں کہ خدا نے جو کچھ رزق میری قسمت میں لکھدیا ہی اُس سے کم اور زیادہ نہیں ہوسکتا
چاہے کتنا ہی میں طلب میں کوشش کروں، دوسری یہ کہ میں جانتا ہوں کہ خدا کا مجھ
پر حق ہے کہ اُس حق کو سوائے میرے دوسرا ادا نہیں کر سکتا پس میں بہی اُس کے ادا
کرنے میں مشغول ہوا تیسرے یہ کہ میں جانتا ہوں کہ میرا ایک طالب ہی یعنے موت کہ
اُس سے بھاگ نہیں سکتا اور اُس کو میں نے پہچان لیا ہے چوتھے یہ کہ میں جانتا ہوں
کہ میرا ایک خداوند ہے وہ میرے سب بھیدوں سے واقف ہی اور جو کچھ میں کرتا ہوں
وہ سب دیکھتا ہے اور جانتا ہے مجھ کو اُس کے سامنے ناکردنی باتوں سے شرم آتی ہے اور
اُن سے باز رہتا ہوں اور جب بندہ یہ بات یقین کی رو سے جان جایئگا کہ میرا خدا
مجھ کو دیکھ رہا ہے تو ہرگز ایسا کام نہ کریگا جس سے اُس کو خدا کے سامنے قیامت کے
روز شرمندہ ہونا پڑے +

فصل دوسری

لیکن بندہ کا علم چاہیئے کہ خدا کے کاموں میں اور اُس کی معرفت کے متعلق ہو اور بندہ
پر یہ فرض ہے کہ اس کو وقت کا علم ہونا چاہیئے یعنے ایسا علم جو وقت کے مصلحت کے
بموجب ہو اور وقت پر کام آوے اور ظاہر و باطن میں نفع دے اور وہ ۲ قسم پر ہے

ایک قسمت اصول دوسرے قسمت فروع اصول کا ظاہر یہ ہی کہ زبان سے کلمہ شہادت پڑھے اور اُس کا باطن یہ ہی کہ معرفت کی تحقیق کرے۔ اور فروع کا ظاہر یہ ہی کہ معاملہ اختیار کرے اور اُس کا باطن یہ ہی کہ نیت صحیح رکھے اور ان میں سے ہر ایک کا قائم رکھنا دوسرے کے واسطے محال ہی ظاہر بے حقیقت باطن کے نفاق ہی اور باطن بغیر ظاہر کے زندقہ اور ظاہر بیں شریعت کا پابند رہنا بے باطن کے نقصان ہی اور باطن بغیر ظاہر کے ہوس ہی پس علم حقیقت کے تین رکن ہیں ایک خداوند تعالیٰ کی ذات اور اُس کی وحدانیت کا علم اور اُس کی مثل اور مثال کی نفی اور دوسری خداوند تعالےٰ کی صفات کا اور احکام کا علم اور تیسری اُسکے افعال اور اُسکی حکمت کا علم۔

فصل تیسری

اور علم شریعت کے بھی تین رکن ہیں ایک کتاب اور دوسری سنت اور تیسری اجماع امت اور اُس کی علم پر اور اُس کی ذات وصفات ثابت کرنے پر اور اُس کے افعال ثابت کرنے پر اُس کا قول دلیل ہے فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنے جان کہ کوئی معبود نہیں ہے سوائے خدا کے۔ اور یہ بھی فرمایا وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰکُمْ اور پھر فرمایا اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ اور پھر فرمایا اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ یعنے تم نہیں دیکھتے اونٹ کی طرف کہ اُس کو کیسے پیدا کیا گیا اور اُس کی مثل بہت آیتیں ہیں کہ سب خدا کے افعال پر نظر کرنے کے واسطے دلائل ہیں تاکہ اُن سے فاعل کی صفات کو پہچانا جائے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مَنْ عَلِمَ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی رَبُّہٗ وَاَنِّیْ نَبِیُّہٗ حَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَحْمَہٗ وَدَمَہٗ عَلَی النَّارِ یعنی جس نے یہ یقین کر لیا کہ خدائے تعالیٰ اُس کا رب ہی اور میں اُسکا نبی ہوں اللہ تعالیٰ اُسنے اُس کے گوشت اور خون کو آگ پر حرام کر دیا۔ لیکن خدا کی ذات کے علم کے واسطے یہ شرط ہے کہ جو شخص عاقل اور بالغ ہی وہ جان لے کہ حق تعالیٰ موجود ہے اور ہمیشہ سے ہی اور نہ کوئی اُس کے واسطے حد ہی نہ وہ کسی مکان میں ہی نہ جہت میں اور نہ اُس کی ذات سے کوئی آفت ہی نہ مخلوق سے کوئی اُس کا مثل

و مانند ہے نہ اُس کی بی بی بچے ہیں۔ جو کچھ تیرے وہم میں آتا ہی اور تیری عقل اُس کا اندازہ کرتی ہے وہ سب اُسی کا پیدا کیا ہوا ہی اور وہی اُس کا قائم رکھنے والا اور پروردگار ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ یعنی خدا بے مثل اور بے مانند ہی اُس کے مشابہ کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سب چیزوں کو سنتا اور دیکھتا ہی لیکن اُس کی صفات کا علم یہ ہے کہ پہلے تو یہ سمجھ لے کہ اُس کی صفات ہیں اور وہ صفات اُسی کے ساتھ قائم ہیں اور وہ نہ اُس کی ذات ہیں نہ اُس کی ذات کے جزو اور ہمیشہ ہیں جیسے علم ایک صفت ہی یعنے وہ عالم ہے ہر چیز کو جانتا ہے قدرت ہی حیات ہی ارادہ ہے سمع ہے بصر ہے کلام ہے بقا ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اور یہ بھی فرمایا ہی وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور یہ بھی فرمایا ہے وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ اور پھر فرمایا ہی فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ اور پھر فرمایا هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اور پھر فرمایا قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ لیکن اُس کے افعال ثابت کرنیکا علم یہ ہی کہ تو یہ بات جان لے کہ خداوند تعالے تمام خلق کا پیدا کرنے والا ہی اور علیٰ ہذا القیاس ان کے افعال کا بھی پیدا کرنے والا ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ یعنی خدا نے تمکو اور تمہارے افعال کو پیدا کیا ہی جو عالم کہ معدوم تھا اُسی کے فعل سے موجود ہوا خیر اور شر اور نفع اور نقصان سب کا پیدا کرنے والا وہی ہی جیسا کہ فرماتا ہے اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ یعنے خدا نے سب چیز کو پیدا کیا ہے اور شریعت کے احکام ثابت کرنے کی دلیل یہ ہی کہ تو یہ بات جان لے کہ خدا نے رسولوں کو ہمارے واسطے بھیجا اور اُنہوں نے معجزات خلاف عادات دکھائے۔ اور ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے رسول ہیں اور آپ کے معجزات بہت ہیں اور آپ نے جو کچھ ہمکو خبریں غیب اور ظہور کی دی ہیں سب سچ ہیں۔ پہلا رکن شریعت میں کتاب ہی جیسا کہ خدائے تعالے فرماتا ہے مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ یعنے قرآن مجید میں آیات محکمات ہیں کہ وہ اصل کتاب ہیں اور دوسرا

رکن سنت ہی جیسا کہ فرمایا مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ یعنے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اُس پر عمل کرو اور جس بات کو منع فرمایا ہے اُس سے بچو اور تیسرا رکن اجماع اُمت ہی جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَا یَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ عَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ یعنے میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوتی ہے اختیار کرو سواد اعظم کو۔ اور سب احکام میں حقیقت بہت ہی اگر کوئی چاہئے کہ سب کو جمع کرے نہیں کرسکتا اس واسطے کہ خدا کی لطائف کی کوئی انتہا نہیں ہے

فصل چوتھی

جاننا چاہیئے کہ ایک ملحدوں کا گروہ ہی خدا اُن پر لعنت کرے کہ اُن کا لقب سوفسطائی ہی اور اُن کا مذہب یہ ہی کہ وہ کہتے ہیں کہ کسی چیز کا علم درست ہو نہیں سکتا بلکہ علم خود کوئی چیز نہیں ہے ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ اس بات کی عقل جو تم میں ہی کہ تم یہ بات جانتے ہو کہ کسی چیز کا علم درست ہی نہیں ہی اور کسی چیز کا علم ہو ہی نہیں سکتا یہ درست ہے یا نہیں اگر کہو گے کہ درست ہی تو علم انہیں کی زبان سے ثابت ہو گیا اور اگر کہو گے کہ درست نہیں ہے تو اُس میں معارضہ کرنا محال بات ہے اور ایسے شخص سے بات کرنا خلاف عقل ہی اور جو ملحدوں کا گروہ اس طریقت سے تعلق رکھتا ہی وہ یہی کہتا ہے کہ ہمارا علم کسی چیز کے ساتھ درست نہیں ہی پس ہم کو بالکل علم کا ترک کر دینا اُس کے ثابت کرنے سے بہتر ہے اور یہ بات ان کی محض حماقت اور جہالت سے ہی اس واسطے کہ علم کا ترک کر دینا دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا کوئی علم حاصل کریگا یا جہل پس علم علم کی نفی نہیں کرسکتا۔ اور اُس کے خلاف نہیں ہو سکتا اور علم سے علم کا ترک کر دینا محال ہے اس لئے کہ جہل رہجائیگا اور جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ علم کی نفی جہل ہے اور اُس کی ترک سے جاہل ہو جائے گا

اور جاہل بُرا ہوتا ہے اور جہل کفر اور باطل کا موجب ہے اس واسطے کہ حق کو جہل سے کچھ تعلق نہیں ہے اور یہ سب مشائخ کے خلاف ہے اور جب اس بات کو سب آدمیوں نے سُنا اور اختیار کیا کہا کہ سب کا مذہب اہل تصوف کا نہیں ہے اور سب کی یہ روش نہیں ہے یہاں تک کہ اُن کا اعتقاد پریشان ہو گیا اور حق اور باطل کو ایک دوسرے سے تمیز نہ کر سکے اور ہم نے آج سب کو خدا کے سپرد کر دیا تاکہ وہ لوگ اپنی گمراہی میں مبتلا رہیں اگر دین ان کے گریبان کو پکڑتا تو وہ بہت اچھی طرح تصرف کرتے اور رعایت کے حکم کو نہ چھوڑتے اور خدا کے دوستوں کی طرف اس آنکھ سے نہ دیکھتے اور اپنے زمانہ کی احتیاط بہت خوبی کے ساتھ کرتے اگر ملحدوں میں سے کسی قوم نے ان لوگوں کیساتھ تعلق کیا ہے تو ان کے جمال کی برکت سے اپنی آفتوں سے نجات پائی ہے اور ان کے عدل کے سایہ میں اپنی زندگی بسر کرتے رہے ہیں تو یہ نہ چاہئے کہ سب کو ایک حال پر قیاس کریں اور ان کے معاملہ میں دھاندلی اور زبردستی کریں اور ان کی قدر کو نہایت ہی گرا دیں اور مصنف کہتا ہے کہ مجھکو ایک بار ایک شخص سے جو اپنے کو اس علم کے خوب جاننے والوں سے کہتا تھا اور غرور کا نام عزت علم رکھا تھا اور نفس کے اتباع کا نام رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کہتا تھا اور شیطان کی موافقت کا نام اماموں کی عادت رکھا تھا مناظرہ ہوا۔ اثنا مناظرہ میں اُس نے کہا کہ ملحدوں سے بارہ گروہ ہیں ایک گروہ اُن میں سے متصوفہ کا ہے میں نے کہا کہ ایک گروہ ان میں ہے تو گیارہ گروہ تم میں ہیں اور یہ لوگ اپنی حفاظت اُس ایک گروہ سے بہت اچھی طرح سے کر سکتے ہیں تم گیارہ گروہ سے اتنی نہیں کر سکتے لیکن یہ سب باتیں زمانہ کی فطرتیں اور آفتیں ہیں اور خدائے تعالےٰ نے اپنے دوستوں کو ہمیشہ قوم کے اندر پوشیدہ رکھا ہے اور اُس قوم کو انہیں کی وجہ سے خلق میں رکھا ہے اور بہت اچھا کہا ہے اُس پیر پیران اور آفتاب مریدان علی بن صیرفی رحمۃ اللہ علیہ نے فَسَادُ الْقُلُوْبِ عَلٰی حَسَبِ فَسَادِ الزَّمَانِ وَاَھْلِہٖ یعنے دلوں کا خراب

ہونا اہل زمانہ کی خرابی ہونے کے موافق ہے اب ہم ایک فصل ان کے اقوال کی لکھتے ہیں۔ تاکہ لوگ جان جائیں کہ خدا کے کام میں اُس کی طرف سے جبتک عنایت نہ ہو کچھ نہیں ہوسکتا۔ گو ایک گروہ اسکا منکر ہی لہذا اُس کی تنبیہ کے واسطے اس جگہ ہم علوم کی قسمیں بیان کرتے ہیں۔

فصل پانچویں

پس اے طالب صادق۔ محمد بن فضل بلخی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ علم کی تین قسمین ہیں یعنے ایک علم خدا کی طرف سے ہی اور دوسرا علم خدا کے ساتھ ہے اور تیسرا علم خدا کی معرفت ہے کہ جو تمام انبیاء اور اولیاء کو حاصل ہے پس جبتک یہ علم حاصل نہیں ہوتا ہے اُسوقت تک کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے اس وجہ سے کہ حاصل ہونیکے اسباب جسقدر بھی ہیں وہ سب خدائے تعالیٰ کی ذات سے علیحدہ ہیں اور بندہ کا علم خدا کی معرفت کا سبب نہیں ہوسکتا بلکہ اُس کی معرفت کا سبب اُسی کی ہدایت اور توفیق ہے۔ اور خدا کی طرف سے جو علم ہے اُس کا نام شریعت ہے اس واسطے کہ وہ ہم کو خدا کی طرف سے حکم اور ہمپر تکلیف ہے اور خدا کے ساتھ جو علم ہے وہ علم مقامات اور طریق حق اور اولیاء کے درجات کا بیان ہے۔ پس معرفت بغیر پابندی شریعت کے حاصل نہیں ہوسکتی اور شریعت کی پابندی بغیر اظہار مقامات ٹھیک نہیں ہی حضرت ابو علی ثقفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اَلْعِلْمُ حَیَاۃُ الْقَلْبِ مِنَ الْجَھْلِ وَ نُوْرُ الْعَیْنِ مِنَ الظُّلْمَۃِ یعنے علم دل کو جہالت کی موت سے زندہ کردیتا ہے اور کفر کے اندھیرے سے ایمان اور یقین کی آنکھ میں نور دیتا ہی پس جس شخص کو معرفت کا علم نہیں ہی اُس کا دل جہالت کے سبب سے مُردہ ہی اور جس شخص کو علم شریعت نہیں ہی اُس کا دل نادانی کے مرض میں گرفتار ہے پس اے طالب صادق۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار مردہ دل ہیں کہ جو خداوند تعالیٰ کو نہیں جانتے ہیں اور غافلوں کا

دل مثل بیمار کے ہوتا ہے اس واسطے کہ وہ اُسکے احکام کو نہیں جانتے ان لوگوں کی بابت حضرت ابوبکر وراق ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں مَنِ اکْتَفیٰ بِالْکَلَامِ مِنَ الْعِلْمِ دُوْنَ الزُّھْدِ فَقَدْ تَزَنْدَقَ وَمَنِ اکْتَفیٰ بِالْفِقْہِ دُوْنَ الْوَرَعِ فَقَدْ تَفَسَّقَ یعنی جس شخص نے علم توحید کی صرف عبارت پر اکتفا کیا اور اُسکی حقیقت سے روگردانی کی پس وہ زندیق ہوگیا اور جس شخص نے صرف علم فقہ پر اکتفا کی پرہیزگاری کی پروا نہ کی وہ فاسق ہوگیا۔ اس سے حضرت ابوبکر علیہ الرحمہ کی یہ مراد ہے کہ بغیر معاملہ اور مجاہدہ تجرید کے توحید جبر ہے اور موحد کو اپنے قول میں جبری اور فعل میں قدری ہونا چاہیئے تاکہ اُس کی روش مقام جبر و قدر میں درست رہے اور یہ بات اُس کی حقیقت سے ہے کہ جو اُس پیر علیہ الرحمہ نے کہی ہے اَلتَّوْحِیْدُ دُوْنَ الْجَبْرِ وَفَوْقَ الْقَدْرِ یعنی توحید جبر سے کم ہے اور قدر سے زیادہ ہے پس اے طالب صادق۔ جو شخص کہ علم توحید کی صرف عبارت ہی پر اکتفا کرے اور اُس کے معانی کی طرف غور نہ کرے اور اُس کے خلاف جو امور ہیں اُس سے روگردانی نہ کرے تو وہ زندیق ہے لیکن فقہ کے واسطے یہ شرط ہے کہ تقویٰ اختیار کرے پس جو شخص کہ علم فقہ اور شریعت پر بغیر پرہیزگاری کے اکتفا کرے اور رخصت اور تاویلات اور تعلق اور شبہات میں پڑے اور بغیر مذہب اختیار کئے ہوئے علمائے مجتہدین کے پاس جائے محض اس غرض سے کہ مسائل میں کچھ آسانی ہو جائے تو عنقریب وہ فاسق ہو جائیگا۔ اور یہ سب باتیں غفلت سے پیدا ہوتی ہیں اس کے واسطے شیخ المشائخ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اِجْتَنِبْ صُحْبَۃَ ثَلٰثَۃِ اَصْنَافٍ مِّنَ النَّاسِ الْعُلَمَاءِ الْغَافِلِیْنَ وَالْفُقَرَاءِ الْمُدَاھِنِیْنَ وَالْمُتَصَوِّفَۃِ الْجَاھِلِیْنَ یعنے تین قسم کے آدمیوں کی صحبت سے ہمیشہ بچنا چاہیئے ایک غافل عالم سے دوسرے مکار فقیر سے تیسرے جاہل صوفی سے۔ پس اے صادق طالب۔ غافل علما وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے اپنے دل کا قبلہ دنیا کو بنایا ہے اور شریعت سے آسان آسان باتوں کو اختیار کر لیا ہے اور ظالموں اور بادشاہوں کی

پرستش میں رات دن مصروف رہتے ہیں اور اُن کی درگاہ کا طواف کرتے ہیں اور خلق کی جاہ اور منصب کو اپنی سجدہ گاہ بنایا ہے اور اپنی عقلمندی اور زیرکی پر فریفتہ ہوکر ایسے از خود رفتہ ہیں کہ اماموں اور استادوں پر طعن اور تشنیع کرتے ہیں اور بندگان دین پر غصہ ہوتے ہیں بلکہ اُن پر حد سے زیادہ جو چاہتے ہیں فرماتے ہیں اور جسوقت وہ کچھ کہتے ہیں تو اُس وقت اُن کی یہ حالت ہوتی ہو کہ اگر دونوں جہان اُن کے ترازو کے پلہ میں رکھے جائیں تب بھی برابر نہ ہوسکیں اور حسد اور کینہ کو اپنا مذہب قرار دے رکھا ہے اور سب میں یہ سب علم نہیں ہوتا ہے بلکہ علم ایک ایسی صفت ہو کہ جہل کی سب قسمیں اُسکے موصوف سے دور ہوتی ہیں۔ اور مداہن اور مختار فقرا سے وہ لوگ مراد ہیں کہ کوئی شخص اُن کی خواہش کے موافق کوئی کام کرلے اگرچہ وہ باطل ہو لیکن اُن کی تعریف ہو اور جب کوئی اُن کی خواہش کے خلاف کوئی کام کرے اگرچہ وہ حق ہو مگر وہ اُسکی برائی کریں اور خلق سے جن کی یہ طمع ہو کہ لوگ تمہاری عزت اور اقتدار کریں بلکہ باطل بات پر خلق کی طرف داری پس ایسے فقیر کی صحبت سم قاتل ہو لوگوں کو پرہیز چاہیئے۔ اور جاہل صوفی وہ ہو کہ کسی پیر کی صحبت میں نہ رہا ہو اور کسی بزرگ سے ادب نہ سیکھا ہو اور طریقہ رشد و ارشاد سے ناواقف ہو بلکہ اپنے کو خلق میں صوفی مشہور کر دیا ہو اور زمانہ کی کسی بلا میں کبھی مبتلا نہ ہوا ہو اور اندھے ہونیکی وجہ سے نیلگوں لباس پہن لیا ہو اور بے حرمتی سے انبساط کے طریقہ کو اختیار کر لیا ہو اور اہل اللہ کی صحبت سے بچتا ہو اور اپنی حماقت سے یہ خیال کرتا ہو کہ یہ سب بھی میری مثل ہیں اور ان وجوہات سے اُس کو حق و باطل کا تمیز نہ ہوسکتا ہو۔

پس ان تین گروہ سے اجتناب لازم ہے جیسا کہ پیر طریقت نے ارشاد فرمایا ہے اس وجہ سے کہ یہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں اور اپنی رفتار میں ناقص ہیں۔ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں عَمِلْتُ فِی الْمُجَاهَدَةِ ثَلٰثِیْنَ سَنَةً فَمَا وَجَدْتُ

شَیْئًا اَشَدَّ عَلَیَّ مِنَ الْعِلْمِ وَمُتَابَعَتِہٖ یعنے میں نے تیس برس مجاہدہ کیا مجھپر کوئی چیز علم سے اور اُسکے اتباع سے زیادہ سخت اور مشکل نہ تھی اور سب باتوں میں آگ پر قدم رکھنا مجھ کو آسان معلوم ہوتا تھا بمقابلہ اتباع علم کے اور جاہل کو پُل صراط پر ہزار مرتبہ گذرنا آسان معلوم ہوتا ہے ایک مسئلہ علم کے سیکھنے سے اور فاسق آدمی کو ایک علم کے مسئلہ پر عمل کرنیسے دوزخ میں جانا سہل معلوم ہوتا ہے تو اُس سے معلوم ہوا کہ علم سیکھنا چاہیئے اور اُس میں کمال حاصل کرنا چاہیئے میں کہتا ہوں کہ بندہ کو کتنا ہی علم ہو مگر وہ خدا کے علم سے جاہل ہے پس اے طالب تجھکو یہ بات جاننا چاہیئے کہ باوجود علم کے جاہل ہوں اور یہ بات حقیقت یوں ہو کہ بندہ سوائے علم بندگی کے اور کچھ نہیں جانتا ہے اور بندگی بہت بڑا حجاب خدا کی طرف سے ہے چنانچہ اسی باب میں کہا گیا ہے اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ۔ وَالْوَقْفُ فِیْ طُرُقِ الْاَخْیَارِ اِشْرَاکٌ یعنی خدا کی حقیقت دریافت کرنے سے عاجز ہونا یہی اس کی حقیقت کا دریافت کرنا ہے۔ پس جو شخص اپنی جہالت پر ہٹ اور ضد کرتا ہے اور علم نہ سیکھے تو وہ مشرک ہے اور جو شخص علم سیکھے اور اُس کے کمال کی حالت میں اُس کو کچھ معنے ظاہر ہوں اور علم کا غرور اُسکے دماغ سے جاتا رہے اور یہ یقین کرلے کہ اُسکے علم سے نتیجہ سوائے عاجز ہونیکے اور کچھ نہیں ہے اس واسطے کہ تسمیات یعنی یہ جو چیزوں کے نام رکھ دیئے ہیں ان کو خدا کی ذات میں کوئی تاثیر نہیں ہے یعنے دریافت علم سے عاجز ہونا یہی تحصیل علم ہے۔

باب دوم فی المقام الفقر اس میں تین فصلیں ہیں

پہلی فصل

پس اے طالب صادق جاننا چاہیئے کہ درویشی کا مرتبہ خدا کے نزدیک بہت بڑا ہے

اور درویشوں کو بھی بڑے بڑے خطرات پیش آتے ہیں جیساکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ۔ یعنی فی سبیل اللہ ان فقرار کو دینا چاہیے کہ جو راہ خدا میں گھرے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں ایسے مصروف رہتے ہیں کہ کسی کے پاس جاکر سوال کرنے کی فرصت نہیں پاتے اور اُن کے فقر و فاقہ چھپانے سے جاہل آدمی اُن کو تونگر جانتے ہیں۔ اور اُن کی بابت اور بھی اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ۔ یعنی بیان فرمائی اللہ تعالےٰ نے مثال اپنے خاص لوگوں کی کہ وہ غلام مملوک کی طرح آپ کو جانتے ہیں کہ وہ اپنے کمال پر متصرف اور قادر نہیں ہوتا سب کچھ اپنے مالک کا جانتا ہے یعنی جسقدر مالک چاہتا ہے اُسے دیتا ہے اور یہ بھی اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا یعنے اُن کے پہلو بستر خواب سے دور رہتے ہیں اور شب بیداری کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں عجز کرتے ہیں اور پھر ناپسند ہونے کا خوف اور پذیرائی کی امید بھی رکھتے ہیں اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ فقیری اختیار کرو اور خود یہ دعا مانگے اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ یعنی اے خدا تو مجھ کو فقیری کی حالت میں زندہ رکھ اور فقیری کی حالت میں مار اور میرا حشر مساکین کے ساتھ کر اور یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے روز خدا تعالےٰ فرمائے گا اُدْنُوْا مِنِّيْ اَحِبَّائِيْ فَيَقُوْلُ الْمَلٰٓئِكَةُ مَنْ اَحِبَّاۗئُكَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ فُقَرَاءُ الْمَسَاكِيْنِ یعنی مجھ سے میرے دوستوں کو قریب کرو فرشتے کہیں گے کون ہیں اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ وہ فقرار و مساکین میرے دوست ہیں پس اے طالبِ صادق اس کے مثل آیات اور احادیث بہت ہیں یہاں تک کہ اُن کے مشہور ہونے کی وجہ سے اس کے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مہاجرین فقرار ایسے تھے کہ خدا کی عبادت کے آداب۔ اور حضور پیغمبر خدا

صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اتباع پورا پورا بجالاتے تھے اور آپ کی مسجد یعنے مسجد نبوی صلعم میں بیٹھے رہتے تھے اور تمام اشغال اور جھگڑوں کو تمام کر دیا تھا اور اس امر کا یقین کامل رکھتے تھے کہ خدا تعالیٰ تمہارا روزی رساں ہے اور اسی پر توکل تھا اسی وجہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کی صحبت کے واسطے مامور تھے اور اُن کے حق کو قائم رکھتے تھے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ یعنے اُن لوگوں کو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اُس کی ذات پاک کی خواہش رکھتے ہیں دور مت کر اور فرمایا وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یعنے اپنی آنکھیں یعنی توجہ کی نگاہ اُن کی طرف رکھ اور اُن کو نظر حقارت سے نہ دیکھ کیا تو دنیا کی زندگی میں زینت چاہتا ہے اسی واسطے حضور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جہاں کہیں اُن کو دیکھتے تو فرماتے کہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں خدا تعالیٰ نے تمہاری بابت مجھ پر عتاب فرمایا۔

پس اے طالب صادق! اس سے معلوم ہوا کہ خداوند تعالےٰ نے فقر کا بہت بڑا مرتبہ اور درجہ رکھا ہے اور فقرا ہی کو اُس درجہ کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے اسوجہ سے کہ فقرا نے اسباب ظاہری اور باطنی کو ترک کر دیا ہے اور بالکل خدا کی ہی ذات پر توکل رکھا ہے تاکہ ہمارا فقر فخر سمجھا جائے اور کیوں نہ ہو جب ان کی یہ حالت ہے کہ نہ گئے کا غم اور نہ آئے کی خوشی اگر کوئی تعلق ہے تو ذات سے ہے اور ذات ہی میں ہر وقت استغراق ہے تو دنیا سے اُن کو کیونکر تعلق ہو سکتا ہے اسی وجہ سے وہ فقر کو اپنا فخر اور عزت سمجھتے ہیں افسوس کہ سوائے اہل اللہ کے اور لوگوں نے اُن کی تحقیر کی (معاذ اللہ منہا)۔

پس اے طالب صادق تجھکو معلوم ہووے کہ فقرا کی ایک رسم ہے یعنے رسم حقیقی اُن کے افلاس اور اضطرار ہے لیکن اصل میں اس کو اقبال اور استغنا سمجھنا چاہئے اور مذہب پسندیدہ اس امر میں یہ ہے کہ صرف رسم دیکھکر رسم پر ہی آرام کیا ہے یعنے جب مراد

حاصل ہوگئی تو حقیقت اُن کو حاصل ہوگئی اور جب حقیقت اُن کو حاصل گئی تو موجودات سے منہ پھیر لیا اور کل اشیاء کو فنا سمجھ کر اُس کل کی طرف جو باقی ہے متوجہ ہوئے جیساکہ حدیث میں وارد ہے مَنْ لَمْ یعرف سوٰی رسمہٖ لم یسمع سوٰی اسمہٖ ہے یعنی جس شخص نے کہ سوائے رسم فقر کے اور کچھ نہ جانا تو اُس نے گویا سوائے اسم فقر کے اور کچھ نہ سنا۔ پس اے طالب صادق، اب میں تجھ کو بتلاتا ہوں کہ فقیر اُس کو کہتے ہیں کہ اُس کے پاس نہ ہو اور اُس کی کسی چیز میں خلل نہ آئے اور نہ اسباب ہونے سے مالدار ہو جاوے اور نہ اُس کے نہ ہونے سے محتاج ہو جائے یعنے ہونا اور نہ ہونا سب اُس کے نزدیک برابر ہو بلکہ نہ ہونے سے اور بھی زیادہ خوش ہو اس وجہ سے کہ مشائخ نے کہا ہے کہ فقیر جس قدر تنگ دست زیادہ ہوگا اُسی قدر اُس پر حال زیادہ کشادہ ہوگا اور اُس پر اسرار منکشف ہونگے اس واسطے کہ وجود معلوم درویش کا مذموم ہوتا ہے جبتک کہ کسی چیز کو حل نہ کرسکے صرف ایک مقدار معین پر محدود نہ ہو بلکہ اپنی استعداد کو بڑھاوے کیونکہ خدا کے دوستوں کی زندگی الطاف خفی اور اسرار روشن کے ساتھ ہونا چاہئیے نہ اس سرائے فُجّار اور دنیائے مکّار کے اسباب سے۔ پس اے طالب۔ فقیر کو چاہئیے کہ دنیا کے اسباب کو بمقابلہ رضائے الٰہی کے اپنی ذات سے دفع کرتا ہے: اس کے متعلق حضرت مصنّف علام یہ حکایت بیان فرماتے ہیں کہ ایک فقیر کی ایک بادشاہ سے بہت ملاقات تھی۔ بادشاہ نے ایک مرتبہ اُس سے کہا کہ تو مجھ سے کچھ مانگ۔ فقیر نے کہا کہ میں اپنے غلاموں کے غلام سے کیا مانگوں۔ بادشاہ نے کہا یہ کیا کہا غلاموں کا غلام کیسا فقیر نے جواب دیا کہ میرے دو بندے ہیں اور وہ تیرے دونوں خدا ہیں یعنے ایک حرص اور دوسری امید جب تو ان سے آزاد ہو تو میں کچھ تجھ سے طلب کروں اسی واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الفقر عزٌ لاھلہ یعنے جو چیز کہ اُس کے اہل کے واسطے عزت ہوتی ہے نااہل کے واسطے ذلت ہوتی ہے پس فقیر کی عزت یہ ہے کہ اُس کے تمام جوارح محفوظ ہوں یعنے

اپنے اعضاؤں کو نامناسب چیزوں سے بچا رکھے اور اپنی حالت میں خلل نہ آنے دے اور ہر ذلت سے اور ہر خلل سے اُس کے تن پر کوئی معصیت اور ذلت نہ گذرے اور نہ اُس کی جان پر کوئی خلل اور آفت آئے یعنی اُس کے ظاہر میں ظاہری نعمتیں ہوں اور باطن میں اُس کے باطنی نعمتیں ہوں تاکہ اُس کا بدن روحانی اور اُس کا دل ربانی ہو جائے اور خلق سے اُس کو کوئی لگاؤ نہ رہے اور آدمیوں سے اسکو کچھ نسبت نہ رہے بلکہ فقر اُس کا ایسا نہ ہو کہ خلق کیطرف نسبت اور اُس کے تعلق سے فقیر ہو اگرچہ تمام عالم اسکی ملک ہو جائے تو بھی وہ غنی نہ ہو اور اُس عالم سے اُس کو استغنار نہ ہو بلکہ دونوں جہان اُس کے فقر کی ترازو کے پلے میں اگر رکھے جائیں تو ایک مچھر کے پر کی برابر بھی نہ ہوں اور اُس کی ایک سانس دونوں عالم میں نہ سمائے۔

الحق کے متعلق فقیر ظہیری مترجم ایک حکایت حضرت بہار الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کی لکھتا ہی کہ ایک مرتبہ نواح عزنین سے کچھ مریدین آپ کی زیارت کے واسطے چلے جب ملتان شریف ۸۰ کوس باقی رہا تو ایک جنگل میں اُن مریدین نے کچھ جانوروں کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ افسوس کا مقام ہی کہ حضرت بہار الدین کا انتقال ہو گیا ان فقرات کو سُنکر مریدین نے آپس میں مشورہ کیا کہ افسوس اتنا بڑا سفر بھی کیا اور پیر کی قدمبوسی سے بھی محروم رہے اب ملتان جانے سے کیا فائدہ ہی چلو گھر کو واپس چلے چلیں اسپر بعض مریدین نے کہا کہ اتنا بڑا تو سفر کیا اور ملتان کے قریب بھی آگئے اگر حضرت کی قدمبوسی میسر نہ ہوئی نہ ہو مزار کی ہی زیارت کر لیں گے چنانچہ جب وہ سب ملتان گئے تو حضرت کو مسند ارشاد پر جلوہ گر دیکھا بالآخر سب نے اس واقعہ کو بیان کیا آپ نے فرمایا کہ اُن جانوروں کا کہنا درست ہے اس وجہ سے کہ فلاں وقت میں میری ایک سانس غیر خدا میں ضائع ہو گئی تھی اسی کی وجہ سے تمام زمین و آسمان میں مشہور ہو گیا تھا کہ بہار الدین کا انتقال ہو گیا اس حکایت سے معلوم ہو سکتا ہی کہ فقیر کی کوئی سانس غیر خدا میں صرف نہیں ہوتی ہی پس اسی کا نام کمال فقر ہے ۔منہ ۱۲

فصل دوسری اختلاف مشائخ میں

پس اے طالب صادق اب میں تجھکو اختلاف مشائخ رحمہم اللہ بتلاتا ہوں کہ آپس میں ان میں اس امر پر اختلاف ہے کہ فقیری بہتر ہے یا امیری پس ان دونوں میں کون خلق کی صفتوں میں سے افضل ہے اس وجہ سے کہ خداوند تعالےٰ حقیقت میں غنی ہے اور سب صفتوں میں اُسی کو کمال بھی ہے، اس کے متعلق حضرت یحییٰ بن معاذ رازی اور احمد بن ابی الحواری اور حارث المحاسبی اور ابو العباس بن عطا اور ابو الحسن بن شمعون اور متاخرین سے حضرت شیخ المشائخ حضرت ابو السعید فضل اللہ بن محمد المہنی رحمہم اللہ یہ سب اکابر اس امر پر متفق ہیں کہ امیری فقیری سے افضل ہے اور اُن کی یہ دلیل ہے کہ امیری خداتعالےٰ کی صفت ہے اور فقیری کا اطلاق اُسپر جائز نہیں ہے پس دوستی میں ایسی صفت کہ جو خدا اور بندہ کے درمیان مشترک ہو بخوبی پائی جائے گی اور یہ اُس صفت سے اچھا ہے کہ جسکا مصداق ذات واجب کو بنانا روا نہیں ہے، ہم کہتے ہیں کہ یہ شرکت صرف نام ہی میں ہے دراصل معنے اور حقیقت میں نہیں ہے اس واسطے کہ معنے کی شرکت میں مماثلت یعنے آپس میں برابر ہونے کی ضرورت ہے اور خدا تعالیٰ کی صفت قدیم ہے اور خلق کی صفت حادث ہے پس یہ دلیل باطل ہوئی اور میں جو علی بن عثمان جلابی ہوں یہ کہتا ہوں کہ غنا خدا کا ایک نام ہے منجملہ اور ناموں کے کہ یہ اُسی کے واسطے زیبا اور لائق ہے یعنے خلق اس نام کی مستحق نہیں ہے بلکہ خلق کے واسطے فقر زیبا ہے اور خدا کے واسطے یہ نام جائز نہیں ہے اور ہم لوگ جو مجازاً کسی کو غنی کہدیتے ہیں اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ حقیقت میں وہ غنی ہے بلکہ یہ ظاہر دلیل ہے کہ ہمارا انحصار اسباب ظاہری کے ہونے پر موقوف ہے اور ہم مسبب ہیں جب ہم نے اسباب کو قبول کیا تو وہ بلا اسباب کے مسبب ہے اور اُس کی غنا کا کوئی سبب نہیں ہے پس شرکت

اس صفت میں باطل ہے۔
اور جب خدا کی عین ذات میں کسی کی شرکت روا نہیں ہے تو اُس کی صفت میں بھی جائز نہیں ہے اور جب صفت میں جائز نہیں تو اسم میں بھی جائز نہیں، اب یہاں تسمیہ باقی رہا اور تسمیہ ایک نشانی ہے خلق کے درمیان اور وہ خدا کے واسطے نہیں ہے پس خدا کا غنا یہ ہے کہ اُس کو کسی کی حاجت اور پروا نہیں ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اُس کی مراد کو کوئی دفع نہیں کر سکتا اور اُس کی قدرت کا کوئی مانع نہیں اور تمام چیزوں کے بدل دینے پر اور دو ضدوں کے پیدا کرنے پر قادر ہے اور ہمیشہ اس صفت کے ساتھ موصوف ہے اور رہیگا اور خلق کی غنا کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کے پاس کوئی جائداد ہو کہ باوجود مسرت کے بھی اُس کی آفات سے نہیں چھوٹ سکتا ہے۔ اور آرام کا مشاہدہ نہیں کر سکتا اور یہ سب باتیں دلیل حدوث اور تغیرات کی ہیں اور سرمایہ تعب و حسرت اور موجب عجز اور ذلت کے ہیں پس یہ اسم بندہ پر مجازاً صادق آتا ہے۔ اور خدا پر حقیقۃً جیسا کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے یا ایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ واللہ ھو الغنی الحمید یعنے اے آدمیوں تم فقیر ہو اور خدا ہی امیر ہے اور پھر فرمایا واللہ الغنی و انتم الفقراء اور ایک گروہ عام لوگوں کا کہتا ہے کہ امیر کو فقیر پر ہم فضیلت دیتے ہیں اس واسطے کہ خدائے تعالےٰ نے اُس کو دونوں جہان میں سعید پیدا کیا ہے اور اُس پر امیر ہونے کا احسان رکھا ہے اور یہ گروہ یہاں غنا سے دنیا کا مال اور اپنی مرادوں کا پورا ہونا اور شہوت کا پورا کرنا چاہتے ہیں اور اس پر یہ دلیل لاتے ہیں کہ غنا پر شکر کیا اور فقیری میں صبر کیا پس صبر غم میں ہوتا ہے اور شکر نعمتوں میں ہوتا ہے۔ اور واقع میں بلا سے نعمتیں بہت اچھی ہیں ہم کہتے ہیں کہ نعمت پر شکر کیا اور شکر سبب زیادتی نعمت ہے اور فقیری پر صبر کیا اور صبر سبب زیادتی قربت کا ہی چنانچہ فرمایا ہے لئن شکرتم لازیدنکم یعنے اگر تم شکر کروگے تو ہم تمہاری نعمتوں کو زیادہ کریں گے اور پھر فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ یعنے بیشک خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہی پس جو شخص نعمت کی حالت میں کہ وہ حقیقۃً غفلت کی حالت ہے شکر کرے اوس کی نعمت پر اور نعمت بڑہاوینگے اور جو شخص فقیری کی حالت میں کہ اُس کی اصل سختی ہے صبر کرے تو اُس کی قربت پر قربت زیادہ کریں گے لیکن وہ غنا کہ جس کو مشائخ فضیلت دیتے ہیں فقیری پر اُن کی یہ مراد نہیں ہے کہ عام لوگ اُس کو غنا کہتے ہیں جس میں نعمت ملتی ہی اور وہ منعم کو حاصل ہوتا ہے پس وصل حاصل ہونا اور چیز ہے اور غفلت حاصل ہونا دوسری چیز ہے اور حضرت شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلْفَقْرُ ھُوَ الْغِنٰی بِاللّٰہِ یعنے فقیری اللہ کے ساتھ غنا ہے۔ اس سے مراد کشف ابدی ہے خدا کے دیکھنے کے واسطے ہم کہتے ہیں کہ مکاشف کو ممکن ہی کہ حجاب واقع ہوجائے پس اگر یہ صفت صاحب مشاہدت کو محجوب کرے مشاہدہ سے تو وہ پھر اُس مشاہدہ کا محتاج ہوتا ہے یا نہیں اگر کہوگے نہیں ہوتا ہے تو محال ہی اور اگر کہوگے ہوتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ جب احتیاج کا نام آیا تو غنا ساقط ہوگیا اور یہ بھی ہی کہ غنا خدا کے ساتھ اُس شخص کو ہوتا ہے کہ قائم الصفت اور ثابت المراد ہووے اور باوجود اقامت مراد اور اثبات اوصاف آدمیت کی غنا درست نہیں ہوتا ہے اس واسطے کہ اس کی ذات خود غنا کے قابل نہیں ہے اس وجہ سے کہ وجود بشریت عین احتیاج ہے یعنے وجود بشری کو حاجت لازم ہے اور حدوث کی علامت احتیاج ہی پس باقی الصفۃ غنی ہے اور فانی الصفۃ کسی اسم کے واسطے قابل نہیں ہے پس اَلْغَنِیُّ مَنْ اَغْنَاہُ اللّٰہُ یعنے غنی وہ ہی جس کو اللہ غنی کرے اس وجہ سے کہ غنی باللہ فاعل ہے اور اغناہ اللہ مفعول ہے اور فاعل لذات قائم ہوتا ہے اور مفعول فاعل کی وجہ سے قائم ہوتا ہے پس بالذات قائم ہونا بشریت کی صفت ہے اور حق قائم ہو صفت ہے۔ اور میں کہ علی بن عثمان جلابی ہوں کہتا ہوں کہ جب بندگی میں درست ہوا تو غنار حقیقی صفت کی باقی رہنے پر درست نہیں ہوتا اس واسطے کہ بقا آدمیت کی صفت ہے اور صفت علت کا محل ہی اور آفت

کا موجب ہے انہیں دلائل مذکورہ سے اور صفت کا فنا خود غنا نہیں ہے اس واسطے کہ جو
چیز خود باقی نہیں رہتی اُس کا کوئی نام نہیں رکھتے پس غنا کا نام فنا رصفت رکھنا چاہیئے
اور یہ بسبب صفت فانی ہو گئی تو اسم کی جگہ ساقط ہوئی اب اس شخص پر نہ فقیری کا نام رہا
اور نہ غنا کا نام رہا پس غنا کی صفت حضرت الٰہی سے متجاوز نہیں ہے اور فقیری کی
صفت بندہ کی ذات سے الگ نہیں ہے اور پھر سب مشائخ عوام سے زیادہ فقیری کو
امیری پر فضیلت دیتے ہیں اس وجہ سے کہ کتاب اور سنت یعنے قرآن اور حدیث
میں اُس کی فضیلت موجود ہے اور بہت لوگ امت کے اس پر متفق ہیں کہ جن کا ذکر
حکایات میں پاتا ہوں **حکایت** ایک روز حضرت جنید بغدادی اور ابن عطا
رحمہم اللہ کے درمیان اس مسئلہ کا ذکر ہوتا تھا ابن عطا اسپر دلیل لائے کہ اغنیاء زیادہ
فاضل ہیں اس واسطے کہ قیامت کے روز ان کے غنا کا حساب ہو گا اور حساب کے
معنے ہیں بے واسطہ کلام کا سنوانا عتاب کے محل میں اور عتاب دوست سے دوست
کو ہوا کرتا ہے حضرت جنید نے فرمایا کہ امیروں سے خدائے تعالےٰ حساب کریگا تو فقیروں
سے عذر چاہے گا اور عذر افضل ہے حساب سے یہاں ایک عجیب لطیفہ ہے ہم کہتے
ہیں کہ محبت کی تحقیق میں بیگانگی کا عذر ہوتا ہے اور مخالفت کا عتاب بیگانگی ہے اور
دوست ایسے محل میں ہوتے ہیں کہ یہ دونوں باتیں اُن کے احوال میں آفت ہوتی
ہیں اس وجہ سے کہ عذر کسی ایسے قصور کی وجہ سے ہوا کرتا ہے کہ جو دوست کے حق میں
صادر ہو نہ برخلاف اُس کے حکم کے جب دوست اُس سے اپنا حق طلب کرے یہ اسکے پاس عذر کرتا ہے اور عتاب بسبب تقصیر کے
ہوتا ہے جو دوست کے حکم کے خلاف کرے اُس وقت دوست اُس قصور کے سبب سے اس پر عتاب کرتا ہے اور یہ دونوں
باتیں بھی محال ہیں اور سب طلبوں میں فقراء جر کیساتھ رہتے ہیں اور اغنیاء شکر کے ساتھ اور دوستی کی حالت میں دوست اپنے
دوست سے نہ کوئی چیز طلب کرتا ہے اور نہ دوست کے فرمان کو ضائع کرتا ہے پس
ظَلَمَ مَنْ سَمّٰی ابنَ آدمَ امیرًا وَقَدْ سَمَّاہُ رَبُّہٗ فقیرًا یعنی اُس شخص نے ظلم کیا جس نے آدمی کا

نام امیر رکھ لیا حالانکہ خدا نے اُس کا نام فقیر رکھا ہے۔ یعنے جس کا نام خدا کی جانب سے فقیر ہے
اگرچہ وہ امیر ہے لیکن فقیر ہی ہے پس وہ شخص ہلاک ہو گیا جو اپنے کو اسیر نہیں جانتا اگرچہ
اُس کی جگہ تخت پر ہو اس وجہ سے کہ امرا صاحب صدقہ ہوتے ہیں اور فقرا صاحب صدق
ہوتے ہیں اور صاحب صدق ہرگز مثل صاحب صدقہ کے نہیں ہو سکتا پس حقیقت ہیں
حضرت سلیمان علیہ السلام کا فقر مثل سلیمان علیہ السلام کے غنا ہی کے ہے اس وجہ سے
کہ ایوب علیہ السلام سے اُن کے صبر کی شدت ہیں کہا۔ نِعْمَ الْعَبْدُ۔ یعنے اچھا ہے بندہ
اور سلیمان علیہ السلام کو جب خدا کی رضامندی حاصل ہو گئی تو حضرت سلیمان کی فقیری کو
مثل غنا سلیمان کے خدا نے کر دیا۔ **حکایت** مصنف کہتا ہے کہ حضرت اُستاد
ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سُنا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ آدمیوں نے
فقر اور غنا کے درمیان کلام کیا ہے اور ہر ہر شخص نے اپنا اپنا مذہب مختار ظاہر کیا ہے۔
اور میں وہ بات اختیار کرتا ہوں کہ خدائے تعالےٰ مجھ کو پسند کرے اور میری اس میں نگہبانی
کرے اگر مجھ کو امیری کی حالت میں رکھے غافل نہ رہوں اور اگر مجھ کو فقیری کی حالت
میں رکھے تو حریص اور روگرداں نہ ہوں پس غنا نعمت ہے اور غفلت اُس میں آفت
ہے اور فقر بھی ایک نعمت ہے اور حرص اُس میں آفت ہے پس معانی سب کے
اچھے ہیں اور معاملات اور روشیں مختلف ہیں یعنے فقر کے معنے دل کو جدا رکھنا ماسوا سے
ہے اور غنا کے معنے دل کو مشغول کرنا غیر سے ہے یعنی جب فراغت حاصل ہو گئی تو فقر غنا
سے بہتر ہے اور غنا کے یہ معنے نہیں ہیں کہ مال اور متاع بہت سا ہو اور فقر کے یہ معنے
کہ کم ہو متاع سب خدا کی ملک ہے جب طالب نے ملک ترک کی تو شرکت درمیان سے
دور ہو گئی اور دونوں ناموں سے فارغ ہو گیا +

تیسری فصل

مشائخ طریقت سے ہر ایک کو اس معنی میں رمز جداگانہ ہے اور میں حتی الامکان انکے اقوال کو اس کتاب میں لکھتا ہوں انشاءاللہ عزوجل ایک شخص متاخرین سے فرماتے ہیں کہ لَیْسَ الْفَقِیْرُ مَنْ خَلٰی مِنَ الزَّادِ اِنَّمَا الْفَقِیْرُ مَنْ خَلَا مِنَ الْمُرَادِ یعنے فقیر وہ نہیں ہے کہ اُس کا ہاتھ متاع اور توشہ سے خالی ہووے بلکہ فقیر وہ ہے کہ اُس کی طبیعت مراد سے خالی ہووے جیسے اگر اُس کو خدا مال دے تو اگر اُس کی مراد اُس مال کی حفاظت ہے تو وہ غنی ہے اور اگر اُس کی مراد کا مال ترک ہے تب بھی غنی ہے اس واسطے کہ دونوں باتیں ملک غیر میں تصرف ہے اور فقر کے معنے ہیں ترک حفظ اور ترک تصرف حضرت یحییٰ بن معاذ رازی فرماتے ہیں عَلَامَۃُ الْفَقْرِ خَوْفُ الْفَقْرِ یعنے فقیری صحیح ہونے کی علامت یہ ہی کہ بندہ کمال ولایت اور قیام مشاہدت اور فنار صفت سے ڈرتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ یہ امور زائل ہوجائیں اور منقطع ہوجائیں پس اُس کے کامل ہونیکی علامت یہ ہی کہ اُس حال میں اُسکے دور ہونیسے ڈرے اور حضرت رویم بن محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں مِنْ نَعْتِ الْفَقْرِ حِفْظُ سِرِّہٖ وَصِیَانَۃُ نَفْسِہٖ وَاَدَاءُ فَرْضِہٖ - یعنے فقیر کی یہ تعریف ہے کہ اُس کے سر میں اغراض نہ ہوں اور اُس کا نفس آفت سے محفوظ ہو اور فرائض کے احکام اُسپر جاری ہوں چنانچہ جو کچھ اُس کے دل پر گذرے اُس کو ظاہر نہ کرے اور جو کچھ ظاہر ظہور اُس پر گذرے اُس کو پوشیدہ نہ کرے اور اُن اسرار کے غالب ہونے سے ایسا مغلوب نہ ہوجائے کہ امر شریعت ادا نہ کرسکے اور یہ علامت بشریت کی ہے کہ بندہ بالکل حق کے موافق ہوجاوے اور یہ بات بھی خدا کی توفیق سے حاصل ہوتی ہے۔ حضرت بشر حافی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اَفْضَلُ الْمَقَامَاتِ اِعْتِقَادُ الصَّبْرِ عَلَی الْفَقْرِ اِلَی الْقَبْرِ یعنے اعتقاد کرنا صبر کی ہمیشگی پر فقیری کی حالت میں سے ہے اور یہ صبر اور اعتقاد کرنا بندہ کے مقامات سے ہے اور فقر نام ہے فنار مقامات کا پس صبر کا اعتقاد فقیری کی حالت میں اس امر کی علامت ہے کہ اعمال اور افعال میں آفت دیکھے اور اوصاف کے فنا کی طرف مائل ہووے

لیکن ظاہر معنے اس قول کی کہ فقر کی فضیلت ہے غنا پر اور اس بات کا اعتقاد کرنا کہ ہرگز
فقر کے طریقہ سے منہ نہ پھیروں بُرا ہے۔ اور حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلْفَقِیْرُ
مَنْ لَا یَسْتَغْنِیْ بِشَیْءٍ دُوْنَ اللّٰہِ یعنے فقیر بدون حق کے کسی چیز سے آرام نہیں پاتا۔
اس واسطے کہ اُس کا کوئی مقصد اور مراد سوائے اُس کے نہیں ہے پس ظاہر معنے اس
لفظ کے یہ ہیں کہ سوائے اُسکے تونگری حاصل نہیں ہوسکتی یعنے جب تو نے اُس کو
پالیا تو امیر ہوگیا پس تیری ہستی اُس کی غیر ہے اور جب امیری بجز اُس کے غیر کے
ترک کئے ہوئے حاصل نہیں کرسکتا تو تجھ کو تونگری کا حجاب ہوگیا اور جب تو راہ سے
اُٹھے گا تو تونگر ہو جائے گا اور یہ بات نہایت ہی باریک اور لطیف ہے اور اہل حقیقت
کے نزدیک اُس کے یہ معنے ہیں کہ اَلْفَقِیْرُ اَنْ لَا یَسْتَغْنِیْ عَنْہُ یعنے فقیری وہ ہے کہ
اُس کو ہرگز غنا نہ ہو اور یہ وہی بات ہے جو پیر نے کہی یعنے خواجہ عبداللہ انصاری رض
نے فرمایا ہے کہ ہمارا غم ابدی ہے نہ تو ہماری ہمت ہرگز مقصود حاصل کرسکتی ہے
اور نہ ہماری کلیت دنیا و آخرت میں نیست ہوسکتی ہے اس واسطے کہ کسی چیز کے
حاصل کرنے کے واسطے ایک جنس ہونے کی ضرورت ہے اور وہ ہمارا ہم جنس نہیں ہے۔
اور غفلت کی حدیث سے منہ پھیرنا چاہیے اور فقیر غافل نہیں ہوتا پس اب ایک کام
بہت دقیق اور مشکل پیش آیا اور وہ دوستی ہے اور دوستی بھی اُس کے ساتھ جسکا دیدار
کسب سے حاصل نہیں ہوسکتا اور اُس کا وصال خلق کی طاقت سے باہر ہے فنا کے ساتھ
صورت نہیں بدل سکتی اور بقا پر تغیر جائز نہیں اس وجہ سے کہ فانی ہرگز باقی نہیں ہوسکتا
جبتک کہ وصل ہے اور نہ باقی فانی ہوسکتا ہے پس جبتک کہ ذات ہے اُس کے دونوں
کا کام سراسر محنت ہے اور جس نے دل کی تسلی کو پوچ عبارت کے ساتھ موافق کیا ہے
اور جان کے آرام کے واسطے مقامات اور منازل اور طریقے بنائے ہیں۔ اور ان کی عبارتیں
آپ سے اپنی طرف منسوب کی ہیں اور اُن کے مقامات یعنے جنس سے جنس

کی طرف مائل ہوتی ہیں اور خدائے تعالےٰ ان تمامی احوال اور اوصاف خلق سے مبّرا
اور منزہ ہے ان کی نسبت حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نَعْتُ الْفَقِیْرِ
السُّکُوْتُ عِنْدَ الْعَدَمِ وَالْبَذْلُ عِنْدَ الْوُجُوْدِ وَقَالَ اَیْضًا اَلْاِضْطِرَابُ عِنْدَ الْوُجُوْدِ۔
یعنے فقیر کی صفت یہ ہے کہ نہ ہونے کے وقت سکوت کرے اور ہونیکے وقت خرچ کرے
اور پھر فرمایا ہے کہ ہونیکے وقت خرچ کرنے کی طرف بیچین ہو اور دوسرے کو اپنے سے
بہتر سمجھے پس جس شخص کی مراد صرف ایک لقمہ ہے تو جب وہ مراد سے باز رہیگا تو اس کا
دل ساکن ہو جائے گا اور جب وہ لقمہ ملجائے گا تو اس کو آپ سے بہتر کو دیگا اور یہ بہت
بڑا کام ہے۔ اس قول میں دو معنے ہیں ایک یہ کہ سکوت حالت عدم میں ہے اور خرچ
حالت محبت میں ہے اس وجہ سے کہ رضامندی قابل خلعت ہی اور خلعت دلیل تقرب کی ہی
اور محتسب خلعت قبول نہیں کرتا ہے اس واسطے کہ خلعت میں فرقت کا نشان ہوتا ہے او
دوسرے یہ کہ اس کو سکون وجود کی انتظار نہ کرنے میں ہوتی ہی جب موجود ہو گیا وہ وجود
اس کا غیر ہے اور اس کو غیر کیساتھ آرام نہیں ہوتا لہذا اس کو ترک کر دیتا ہے اور یہی
قول حضرت شیخ المشایخ ابوالقاسم جنید بن محمد بن الجنید کا ہی جبکہ وہ فرماتے ہیں۔
اَلْفَقْرُ خُلُوُّ الْقَلْبِ عَنِ الْاَشْکَالِ یعنے جب اس کا دل شکل کے اندیشہ سے خالی ہو گیا اور
غیر کی شکل ظاہر ہووے تو سوائے دور کر دینے کے اور کوئی صورت نہیں ہی اس کے متعلق
حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلْفَقْرُ بَحْرُ الْبَلَاءِ وَبَلَاءُہٗ کُلُّہٗ عِزٌّ یعنی فقیری بلا کا دریا
ہے اور اس کی بلا کل عزت ہے اور عزت غیر کا نصیب ہے اس وجہ سے کہ وہ عین بلا میں مبتلا
ہے اس کو غیر سے کیا خبر جبتک کہ بلا سے کی خواہش نہیں کریگا اس وقت تک بلا اس
کے واسطے عزت ہے اور اس کی عزت سب وقت اور اس کا وقت سب محبت اور اسکی
محبت سب مشاہدت ہے تاکہ طالب کا دماغ خیال کے غلبہ سے محل دیدار ہو جائے
اور خیال کے غلبہ سے بے آنکھ کے دیکھ سکے اور بے کان سن سکے۔ پس وہ بندہ بہت

عزیز ہے کہ دوست کی بلا کا بوجھ اٹھا سکے اس واسطے کہ بلا حقیقت میں عزت ہے اور نعمار حقیقت میں ذلت ہے اس وجہ سے کہ عزت وہ ہے کہ بندہ کو درگاہ حق میں حاضر کرے اور ذلت یہ ہے کہ حق سے غائب کرے اور بلا اور فقر حاضر ہونے کا نشان ہے۔ بس جو حضرت حق میں حاضر ہے وہ عزیز ہے اور جو حق سے غائب ہو وہ ذلیل ہے اور وہ بلا کہ جسکا نام مشاہدہ ہے اور وہ دیدار کہ جسکا نام انس ہے اس کا تعلق جس صفت کے ساتھ بھی ہو غنیمت ہے جیسا کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یَا مَعْشَرَ الْفُقَرَاءِ اِنَّکُمْ اِنَّمَا تُعْرَفُوْنَ بِاللّٰہِ وَ تُکْرَمُوْنَ لِلّٰہِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ تَکُوْنُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِذَا خَلَوْتُمْ یعنی اے گروہ فقیروں کے تم کہ خدا کو پہچانتے ہو اور اُس کی عزت اور حرمت کرتے ہو دیکھو کہ خلوت میں اُس کے ساتھ کس طرح رہو گے۔ یعنی جب خلق تم کو فقیر کہتی ہے اور تمہارا حق ادا کرتی ہے تو تم فقیری کے طریقہ کا حق کس طرح ادا کرو گے اور اگر خلق تم کو دوسرا نام لیکر پکارے جو تمہارے دعوے کے خلاف ہو تو تم اُن سے یہ بات پسند نہ کرو اس واسطے کہ تم بھی اپنے دعوے کا انصاف کرتے ہو کہ سب سے کم درجہ کا آدمی وہ ہے کہ اُس کو خلق اپنی ملک سمجھیں اور وہ اُن کی ملک ہو اور سب سے زیادہ عزیز وہ آدمی ہے کہ خلق اُس کو نہ اپنی ملک سمجھیں اور وہ اُن کی ملک نہ ہو جس طرح اُس شخص کی مثال کہ جس کو خلق خدا کی ملک جانتی ہے اور وہ حقیقتہً حق کی ملک نہیں ہے ایسے ہی جیسے ایک شخص حکمت کا دعویٰ کرتا ہے اور بیماروں کا علاج کرتا ہے حالانکہ وہ کچھ نہیں جانتا بلکہ خلق کو اور زیادہ بیمار کر دیتا ہے اور جب وہ خود بیمار ہوتا ہے تو عاجز ہو جاتا ہے اور اپنی دوا نہیں کر سکتا بلکہ اُس کے علاج کیواسطے دوسرے طبیب کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اُس کو دوا دے۔ اور اُس شخص کی مثال کہ جسکو خلق حق کی ملک جانتی ہے اور وہ واقع میں حق کی ملک ہے ایسے ہی جیسے ایک طبیب بیماروں کا علاج کرتا ہے اور جب وہ خود بیمار ہوتا ہے تو دوسرے طبیب کی اُس کو ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اپنا علاج آپ ہی کر لیتا ہے۔ اور اُس شخص کی مثال جسکو خلق خدا کی ملک جانتی ہو

اور وہ خدا کی ملک ہے ایسے ہی جیسے ایک مرد طبیب ہو مگر خلق اُس کو نہیں جانتے۔ اور وہ خلق کی طرف مشغول ہونے سے فارغ ہے اپنے پاس موافق غذائیں اور مفرح بشر اور دوائیں معتدل رکھتا ہے تاکہ بیمار نہو اور تمام مخلوق کی آنکھیں اُس کے احوال کو نہ دیکھ سکیں چنانچہ بعض متاخرین نے فرمایا ہے۔ اَلْفَقْرُ عَدَمٌ بِلَا وُجُوْدٍ۔ یعنی فقیری نیستی ہے سوائے ہستی کے عبارت اسی قول سے ہے اسواسطے کہ معدوم شئے نہیں ہے اور کلام شئے میں کہا جاتا ہے پس یہاں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فقر کوئی چیز نہیں ہو اور عبارات اور اجتماع تمام اولیا کا کسی اصل پر نہیں ہے اس واسطے کہ وہ اپنی ذات میں فانی اور معدوم ہو جاتا ہے اور یہاں اس عبارت سے عین کا معدوم ہونا مراد نہیں ہے۔ بلکہ آفت کا معدوم ہونا مراد ہو عین سے ہے اور آدمی کے کل اوصاف آفت ہیں جب آفت کی نفی ہوئی وہ صفت بھی فنا ہو گئی اور صفت کا فنا ہونا پہنچنے کا آلہ ہے اور نہ پہونچنا۔ ان کے سامنے سے دور کر دیتا ہو ان کے طریقے کے نہ ہونیکو یعنے عین کی نفی کر دیتا ہو اور اس میں ہلاک کر دیتا ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ میں نے ایک متکلمین کا گروہ دیکھا جنھوں نے اس معنے کی صورت کو معلوم نہیں کیا تھا اور اسپر ہنستے تھے کہ یہ بات معقول نہیں ہے اور میں نے ایک مدعیوں کے گروہ کو دیکھا کہ انہوں نے اس نامعقول بات کو قبول کیا تھا اور اُن کا اعتقاد اور اسپر اعتماد تھا اور اُن کو اصل قصہ معلوم نہ تھا۔ اور کہتے تھے کہ اَلْفَقْرُ عَدَمٌ بِلَا وُجُوْدٍ اور دونوں گروہ خطا پر تھے یعنے ایک جہالت کی وجہ سے حق کا منکر ہوا اور دوسرے نے جہالت کو اپنا حال بنایا اور اُسی حال سے ظاہر ہوا اور اس گروہ کی عبارات میں عدم اور فنا سے مراد آلہ کا ضعیف ہو جانا بُرا ہے اور ناستودہ صفت کو صفت ستودہ کی تلاش میں اچھا نہیں ہے باوجود آلہ کے موجود ہونیکے معنے معدوم ہوتے ہیں اور کل امور میں فقیر کا فقر عاریت ہے اور کل اسباب میں بیگانہ ہے لیکن اسرار الٰہی کا گذرگاہ ہے تاکہ اُسکے امور اُس کے حاصل کرنے والے اور اُس کے مکتسب ہیں اور

اُس کے فعل کی نسبت اُسی کی طرف رہی اور معانی کو اُسی کی طرف نسبت ہے جب اُس کے امور کسب کی قید سے رہا ہوگئے تو فعل کی نسبت اُس سے جُدا ہوگئی اور اُس وقت جو کچھ اُس پر گذرتا ہے اُس کو راستہ مل جاتا ہے اور نہ یہ کہ راستہ جاتا رہتا ہے پس کسی چیز کو اپنی طرف نہ کھینچتا ہے اور نہ کسی چیز کو آپ سے دفع کرتا ہے پس جو کچھ اُس پر نشان کرتا ہے سبب اُسی عین کی وجہ سے ہے اور مصنف کہتا ہے کہ میں نے مدعیان ارباب اللسان کے ایک گروہ کو دیکھا کہ اس قضیہ یعنے وجود کے معلوم ہونے سے ان کے کمال کی نفی کرتے تھے فقر کی حالت میں اور یہ بات نہایت ہی عزیز ہے اور میں نے دیکھا کہ حقیقت فقر سے اُن کی مراد صفت کی نفی کرنا تھی اور میں نے دیکھا کہ حق اور حقیقت کی تلاش کی نفی کو فقر ہی اور صفاتی فقر کہتے تھے اور میں نے دیکھا کہ اُن کا ہوا اور ہوس کا ثابت کرنا کل کی نفی کرنا تھا اور ہر شخص اپنے درجہ میں فقر کی حجت سے عاجز ہوگیا تھا اس وجہ سے کہ اس بات کا معلوم کر لینا آدمی کی کمال ولایت کی علامت ہے اور اس بات کی تہمت لگانا انتہا درجہ کی بات ہے پس اس معاملہ میں اور اس میں مصروف ہونا کمال کا محل ہے پس طالب حق کو انکے راہ پر چلنے سے کوئی چارہ نہیں ہے اور اُن کے مراتب اور عبارات کے جاننے سے گریز نہیں کرسکتا تاکہ خصوصیت کے محل میں عام لوگوں کی طرح نہو کہ اصول کی عوام اصل ماننے سے اعتراض کرینگے اور فروع کے عوام فرعی امور سے گذر جائیں گے پس اُس شخص کی مصیبت ہے کہ فروع سے باز رہے اور اصول کی طرف نسبت رکھے، جب اصول سے باز رہا تو کسی جگہ بیٹھنے کے قابل نہیں ہے، پس اے طالب یہ سب باتیں میں نے اس وجہ سے بیان کیں تاکہ ان معانی راہ کو تو طے کرے اور ان کے حق کی رعایت میں مشغول ہووے اور اب میں تھوڑا سا اصول اور رموز اور اشارات اس گروہ کے تصوف کے باب میں لکھتا ہوں پھر اسمار الرجال یعنے سب کے نام لکھوں گا پھر اختلاف مذاہب مشائخ متصوفہ کو بیان کروں گا پھر احکام اور معارف اور حقائق اور

شرائع بیان کرونگا پھر آداب اور رموز اُن کے مقامات کی بقدر امکان لکھوں گا تاکہ تجھپر اور سب پڑھنے والوں پر اس کی حقیقت ظاہر ہو جاوے۔ وباللہ التوفیق ؛

الباب الثالث فی التصوف

پہلی فصل

فرمایا خدائے عزوجل نے وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا - یعنے خدا کے بندے وہ ہیں جو زمین پر تواضع سے چلتے ہیں اور جب جاہلوں سے خطاب کرتے ہیں نرمی سے بات کرتے ہیں، اور فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مَنْ سَمِعَ صَوْتَ اَهْلِ التَّصَوُّفِ فَلَا یُؤْمِنُ عَلٰی دُعَائِهِمْ کُتِبَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْغَافِلِیْنَ یعنے جس نے اہل تصوف کی آواز سُنی پس اُن کی دعا پر آمین نہ کہی تو لکھا جاتا ہے خدا کے نزدیک غافلوں سے اور اکثر آدمیوں نے اس اسم کی تحقیق کے بارہ میں بہت باتیں کہی ہیں اور کتابیں تصنیف کی ہیں اور اُن میں سے ایک گروہ نے کہا ہے کہ صوفی کو صوفی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جامہ صوف رکھتا ہے اور ایک گروہ کہتا ہے کہ صوفی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ صف اول میں ہے اور ایک گروہ کہتا ہے کہ اس وجہ سے صوفی کہتے ہیں کہ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کیساتھ دوستی رکھتے ہیں اور ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ اسم صفا سے مشتق ہے اور ہر شخص نے اس کی تحقیق میں بہت لطائف اور نکات لکھے ہیں لیکن لغت کے موافقت ان معانی سے بہت بعید ہے پس صفائی کل امور میں بہتر ہے اور اُس کی ضد کدورت ہے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ذَهَبَ صَفْوُ الدُّنْیَا وَبَقِیَ کَدَرُهَا - یعنے دنیا کی صفائی جاتی

رہی اور کدورت باقی رہ گئی پس سب چیزوں کی لطائف کا نام اُس کی صفائی ہی اور
چونکہ ان قصہ والوں نے اپنے اخلاق اور معاملات کو مہذب کرلیا ہی اور طبیعت کی آفتوں
سے پاک اور صاف ہیں اس وجہ سے ان کو صوفی کہتے ہیں اور اُس گروہ کا یہی نام ہی
اور یہ اسم علم ہے اس وجہ سے کہ ان لوگوں کا اندیشہ اس سے زیادہ بڑا ہی کہ ان کے معاملات
چھپا سکیں تاکہ ان کا اسم مشتق ہو سکے اور اس زمانہ میں اکثر خلق کو خدائے تعالےٰ نے
اس قصہ کو ان قصہ والوں سے پوشیدہ کیا ہی اور اس قصہ کے لطیفہ کو اُن کے دلوں
سے چھپایا ہے تاکہ ایک گروہ یہ بات جان لے کہ یہ امر صرف صلاح ظاہر کے واسطے
اختیار کیا ہے یعنے بغیر مشاہدہ باطنی کے اور بعض گروہ یہ خیال کریں کہ یہ بے حقیقت رسم
ہے اور اس کی کچھ اصل نہیں ہے یہاں تک کہ اہل ہزل اور علمار ظاہر بین نے اسکی
کلیت کا انکار کیا ہی اور اس قصہ کے محجوب ہونے سے خوش ہوئی ہیں اور عوام نے ان
کی تقلید کی ہے اور صفائی باطن کی تلاش کو دل سے مٹا دیا ہے اور سلف اور صحابہ
کے مذہب کو طاق پر رکھدیا ہے **شعر**

إِنَّ الصَّفَا صِفَتُ الصِّدِّيقِ + إِنْ أَرَدْتَ صُوفِيًّا عَلَى التَّحْقِيقِ

اس وجہ سے کہ صفائی کی ایک اصل اور ایک فرع ہے اور اُس کی اصل انقطاع دل اغیار
سے ہے اور اُس کی فرع دنیاء غدار سے یعنے دل کا خالی کرنا اور یہ دونوں صفتیں حضرت
صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ابوبکر عبداللہ بن ابی قحافہ میں تھے اس وجہ سے کہ امام
اس طریقت کے آپ ہی ہیں اور اغیار سے اپنے دل کا انقطاع آپ کا یہ تھا کہ تمام
صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے شکستہ دل تھے اور حضرت عمر رضی اللہ
عنہ نے تلوار کھینچ لی تھی کہ جو کوئی کہیگا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو اس کا
سر کاٹ ڈالوں گا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور بآواز بلند فرمایا
اَلَا مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ عَبَدَ رَبَّ مُحَمَّدٍ فَاِنَّہٗ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ

یعنے خبردار ہو کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی پس محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور جس شخص نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے رب کی عبادت کی پس وہ زندہ ہے اور اُس کو موت نہیں ہے پھر یہ آیت پڑھی۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ۔ یعنے جو شخص کہ دل فانی چیز پر باندھے فانی فنا ہو جاتا ہے اور اُس کا رنج سب بیکار ہو جاتا ہے اور جو شخص کہ اپنی جان کو حضرت باقی میں خرچ دیتاہے جب اُس کا نفس فنا ہو جائیگا تو وہ باقی رہیگا۔ پس جس نے محمد علیہ السلام کی طرف آدمیت کی آنکھ سے دیکھا ہے جب وہ دنیا سے رحلت کر گیا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اُس کے دل سے اُسکے ساتھ گئی اور جس نے اُن کی طرف حقیقت کی آنکھ سے دیکھا ہے اُس کا رہنا اور جانا اُس کے واسطے دونوں یکساں ہیں اس واسطے کہ بقا کی حالت میں اُن کی بقا کو حق دیکھا اور فنا کی حالت میں اُن کی فنا کو حق دیکھا پس بدلنے والے سے اعراض کر کر بدلی ہوئی کی طرف توجہ کی بدلی ہوئی کا قیام بدلنے والے سے دیکھا اور موافق اکرام حق کے اُن کی تعظیم کی اور دل کا نقطہ سیاہ کسی میں نہیں ہے اور آنکھ کی سیاہی خلق پر نہ کھولی اس وجہ سے کہ شعر

مَنْ نَظَرَ اِلَى الْخَلْقِ هَلَكَ وَمَنْ رَجَعَ اِلَى الْحَقِّ مَلَكَ

یعنے خلق کی طرف دیکھنا نشان ہلاکت کا ہے اور حق کی طرف رجوع ہونا نشان ملک کا ہے لیکن دل کو دنیا سے خالی کر دینا یہ تھا کہ جو کچھ مال اور متاع اور غلام تھے سب دیدیے اور ایک کملی اوڑھ لیا اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پیغمبر صلعم نے فرمایا مَا خَلَّفْتَ لِعِيَالِكَ فَقَالَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یعنی تم نے اپنے اہل و عیال کو کیا مال چھوڑا کہا دو خزانے بے نہایت اور بے غایت آپ نے فرمایا کیا چیز کہا کہ ایک خدا کی محبت اور اُس کے رسول کا اتباع جب دل دنیا کے تعلقات سے آزاد ہو گیا تو اُس کی کدورت سے ہاتھ خالی کرتا ہوں اور یہ سب باتیں صوفی صادق کی صفات ہیں اور ان سب

باتوں کا انکار حق کا انکار ہے اور مکابرہ ہے اور یہ جو میں نے کہا کہ صفائی ضد کدورت ہے اور کدورت صفات بشری سے ہے اور حقیقت میں صوفی وہ ہے کہ اُس کا دل کدورت سے پاک اور صاف ہووے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السّلام کے مشاہدہ کے استغراق کے وقت اُن کے لطائف جمال سے مصر کی عورات پر بشریت غالب ہو گئی اور وہ غلبہ برعکس ہو کر لوٹا جب انتہا درجہ کو پہونچ گیا تو اُن کا اُن کی طرف گذرہ ہوا اور بشریت سے حضرت یوسف علیہ السّلام پر نظر پڑی اور فوراً کہنے لگیں۔ مَا هٰذَا بَشَرًا یعنے یہ آدمی نہیں ہے اور آپ بیخود ہو گئیں اور یہ اسی وجہ سے تھا کہ مشائخ طریقت نے کہا ہے لَیْسَ الصَّفَا مِنْ صِفَاتِ الْبَشَرِ لِاَنَّ الْبَشَرَ مَدَرٌ وَالْمَدَرُ لَا یَخْلُوْا مِنَ الْکَدَرِ یعنی صفائی بشر کی صفات سے نہیں ہے اس واسطے کہ بشر ڈھیلہ ہے اور ڈھیلہ سوائے کدورت کے اور کچھ نہیں ہے اور آدمی کو کدورت سے چارہ نہیں ہے پس صفائی کی مثال افعال سے نہیں ہو سکتی اور مجاہدہ سے بشریت زائل نہیں ہو سکتی اور اس کے اسم کو اور اسما اور القاب سے کچھ تعلق نہیں ہے یعنے صفائی دوستوں کی صفت ہے اور وہ بغیر بادل کے آفتاب ہیں اور جو شخص اپنی صفت سے فانی ہووے اور دوست صفت کے ساتھ باقی ہووے پس وہی دوست ہے اس واسطے کہ اُن کے احوال ارباب حال کے سامنے آفتاب کی طرح سے ظاہر ہیں جیسے کہ حبیب خدا محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حارثہ کا کیا حال تھا آپ نے فرمایا کہ عبد نور اللہ قلبہ بالایمان یعنے وہ ایک بندہ ہی کہ اُس کا دل نور ایمان سے روشن ہے اسی وجہ سے اُس کا چہرہ اُس کی تاثیر سے روشن ہے اور وہ خدا کے نور سے منور ہے چنانچہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے شعر

ضِیَاءُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ اِذَا اشْتَرَکَا ✦ نَمُوْذَجٌ مِنْ صِفَاءِ الْحُبِّ وَالتَّوْحِیْدِ اِذَا اشْتَبَکَا۔

یعنے آفتاب اور ماہ تاب کا نور جب ایک دوسرے کیساتھ ملتے ہیں تو اس کی مثال ایسی ہے جیسی محبت اور توحید کی صفائی ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ معجون ہو جاتی۔

ہی اور آفتاب اور ماہتاب کے نور کی وہاں کیا قدر ہی جہاں محبت اور توحید جبّار کا نور ہو۔
تاکہ اُسکے ساتھ نسبت کریں لیکن دنیا میں ایسا کوئی نور نہیں ہے کہ ان دو نور سے
زیادہ ہو اس واسطے کہ آنکھ کا نور باوجود کمال کے بھی آفتاب اور ماہتاب کے نور کو
نہیں دیکھ سکتا گو غلبہ کے وقت آفتاب اور ماہتاب آسمان کو دیکھ سکتا ہی اور دل معرفت
اور توحید اور محبت کے نور سے عرش کو دیکھ سکتا ہی اور عقبےٰ کی حال پر دنیا ہی میں مطلع
جاتا ہے۔ اور اس طریقت کے تمام مشائخ اس امر پر متفق ہیں کہ جب بندہ مقامات کی
قید سے چھوٹ جائے اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ احوال کی کدورت سے خالی ہو وے اور تغیر اور طرح طرح کے
بدلنے سے آزاد ہو جائے اور تمام اچھے احوال کے ساتھ موصوف ہووے اور وہ سب اوصاف
سے جدا ہو جائے یعنی کسی صفت نیک کی قید میں نہ رہے اور اُس کو نہ دیکھے اور اُسپر
غرور کرنے والا نہ ہو اور اُس کا حال سب عقول کے دریافت کرنے سے غائب ہو ۔۔۔
اور اُس کا زمانہ تمام گمانوں کے تصرف سے پاک ہووے اور اُس کا حضور جانے
اور اُس کے وجود کے کچھ اسباب نہ ہوں تو کانَ الصَّفَا حَضُوْرٌ بِلَا ذَهَابٍ ہو جاتا
ہے۔ اور وجود بلا اسباب کے حاضری بے غیبت کی ہے اور بے سبب اور علت
کے ایک جزو پائی جاتی ہے اس واسطے کہ جس چیز پر غیبت صورت پکڑتی ہے وہ حاضری
نہیں پاتی اور جس چیز کے پائے جانے کا کوئی سبب اور علت ہی تو وہ پائی جاتی ہے۔
اور جب اس درجہ پر پہونچ جاتا ہے تو دنیا اور عقبےٰ میں فانی ہو جاتا ہی اور اُس میں ربانی
انسانیت پیدا ہو جاتی ہے اور سونا اور ڈھیلا اُس کے نزدیک دونو برابر ہیں اور خلق
پر جو باتیں دشوار ہیں مثلاً احکام کی حفاظت وہ اُس پر سب تکالیف آسان ہو جاتی ہیں
جیسا کہ حارثہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسول صلعم نے
فرمایا کَیْفَ اَصْبَحْتَ یَا حَارِثَۃُ قَالَ اَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا بِاللّٰہِ حَقًّا فَقَالَ اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ یَا
حَارِثَۃُ اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ حَقِیْقَۃً فَمَا حَقِیْقَۃُ اِیْمَانِکَ فَقَالَ فَرَّقْتُ نَفْسِیْ عَنِ الدُّنْیَا

فَاسْتَوٰی عِنْدِیْ حَجَرُهَا وَذَهَبُهَا وَفِضَّتُهَا وَمَدَرُهَا فَاَسْهَرْتُ لَيْلِیْ وَاَظْمَأْتُ نَهَارِیْ حَتّٰی صِرْتُ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی عَرْشِ رَبِّیْ بَارِزًا وَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَهْلِ الْجَنَّةِ يَتَزَاوَرُوْنَ فِيْهَا وَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَهْلِ النَّارِ يَتَضَاغَوْنَ وَفِیْ رِوَايَةٍ يَتَعَاوَرُوْنَ یعنے ای حارثہ تونے صبح کس طرح کی کہا میں نے صبح ایسی حالت میں کی کہ میں مومن تھا اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے حارثہ غور سے دیکھو کیا کہتے ہو ہر حق کیواسطے ایک حقیقت اور برہان ہوا کرتی ہے اور تیری اس گفتار کی برہان کیا چیز ہے حارثہ نے جواب دیا کہ یہ ہے کہ میں اس دنیا سے اپنے بدن کو توڑ دوں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سونا اور پتھر اور ڈھیلا میرے نزدیک سب برابر ہیں اور جب میں دنیا سے جُدا ہو گیا تو عقبےٰ میں مل گیا یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ اور عرش کو دیکھ رہا ہوں اس پر آپ نے فرمایا کہ تونے پہچان لیا۔ فَالْزَمْ قَالَهَا ثَلٰثًا یعنی اسکو لازم پکڑ اور یہ تین مرتبہ آپ نے فرمایا۔ یعنے اے حارثہ تونے پہچان لیا اسی کو لازم پکڑ کہ اس کے سوا سب ہیچ ہے اور صوفی ایک ایسا نام ہے کہ کاملان ولایت اور محققان اولیاء کو اس نام سے پکارتے ہیں چنانچہ ایک مشائخ فرماتے ہیں کہ مَنْ صَفَاهُ الْحُبُّ فَهُوَ صَافٍ وَمَنْ صَفَاهُ الْحَبِيْبُ فَهُوَ صُوْفِیٌّ۔ یعنی جو شخص محبت میں مصفّا ہوتا ہے وہ صاف ہے اور جو دوست میں مستغرق ہو اور اُس کی غیر سے بری ہو وہ صوفی ہے اور لغت کے موافق اس اسم کا اشتقاق درست نہیں ہوتا کسی چیز سے اس وجہ سے کہ یہ بات اُس سے زیادہ عظیم ہے کہ اس کی کوئی جنس ہو کہ اُس جنس سے مشتق ہو اس واسطے کہ ایک شے کا دوسری شے سے مشتق ہونا ایک جنس ہونے کو چاہتا ہے اور جو چیز مکدر ہے وہ صفائی کے خلاف ہے اور کسی چیز کو اُس کی ضد سے مشتق نہیں کیا کرتے ہیں پس یہ بات آفتاب سے بھی زیادہ روشن اور ظاہر ہے۔ اس کے جاننے والوں کے نزدیک اور بیان کی محتاج نہیں ہے اور اشارہ کی ضرورت نہیں ہے اور لِاَنَّ الصُّوْفِیَّ مَمْنُوْعٌ عَنِ الْعِبَارَةِ

دالاشارۃ ہے۔ چونکہ صوفی کل عبارات سے ممنوع ہے اور تمام عالم اُس کا بیان کرنیوالا ہے خواہ جانیں یا نہ جانیں اور اُس نام کے جس وقت معنے حاصل ہو گئے تو کچھ اندیشہ نہیں ہے پس اے طالب صادق اہل کمال اُن کو صوفی کہتے ہیں اور ان کے طالبوں اور متعلقوں کو متصوف کہتے ہیں چونکہ تصوف مصدر باب تفعّل سے ہے اور تفعّل مقتضی تکلف کا ہے یعنے اپنے نفس پر تکلیف اٹھاتا ہے اور یہ ہی اصلی معنے تصوف کے ہیں اور اس معنے کا فرق لغت اور معنے کے حکم سے ظاہر ہے جیسا کہ اَلصَّفَا وَلَایَۃٌ وَلَہَا اٰیَۃٌ وَّرِوَایَۃٌ وَّالتَّصَوُّفُ حِکَایَۃٌ لِّلصَّفَاءِ بِلَا شِکَایَۃٍ ہے۔ یعنی صفائی ظاہر اور روشن ہے اور تصوف اُس کی اور اُس کے اہل کی حکایت ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک صوفی اور دوسری متصوف اور تیسری مستصوف پس صوفی وہ ہے کہ آپ سے فانی ہووے اور باقی بحق ہووے اور طبائع کے قبضے سے علیحدہ ہو کر حقیقت کی طرف متوجہ ہو اور متصوف وہ ہے کہ جو مجاہدہ سے اس درجہ کو تلاش کرتا ہے اور اپنی تلاش میں اپنی ذات کو ان کے معاملہ پر درست کرتا ہے اور مستصوف وہ ہے کہ جس نے دنیا کے مال اور منال اور حفظ جاہ کے واسطے اپنے کو اُن کی مثل بنا لیا ہے اور ان دونوں چیزوں سے اس کو خبر نہو یہاں تک کہا ہے اَلْمُسْتَصْوِفُ عِنْدَ الصُّوْفِیَۃِ کَالذُّبَابِ وَعِنْدَ غَیْرِھِمْ کَالذِّیَابِ یعنے مستصوف صوفی کے نزدیک حقیر ہونے کی وجہ سے مثل مکھی کے ہے اور اُس نزدیک جو کچھ وہ کرتا ہے ہوس ہے اور دوسروں کے نزدیک بھیڑیے کی سی حالت ہے کہ ہمیشہ اُسکی ہمت مُردار کی طرف متوجہ رہتی ہے پس صوفی صاحب وصول ہوتا ہے اور متصوف صاحب اصول اور مستصوف صاحب فضول ہے پس جس شخص کو وصل نصیب ہوا مقصود حاصل کرتے ہیں اور مراد کو پہنچنے میں مراد سے بے مراد ہوا اور مقصود سے بے مقصود ہوا اور جس کی اصل نصیب ہے تو وہ طریقت کے احوال پر قادر ہو گیا۔ اور اُس کے لطائف پر گوشہ نشین اور مستحکم ہوا اور جس کو فضول نصیب ہوا وہ سب سے

باز رہا اور درگاہ پر رسم کے بیٹھ رہا اور رسم کی وجہ سے ملنے سے محجوب ہو گیا۔ اور بسبب حجاب کے اصل اور وصل سے محجوب ہوا اور مشائخ نے اس قصہ میں بہت رموز لکھی ہیں یہاں تک کہ اُس کی کلیت کو شمار نہیں کر سکتی لیکن ان کی بعض رموز کو اس کتاب میں ہم بیان کریں گے انشاء اللہ تعالےٰ وباللہ التوفیق

دوسری فصل

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلصُّوفِیُّ اِذَا نَطَقَ بَانَ نُطقُہٗ عَنِ الحَقَائِقِ وَاِنْ سَکَتَ نَطَقَتْ عَنْہُ الجَوَارِحُ بِقَطْعِ العَلَائِقِ۔ یعنے صوفی وہ ہے کہ جب بولے اُس کا بیان اُس کے حال کے حقائق ہوں یعنے کوئی چیز ایسی نہ کہے کہ جو اس کے خلاف ہو اور چپ چپ رہے تو اُس کا معاملہ اس کے حال کو بیان کرے اور اُس کے حال تعلقات کے قطع کرنیکے واسطے دلیل ہو یعنے اُسکے تمام اقوال اصل صحیح پر مبنی ہوں اور اُس کے تمام افعال میں صرف تجرید یعنے جو کہے اس کا قول حق ہووے اور جب چپ رہے تو اُس کے سب فعل فقر سے ہوویں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اَلتَّصَوُّفُ نَعْتٌ اُقِیْمَ العَبْدُ فِیْہِ قِیْلَ نَعْتٌ لِلْعَبْدِ اَمْ لِلْحَقِّ فَقَالَ نَعْتُ الحَقِّ حَقِیْقَۃٌ وَنَعْتُ العَبْدِ رَسْمٌ یعنے تصوف ایک صفت ہے کہ بندہ اُس کے ساتھ قایم رہتا ہے پس لوگوں نے کہا کہ صفت حق کی ہی یا خلق کی تو جواب دیا کہ حقیقت خدا کی صفت ہے اور اُس کی رسم خلق کی صفت ہے یعنے اُس کی حقیقت بندہ کی صفت فنا کرنیکی مقتضی ہے اور بندہ کی صفت کا فنا حق کی صفت کی بقا سے ہوتا ہے اور یہ صفت حق کی ہی اور اس کی رسم بندہ کے مجاہدہ کی ہمیشگی کی مقتضی ہے اور ہمیشہ مجاہدہ کرنا بندہ کی صفت ہی اور جب دوسرے معنے لیے جائیں تو ایسے ہونگے کہ توحید کی حقیقت میں کسی بندہ کو صفت

درست حاصل نہیں ہوتی۔ اس وجہ سے کہ بندہ کی صفتیں ہمیشہ نہیں رہتی ہیں اور خلق کی صفت صرف رسم ہے اس واسطے کہ خلق کی لغت باقی نہیں رہتی بلکہ وہ حق کا فعل ہوتا ہے پس حقیقت میں حق کی صفت کہنا چاہیئے اور اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ خدائے تعالیٰ نے بندہ کے واسطے فرمایا ہے کہ روزہ رکھو تو اس روزہ رکھنے کی وجہ سے صائمی کا لقب پایا اور رسم کے اعتبار سے وہ صوم بندہ سے سرزد ہوتا ہے اور حقیقت میں حق کی طرف سے کہنا چاہیئے جیسا کہ خدا اور رسول نے فرمایا ہے اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ یعنے روزہ میرے واسطے ہی اس واسطے کہ جو کچھ اس کا کیا ہوا ہے سب اسی کی ملک ہے اور خلق کی طرف اس کی نسبت مجازاً ہے۔ اور حضرت ابوالحسن۔ نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اَلتَّصَوُّفُ تَرْکُ کُلِّ حَظٍّ لِّلنَّفْسِ۔ یعنے تصوف کل حظوظ نفسانی کے ترک کا نام ہے اور یہ دو قسم پر ہی یعنے ایک رسم ہی اور دوسری حقیقت ہے اور یہ وہ بات ہے کہ اگر وہ حظ کو چھوڑ دے تو حظ کا چھوڑنا بھی حظ ہی پس یہ رسم ہے اور اگر حظ اس کو چھوڑ دے تو یہ حظ کا فنا کر دینا ہے اور اس معنے کا تعلق حقیقت میں مشاہدہ ہے پس حظ کا ترک کر دینا بندہ کا فعل ہی اور حظ کا فناہ کر دینا خدا کا فعل ہے اور بندہ کا فعل رسم اور مجازاً ہوا کرتا ہے اور خدا کا فعل حقیقت ہوتا ہی اور اس قول سے حضرت جنید کا قول معلوم ہوا کہ جو اس سے پہلے بیان ہو چکا ہی اور حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلصُّوْفِیَۃُ ھُمُ الَّذِیْنَ صَفَتْ اَرْوَاحُھُمْ فَصَارُوْا فِی الصَّفِّ الْاَوَّلِ بَیْنَ یَدَیِ الْحَقِّ یعنے صوفی وہ لوگ ہیں جن کی جانیں بشریت کی کدورت سے آزاد ہو گئی ہیں اور نفسانی آفتوں سے صاف ہو کر اخلاص کی ہوا کھاتی ہیں یہاں تک کہ صف اوّل اور درجہ اعلیٰ پر خدا کے ساتھ آرام کر رہی ہیں اور غیر خدا سے مطلق بری ہو گئی ہیں چنانچہ پھر وہی فرماتے ہیں۔ اَلصُّوْفِیُّ الَّذِیْ لَا یَمْلِکُ وَلَا یُمْلَکُ یعنے صوفی وہ ہے کہ اس کی ملک میں کوئی چیز نہ ہو

اور وہ بھی کسی چیز کی ملک نہ ہو اور یہی معنے عین فنا ہونے کے ہیں کہ فانی الصفت نہ مالک ہوتا ہے اور نہ مملوک اس واسطے کہ مالک ہونا موجودات کیساتھ صحیح ہوتا ہے اور اس سے یہ مراد ہے کہ صوفی دنیا کا متاع اور عقبیٰ کی زینت کچھ اپنی ملک نہیں کرتا ہی اس واسطے کہ وہ خود اپنی ملک ہیں اور اپنے نفس کے حکم میں نہیں ہوتا ہی جیسا کہ بادشاہ اپنا اعتقاد دوسرے کی طرف سے توڑ دیتا ہے اس وجہ سے کہ دوسرا بندگی کی خواہش اُس سے نہ رکھے اور یہ قول اُس گروہ کیواسطے بہت اچھا ہے جو کل کو فنا کہتے ہیں۔ اور ہم ان کی غلط کاریاں اس کتاب میں انشاء اللہ تعالےٰ بیان کریں گے تاکہ تجھ کو معلوم ہو جاوے ابن الجلاء دمشقی کہتے ہیں اَلتَّصَوُّفُ حَقِیْقَۃٌ لَا رَسْمَ لَہٗ یعنی تصوف اُس حقیقت کا نام ہے جس کی کوئی رسم نہیں ہے اس وجہ سے کہ رسم خلق کا حصہ معاملات میں ہے اور اُس کی حقیقت خدا کا خاصہ ہی چونکہ تصوف خلق سے اعراض کرنے کا نام ہی اسیواسطے اُس کی کوئی رسم نہیں ہے حضرت ابو عمر دمشقی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اَلتَّصَوُّفُ رُؤْیَۃُ الْکَوْنِ بِعَیْنِ النَّقْصِ بَلْ غَضُّ الطَّرْفِ عَنِ الْکَوْنِ۔ یعنے تصوف وہ ہے کہ سوائے عین نقصان کے اور کچھ نہ دیکھے اور یہ دلیل بقائے صفت کی ہی بلکہ کون سے آنکھ اُٹھالے اور یہ دلیل فنا رصفت کی ہے اس وجہ سے کہ منظر کون میں ہوتی ہے اور جب کون ہی نہ رہا تو منظر خود نہ رہی اور کون سے جب نظر کو اُٹھا لیا تو اس کے یہ معنے ہیں کہ بصیرت رُوحانی باقی رہجاتی ہے یعنے جو شخص اپنی ذات سے اندھا ہو جاتا ہی خدا کو دیکھتا ہے اس وجہ سے کہ طالب کون بھی طالب ہوتا ہے اور اُسکا کام اُس سے اُس کی ذات کے واسطے ہوتا ہے اور اُس کو سوائے اپنے کوئی راہ نہیں ہوتی ہے پس ایک شخص اپنے کو دیکھتا ہے لیکن ناقص دیکھتا ہے اور ایک شخص نظر اپنے اوپر سے اُٹھالیتا ہی اور کچھ نہیں دیکھتا ہے اور جو شخص کہ دیکھتا ہے اگرچہ وہ ناقص دیکھتا ہی مگر اس کا دیدہ حجاب میں ہے اور جو شخص دیکھتا ہی وہ بینائی میں محجوب رہتا ہے اور جو شخص نہیں دیکھتا ہے

نابینائی میں محجوب ہوتا ہے اور یہ اصلی قول ہی جو طریق تصوف میں ہی اور ارباب معانی کے نزدیک بھی درست ہے لیکن یہ جگہ اس حدیث کی بیان کی نہیں ہے اور ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلتَّصَوُّفُ شِرْکٌ لِاَنَّہٗ صِیَانَۃُ الْقَلْبِ عَنْ رُؤْیَۃِ الْغَیْرِ وَلَاغَیْرَ یعنے تصوف شرک ہے اس وجہ سے کہ وہ دلکو نگاہ رکھتا ہے غیر کے دیکھنے سے اور غیر کا وجود حقیقت میں نہیں ہے یعنی توحید ثابت کرنے میں غیر کی رویت شرک ہے اور جب دل میں غیر کی قیمت نہیں ہے تو اس کو غیر کے ذکر سے نگاہ رکھنا محال ہے حضرت حصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلتَّصَوُّفُ صَفَاءُ السِّرِّ مِنْ کُدُوْرَۃِ الْمُخَالَفَۃِ. یعنے تصوف دل اور بھید کی صفائی کا نام ہے مخالفت کی کدورت سے اور اس کے یہ معنے ہیں. کہ بھید کو خدا کی مخالفت سے نگاہ رکھے اس واسطے کہ دوستی موافقت کا نام ہے، اور موافقت مخالفت کی ضد ہے اور دوست کو ہر حالت میں اور تمام عالم میں دوست کے حکم کی تعمیل کے سوا اور کچھ نہیں چاہیئے اور جب مراد ایک ہوتی ہے تو مخالفت نہیں ہوتی ہے حضرت محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب رضے اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اَلتَّصَوُّفُ خُلُقٌ فَمَنْ زَادَ عَلَیْکَ فِی الْخُلُقِ زَادَ عَلَیْکَ فِی التَّصَوُّفِ۔ یعنے تصوف خوش اخلاقی کا نام ہے یعنے جو شخص نیک خوئی زیادہ کرتا ہے صوفی زیادہ ہوتا ہے اور نیک خوئی دو طرح پر ہوتی ہے ایک۔ خدا کے ساتھ دوسری خلق کے ساتھ پس خدا کے ساتھ نیک خوئی یہ ہے کہ اُس کی رضا پر راضی رہے اور اُس کی قضا کے تابع ہووے اور خلق کے ساتھ نیک خوئی یہ ہے کہ انکی صحبت کا تحمل محض خدا کی رضامندی کی غرض سے ہو اور یہ دونوں باتیں طالب کو حاصل ہوتی ہیں اور خدائے تعالیٰ طالب کی رضامندی اور ناراضی سے بے پرواہ ہے اور یہ دونوں صفتیں اُس کی وحدانیت کے نظارہ کے ساتھ متعلق ہیں اور حضرت ابو محمد مرتعش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اَلصُّوْفِیُّ لَا یَسْبِقُ ھِمَّتُہٗ خُطْوَتَہٗ اَلْبَتَّۃَ. یعنے البتہ صوفی وہ شخص ہے کہ اُس کا اندیشہ اُس کے

قدم کے ساتھ برابر ہو وے یعنے سب حاضر ہو اور دل کی جگہ تن ہو اور تن کی جگہ دل ہو او
دل کی جگہ قدم اور قدم کی جگہ دل ہو اور یہ علامت حضوری بے عیب کی ہے برخلاف
اس بات کے کہ کہیں کہ آپ سے غائب ہے اور خدا کے سامنے حاضر ہے یہ بات نہیں بلکہ
خدا کے ساتھ ظاہر ہے اور اپنے ساتھ حاضر یہ عبارت جمع الجمع کی تھی اس وجہ سے کہ جب تک اپنی
رؤیت اپنے ساتھ ہوتی ہے اپنے سے غیبت نہیں ہوتی اور جب رؤیت دور ہو گئی۔ تو
حضوری ہے اور اس بات کی خصوصیت کا تعلق بقول حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے ہے
اَلصُّوفِی لَا یَرٰی فِی الدَّارَیْنِ مَعَ اللّٰہِ غَیْرَ اللّٰہِ یعنے صوفی وہ ہے کہ دونوں جہان
میں سوائے خدائے عزوجل کے کوئی چیز دیکھے اور سب امور میں بندہ کی ہستی غیر ہے
اور جب غیر کو نہیں دیکھیگا تو بس اپنی ذات کو نہ دیکھے گا اور اپنے آپ سے اپنے نفی اور
اثبات کے وقت سے بالکل فارغ ہو جائیگا چنانچہ جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اَلتَّصَوُّفُ
مَبْنِیٌّ عَلٰی ثَمَانِ خِصَالٍ اَلسَّخَاءُ وَالرِّضَاءُ وَالصَّبْرُ وَالْاِشَارَۃُ وَالْغُرْبَۃُ وَلُبْسُ الصُّوْفِ
وَالسِّیَاحَۃُ وَالْفَقْرُ اَمَّا السَّخَاءُ فَلِاِبْرَاھِیْمَ وَاَمَّا الرِّضَاءُ فَلِاِسْمَاعِیْلَ وَاَمَّا
الصَّبْرُ فَلِاَیُّوْبَ وَاَمَّا الْاِشَارَۃُ فَلِزَکَرِیَّا وَاَمَّا الْغُرْبَۃُ فَلِیَحْیٰی وَاَمَّا لُبْسُ
الصُّوْفِ فَلِمُوْسٰی وَاَمَّا السِّیَاحَۃُ فَلِعِیْسٰی وَاَمَّا الْفَقْرُ فَلِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ یعنی تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر ہے اور آٹھ
پیغمبروں کی پیروی ان آٹھ باتوں میں ہے یعنے سخاوت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام
کی کہ آپ ایسے تھے کہ آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو راہ مولا میں قربان کر دیا
اور رضا میں اسمٰعیل علیہ السلام کی کہ خدا کی راہ میں قربان ہونے پر راضی ہو گئے اور اپنی جان عزیز کا کچھ خیال نہ کیا
اور صبر میں حضرت ایوب علیہ السلام کی کہ کیڑوں کی بلا میں آپ نے صبر کیا اور اشارات
میں حضرت ذکریا علیہ السلام کی کہ خدائے تعالے نے فرمایا اَنْ لَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ
ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا۔ اور اسی سورت میں کہا ہے۔ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا

اور غربت میں یحییٰ کی کہ اپنے وطن میں بھی غریب تھے اور باوجود اپنے اعزا اور اقربا میں رہنے کے ان سے بیگانہ تھے اور سیاحت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کہ آپ سیاحت میں ایسے تنہا تھے کہ سوائے ایک پیالہ اور کنگھی کے اور کچھ نہ رکھتے تھے اور جب آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ چلّو سے پانی پی رہا ہے تو پیالہ کو بھی پھینکدیا اور جب دیکھا کہ ایک شخص انگلیوں سے خلال کر رہا ہے کنگھی کو بھی پھینکدیا اور صوف پہننے میں حضرت موسیٰ کی آپکے کپڑے پشمینے کے ہوتے تھے اور فقر میں حضور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی کہ خدائے تعالیٰ نے سب خزانوں کی کنجیاں یعنی تمام روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں آپ کو بھیجدیں اور حکم کیا کہ تم تکلیف نہ اٹھاؤ اور ان خزانوں سے اپنی کو آراستہ کرو آپ نے فرمایا کہ نہیں میں تو یہ چاہتا ہوں کہ خدا مجھ کو ایک روز سیر کرے اور دو روز بھوکا رکھے اور یہ اصول بہت ہی اچھا ہے اور حضرت حصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلصُّوْفِیُّ لَا یُوْجَدُ بَعْدَ عَدَمِہٖ وَلَا یُعْدَمُ بَعْدَ وُجُوْدِہٖ ٭ یعنے صوفی وہ ہے کہ اس کی ہستی کو نیستی نہ ہو یعنے جو کچھ پاوے اس کو گم نہ کرے اور جو گم کرے اس کو ہرگز نہ پائے اور دوسرے معنے یہ ہیں کہ اس کی یافت کو ہرگز نایافت نہ ہو تا کہ اثبات بلا نفی کے ہو اور نفی بلا اثبات کے ہو اور اس سب عبارت کا یہ مطلب ہے کہ اس کی بشریت بالکل دور ہو جائے اور جسمانی حالات اس کے سب فوت ہو جائیں اور سب سے اس کی نسبت منقطع ہو جائے تا کہ بشریت کا بھید اس شخص کے حق میں ظاہر ہو جاوے تا کہ اس کی ذات میں سب نسبتیں جمع ہو کر خود بخود قائم ہو جائیں اور اس کی صورت دو پیغمبروں کے درمیان میں ظاہر ہو سکتی ہے ایک حضرت موسےٰ علیہ السلام کی کہ ان کے وجود میں عدم نہ تھا یہاں تک کہ آپ نے فرمایا رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ اور دوسرے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہ آپ کے عدم میں وجود نہ تھا یہاں تک کہ فرمایا گیا اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ

یعنے ایک نے آرایش چاہی اور زینت طلب کی اور دوسرے کو خود آراستہ کیا اور اُس نے تو خود نچا ہا حضرت علی بن بندار صیرفی نیشا پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اَلتَّصَوُّفُ اِسْقَاطُ الرُّؤْیَۃِ لِلْحَقِّ ظَاھِرًا وَّ بَاطِنًا یعنے تصوف وہ ہی کہ اس کا اہل اپنے ظاہر و باطن کو نہ دیکھے بلکہ ہر چیز میں خدا کو دیکھے چنانچہ تو اگر اُس کا ظاہر دیکھے نشان توفیق تجھکو معلوم ہوا اور جب تو غور کرے تو اُس کے ظاہر کے معاملات اُسکی توفیق کے مقابلہ میں پشہ کے پر کی برابر بھی نہیں ہیں ظاہری حالت کی طرف کچھ توجہ نہ کرے اور تو جب باطن کی طرف غور کرے تو اس میں تائید آلہی کا نشان پائے اور جب تو غور کرے تو اُس کے باطنی معاملات خدا کی تائید کے مقابلہ میں ذرہ کی برابر بھی نہیں ہیں پس تو باطن کی طرف کچھ توجہ نہ کرے سب خدا ہی کی طرف سے تو دیکھے۔ جب تو سب چیز میں خدا کو دیکھے تو اپنے کو بالکل ہیچ سمجھے اور محمد بن احمد مقری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اَلتَّصَوُّفُ اِسْتِقَامَۃُ الْاَحْوَالِ مَعَ الْحَقِّ۔ یعنی تصوف کے معنے ہیں احوال کا خدا کے ساتھ قائم رکھنا یعنے احوال صوفی کے سر کو حال سے نہ پھیرے اور کجروی کی طرف مائل نہ کرے اس وجہ سے کہ جس شخص کا دل احوال میں پھنسا ہوا ہے اسکو اقامت کے درجہ سے نہ گرادے اور اسکو وصول حق سے باز نہ رکھے

تیسری فصل

جو کچھ معاملات میں کہا ہے ابو حفص حداد نیشا پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلتَّصَوُّفُ کُلُّہٗ اَدَبٌ وَلِکُلِّ وَقْتٍ اَدَبٌ وَلِکُلِّ مَقَامٍ اَدَبٌ وَلِکُلِّ حَالٍ اَدَبٌ فَمَنْ لَّزِمَ اَدَبَ الْاَوْقَاتِ بَلَغَ مَبْلَغَ الرِّجَالِ وَمَنْ ضَیَّعَ الْاَدَابَ فَھُوَ بَعِیْدٌ مِّنْ حَیْثُ یَظُنُّ الْقُرْبَ یعنے تصوف سب چیزوں کے ساتھ ادب رکھنے کا نام ہی کہ ہر وقت اور ہر مقام اور ہر حال کے واسطے ادب ہوا کرتا ہے یعنے جو شخص اوقات کی آداب کی ملازمت

کرتا ہے وہ مردوں کے درجہ کو پہونچ جاتا ہے اور جو شخص آداب ضائع کرتا ہی وہ نزدیکی کے گمان سے دور رہتا ہے وہ مردود ہے اور خدا کے مقبول ہونے کا اُس کو گمان نہیں کرنا چاہیئے اور یہ بات حضرت ابوالحسن کے قول سے ثابت ہی وہ فرماتے ہیں۔ لَیْسَ التَّصَوُّفُ رُسُوْمًا وَّلَا عُلُوْمًا وَّلٰکِنَّہٗ اَخْلَاقٌ یعنی تصوف رسوم اور علوم کا نام نہیں ہی بلکہ اخلاق کا نام ہی یعنے اگر رسوم ہوتا مجاہدہ سے حاصل ہوتا اور اگر علوم ہوتا تو تعلیم سے حاصل ہوتا اور اگر نہ علم ہوتا تو تعلیم سے حاصل نہ ہوتا پس معلوم ہوا کہ اخلاق کا نام تصوف ہے یعنے جبتک اُس کا حکم تو اپنے بیں نہ چاہے گا اور اُس کا معاملہ اپنے ساتھ درست نہ کرے گا اور اُس کا انصاف خود نہ کریگا جبتک تصوف تجھ کو حاصل نہیں ہوگا۔ اور رسوم اور اخلاق میں یہ فرق کہ رسوم نام ہے اُس فعل کا جو تکلف اور اسباب سے حاصل ہوتا ہے جیسے یہ کہ اُس کا ظاہر باطن کے خلاف ہو اور اُس کا فعل معنے سے خالی ہو اور اخلاق ایک فعل نیک کا نام ہے کہ جو بے تکلف اور بے اسباب ظاہر کے ہوتا ہے اور وہ موافق باطن کے ہوتا ہے۔ اور دعوے سے خالی ہوتا ہے حضرت مرتعش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلتَّصَوُّفُ حُسْنُ الْخُلْقِ یعنے تصوف خلق نیک کا نام ہی اور یہ تین قسم پر ہوتا ہے ایک تو خدا کے ساتھ اُس کے احکام بے ریا کے ادا کرتا ہے اور دوسری خلق کے ساتھ اس طرح سے کہ بڑوں کی عزت اور حرمت رکھنا اور چھوٹوں پر شفقت کرنا اور کسی سے انصاف اور عوض نہ چاہنا۔ اور تیسری خواہش نفسانی اور شیطانی کا اتباع نہ کرنا پس جو شخص ان تینوں باتوں میں اپنے کو درست کری وہ نیک عادت والوں میں سے ہے اور یہ جو میں نے زیادہ لکھا ہے۔ یہ اُس کے موافق ہی کہ جو ایک شخص نے حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خلق بتلائیے آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں یہ آیت پڑھ اللہ تعالےٰ خبر دیتا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِیْنَ اور حضرت مرتعش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ھٰذَا مَذْھَبٌ کُلُّہٗ جِدٌّ فَلَا تَخْلِطُوْہُ بِشَیْءٍ

مِنَ الْهَزْلِ یعنی یہ تصوف کا مذہب نہایت عمدہ اور مزہ دار ہے اس کو ہزل کیساتھ نہ ملاؤ اور عام لوگوں کے معاملات کے ساتھ مخلوط نہ کرو اور بُرے لوگوں کی پیروی سے پرہیز کرو اور جب عام لوگوں نے اہل زمانہ کو دیکھا اور اہل زمانہ کے متصوفہ کو دیکھا کہ ناچتے ہیں اور گاتے ہیں اور بادشاہوں کے یہاں ایک ذلت کی نوبت بلکہ ایک لقمہ کے واسطے جاکر لڑتے اور جھگڑتے ہیں تو سب کے ساتھ بد اعتقاد ہو گئے۔ اور خیال یہ کیا کہ اس طریقہ کی اصل یہی ہے اور متقدمین بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے اور یہ نہ جانا کہ یہ زمانہ فترت کا ہے اور زمانہ آدمی کو بلا میں ڈالتا ہے جیسے حرص بادشاہ کو اور طمع عالم کو بدکاری اور زنا میں مبتلا کر دیتی ہے اور ریا سے زاہد منافق ہو جاتا ہے۔ اور خواہش نفسانی بھی صوفی کو ناچ میں گرفتار کر دیتی ہے پس جاننا چاہیئے کہ اہل طریقت تباہ ہو جاتے ہیں اور طریقت کی اصل تباہ نہیں ہوتی اور جاننا چاہیئے کہ اگر کوئی گروہ اہل ہزل سے اپنے ہزل کو جد میں چھپائے تو ان کا جد ہزل نہیں ہو سکتا حضرت ابوعلی قزوینی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلتَّصَوُّفُ هُوَ الْاَخْلَاقُ الرَّضِيَّةُ یعنے تصوف اخلاق پسندیدہ کا نام ہے اور پسندیدہ کام یہ ہے کہ بندہ ہر حال میں خدا پر تکیہ کرے اور رضا پر راضی رہے اور حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلتَّصَوُّفُ هُوَ الْحُرِّيَّةُ وَالْفُتُوَّةُ وَتَرْكُ التَّكَلُّفِ وَالسَّخَاءُ وَبَذْلُ الدُّنْيَا یعنے تصوف آزادی کا نام ہے کہ جو بندہ کو خواہش نفسانی سے آزاد کر دے اور فتوت یہ ہے کہ مجرد ہے اور ترک تکلف یہ ہے کہ متعلقات اور نصیب میں کوشش نہ کرے اور سخاوت یہ ہے کہ دنیا کو معہ اہل دنیا کے چھوڑے اور حضرت ابوالحسن فوشنجہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اَلتَّصَوُّفُ الْيَوْمَ اِسْمٌ وَلَا حَقِيْقَةَ وَقَدْ كَانَ حَقِيْقَةً وَّلَا اِسْمَ یعنے تصوف آجکل ایک بے حقیقت نام ہے اور اس سے پہلے حقیقت بلا نام کے تھا یعنے صحابہ اور سلف رحمہم اللہ کے زمانہ میں یہ اسم نہ تھا اور اس کے معنے ہر شخص میں پائے جاتے تھے اور اب اسم رہگیا ہے معنے کچھ نہیں یعنی معاملات معروف

تھے اور دعوے مجہول تھے اب دعوے معروف ہیں اور معاملات مجہول ہیں، اب تھوڑے سے مشائخ کے خیالات کی تحقیق تصوف کے بیان میں لکھتا ہوں تاکہ تجھپر طریق واضح ہو جائے کہ اور اُس کے منکروں سے یہ کہو تمہاری انکار تصوف سے کیا مراد ہی اگر محض اسم کا انکار کرتے ہو تو کچھ حرج نہیں اس واسطے کہ مسمیات کے حق میں معانی غیر ہیں اور اگر بعینہٖ ان معانی کا انکار کرتے ہیں تو کل شریعت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خصال ستودہ کی انکار کرتا ہی اللہ تجھ کو نیک بخت کرے میں اولیا کے سعادات کی تجھکو اطلاع کرتا ہوں تاکہ تو اُن کے حق کی رعایت کرے اور انصاف کرے اسلیئے کہ دعوے نہ کرے اور اہل تصوف کے ساتھ نیک اعتقاد رکھے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ

الباب الربع فی لبس المرقعات

پہلی فصل

جاننا چاہیئے کہ متصوفہ کا طریقہ کملی اور گدڑی پہننے کا ہی اور سنت بھی یہ ہی ہی حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عَلَیْکُمْ بِلُبْسِ الصُّوْفِ تَجِدُوْنَ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ فِیْ قُلُوْبِکُمْ یعنے صوف کا لباس پہننا اختیار کرو کہ ایمان کی شیرینی اپنے دلوں میں پاؤ گے، اور ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَلْبَسُ الصُّوْفَ وَیَرْکَبُ الْحِمَارَ یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوف پہنا کرتے تھے اور حمار پر سوار ہوا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے فرمایا لَا تُضَیِّعِی الثَّوْبَ حَتّٰی تُرَقِّعِیْہِ یعنے اسے عائشہ کپڑے کو ضائع نہ کر یہاں تک کہ پیوند کے کام آوے، اور روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

جامہ پشمین پہنتے تھے اور خر پر سوار ہوتے تھے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہی کہ آپ کے پاس ایک گدڑی تھی جس میں تیس پیوند تھے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہی آپ نے فرمایا ہے کہ سب سے بہتر کپڑا وہ ہی کہ اُس کا بوجھ اور خرچ کم ہو اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہی کہ آپ ایسا پیراہن رکھتے تھے کہ اُس کی آستین انگلیوں تک ہوتی تھی اور اگر آپ کسی وقت دراز پیراہن پہنتے تھے تو آستین کا سر پھاڑ دیتے تھے رسول خدا صلعم کو خدائے تعالیٰ نے حکم بھیجا کہ اپنا پیراہن کم کرو جیسا کہ فرمایا وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ یعنی اپنا پیراہن کم کرو اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر بدریوں کو دیکھا سب کو دیکھا کہ جامہ پشمین تھا اور حضرت صدیق اکبر اپنے مجرد ہونے کے حال میں صوف کا جامہ پہنتے تھے اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سلمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ایک کمبل جس میں پیوند لگے ہوئے تھے پہنتے اور امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ہرم بن حیان کا بیٹا رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو جامہ پشمین کہ اُس پر پیوند لگے تھے، پہنے ہوئے دیکھا اور حضرت حسن بصری اور حضرت مالک بن دینار اور سفیان ثوری رحمہم اللہ سب صوف پیوند لگا ہوا پہنتے تھے اور حضرت امام عالم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں اور یہ مشائخ کی تاریخ کی کتاب میں بھی ہی کہ محمد بن علی حکیم ترمذی نے تصنیف کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ وہ پہلے صوف پہنتے تھے اور پھر گوشہ نشینی کا ارادہ کیا یہانتک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے اُن سے فرمایا کہ تم کو خلق میں رہنا چاہیئے اس وجہ سے کہ تو میری سنت کے زندہ کرنے کا سبب ہے آپ اُسی وقت گوشہ سے اُٹھے اور پھر کوئی ایسا کپڑا نہ پہنا جس کی کوئی قیمت ہوتی اور داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے صوف کا لباس پہنا وہ بھی محققین متصوفہ سے تھے۔ اور حضرت

ابراہیم ادہم حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس صوف کا لباس پہن کر آئے اُن کے اصحاب نے حقارت کی نگاہ سے دیکھا تو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے سردار ابراہیم بن ادہم آئے اصحاب نے کہا کہ امام کی زبان پر یہ بات شاید ہنسی کی رو سے گذری یہ سرداری کس وجہ سے حاصل ہوئی انہوں نے کہا چونکہ خداوند تعالےٰ کی خدمت میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں اور ہم تنہا اپنی خدمت میں ہیں اس وجہ سے وہ ہمارے سردار ہوئے اور اگر اب بعضے زمانہ والے گدڑی پہننے سے خلق کو جاہ و جمال اپنا دکھاتے ہیں اور دل میں ظاہر کے موافق نہیں ہیں تو روا ہے کہ لشکر میں لڑنے والا ایک ہووے اور تمام گروہ میں محقق تھوڑے ہوتے ہیں لیکن جب ان کی ایک چیز میں کسی سے مشابہت ہوتی ہے تو سب کی نسبت اُن کی طرف کرتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ یعنے جو شخص کسی قوم کیساتھ دوستی کرتا ہے رفتار میں یا اعتقاد میں وہ اُس قوم سے ہے یہاں تک کہ بعض گروہ کی نظر ان کی معاملات ظاہری پر پڑتی ہے اور بعض گروہ اُن کے صفائی باطن کے بھید کو دیکھتا ہے اور سب باتوں میں۔ متصوفہ کی صحبت کا قصد کرتا ہے پس چار باتوں سے باہر نہیں ہوتا ایک گروہ کو باطن کی صفائی اور خاطر کی جلا اور طبیعت کی لطافت اور مزاج کا اعتدال اور اندرونی صحت انکے اسرار کی معلوم ہوتی ہے تاکہ محققین کی قربت اور ان کے مرتبہ کو دیکھیں اور اس درجہ کی ارادت اُن کے دامنگیر ہو اور ان کے ساتھ تعلق کریں بینائی دل سے اور ان کی ابتدائی حال میں حالات ظاہر ہوتے رہیں اور ہوا و ہوس سے مجرد اور روگردان رہیں اور دوسرے گروہ کو صلاح تن اور عفت دل اور سکون اور سلامت ظاہری حاصل ہووے تاکہ شریعت کا سبق اور حفظ آداب اور حسن معاملات دیکھیں اور انکی صحبت اختیار کریں اور صلاح قبول کریں اور اُن کا ابتدائی حال مجاہدت اور حسن معاملت کیساتھ ہوتا ہے اور دوسرے گروہ کو انسانیت کی مروت اور مجالست کا طریقہ اور حسن سیرت ان کے

افعال ہیں پیدا ہو جائے اور چھوٹوں کے ساتھ ہمدردی کریں اور اپنے برابر والوں سے صحبت رکھیں اور طلب زیادتی سے آرام کریں اور قناعت کے ساتھ رہکر ان کی صحبت کا قصد کریں اور طریق کوشش ورنجی دنیا کی تلاش کو اپنے اوپر آسان کریں اور فارغ ہوکر اپنے کو تمام نیکیوں سے ظاہر کریں اور دوسرے گروہ کو طبیعت کی سستی اور نفس کی رعونت اور ریاست کی تلاش بے اسباب کے ہوتی ہے مراد اس سے یہ ہے کہ اُن کا قصد مسند نشین ہونے کا بے فضل ہونے کی ہے اور تخصیص بے علم کی ان کے افعال میں ظاہر ہوتی ہے بجز ظاہری حالت کے اور کچھ نہیں ہے ان کی صحبت کا ارادہ کرتے ہیں اور یہ اُن کی خلق وکرم کی ساتھ مدارات اور ظاہرداری کرتے ہیں اور بظاہر اس کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں اس وجہ سے کہ ان کے دلوں میں حق بات کچھ نہیں ہوتی اور ان کے بدنوں پر مجاہدت کی وجہ سے طریقت کی تلاش کچھ نہیں اور خلق کو چاہیے کہ ان کی حرمت رکھیں جیسی کہ محققین کی اور ان لوگوں سے فخر کریں جیسے کہ خدا کے خاص بندوں سے اور ان کی صحبت اور ان کے تعلق سے یہ چاہیں کہ آفات سے اپنے کو ان کی وجہ سے پوشیدہ رکھیں اور ان کا لباس پہنیں اور بے معاملہ کی ان کا لباس خود چلاتا ہی بوجہ کذب کے اس وجہ سے کہ وہ لباس غرور اور حسرت ہے قیامت کے دن جیسا کہ فرمایا مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ٥ یعنی اُن کی مثل جو کہ توریت کو اُٹھاتے ہیں یعنی پہلے اس پر عمل کرنا اختیار کرتے ہیں پھر اُس کو نہیں اُٹھاتے یعنی عمل نہیں کرتے مثل اُس گدھے کی ہے کہ وہ کتابیں اُٹھاتا ہی پس بُری مثل ہے اُس قوم کی کہ جو اللہ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ظالموں کی قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔ اور اس زمانہ میں یہ گروہ کثرت سے ہیں پس تجھ کو لازم ہے کہ جو کچھ تو نے نہیں کیا ہی اُس کا تو قصد نہ کر اسواسطے کہ تو اگر ہزار بار طریقت قبول کرنے کا قصد کریگا تو ایسا ہو گا کہ ایک لحظہ بھی تجھکو طریقت قبول

کہرے اس وجہ سے کہ یہ کام خرقہ سے نہیں ہوا کرتا ہے بلکہ حرفت سے جب کوئی طریقت کا آشنا ہوتا ہے تو اس کی قبا مثل عبا کے ہوتی ہے اور جب اس سے کوئی غیر ہو تو اس کی گدڑی اس کے واسطے فرمان بدبختی قیامت کے دن کی ہے جیسا کہ اس پیر بزرگ سے لوگوں نے کہا لِمَ لَا تَلْبَسُ الْمُرَقَّعَةَ قَالَ مِنَ النِّفَاقِ اَنْ تَلْبَسَ لِبَاسَ الْفِتْيَانِ وَلَا تَدْخُلُ فِي حَمْلِ اَثْقَالِ الْفُتُوَّةِ۔ یعنے تو گدڑی کیوں نہیں پہنتا کہا کہ یہ بات نفاق کی ہے جوان مردوں کا لباس پہنا جائے اور جوانمردوں کا بوجھ نہ اٹھائے اس واسطے کہ جوان مردوں کا لباس پہننا اور ان کے سے کام نہ کرنا منافقی کی بات ہے پس اگر یہہ لباس اس واسطے ہے کہ تجھکو خدا پہچانے کہ تو اس کا خاص آدمی ہے تو تجھ کو بے لباس کے بھی پہچان لیگا اور اگر اس واسطے ہے کہ خلق کو دکھائے کہ اس خدا تعالیٰ کا بندہ ہوں تو اگر واقع میں ہے تو تو یہ ریاکاری ہے اور اگر نہیں ہے تو نفاق ہے اور یہ راہ بہت سخت ہے اور اہل معرفت کا درجہ اس سے بہت بڑا ہے کہ کپڑے سے مشہور ہوں اَلصَّفَاءُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی اِنْعَامٌ وَّاِكْرَامٌ وَّالصُّوْفُ لِبَاسُ الْاَنْعَامِ۔ یعنے صفائی خدا سے بندہ کی طرف ایک نعمت اور کرامت ہے اور صوف گھوڑوں کا لباس ہے پس آرایش ظاہری ایک قسم کا حیلہ ہے اور بعض گروہ اس کو قربت سمجھتے ہیں اور جو کچھ ان کے ذمہ ہے بجالاتے ہیں اور ظاہر کو آراستہ کرتے ہیں اور ان کی امید جو کچھ اُن سے ہی بر لاتے ہیں اور مشائخ نے اس قصہ کو اپنے مریدوں سے مرقعات کی آرایش اور زینت کے واسطے فرمایا ہے اور خود بھی کہا ہے تاکہ خلق میں نشانی ہووے اور تمام خلق کو ان کا پاسبان کیا ہے کہ اگر ایک قدم اُن کے برخلاف رکھیں سب ان پر زبان طعنے اور ملامت کے کھولیں اور اگر چاہیں کہ اس جامہ میں گناہ کریں تو خلق کی شرم سے نہ کرسکیں اور خلاصہ یہ کہ گدڑی میں خدا کے اولیاء کی زینت ہے اس وجہ سے عام لوگوں نے اسکی وجہ سے اُن کو عزیز کیا اور خاصوں نے ذلیل کیا یعنی عزت عام لوگوں کی اس حیثیت سے ہے کہ جب وہ خرقہ پہن لیں

تو خلق اُن کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں اور خواص کی ذلت اسوجہ سے کہ جب وہ خرقہ پہنینگے تو لوگ انکو عام فقیروں کی طرح دیکھینگے اور اُنکو ملامت کرینگے پس کہا لِبَاسُ النِّعَمِ لِلْعَوَامِّ وَجَوْشَنُ الْبَلَاءِ لِلْخَوَاصِّ یعنی عام لوگونکو گُدڑی نعمتوں کا لباس ہے اور خاصوں کو بلا کا جوشن ہوتا ہی اس وجہ سے کہ بہت سے عوام اُس میں بے اختیار ہونے ہیں یہاں تک کہ دوسرے کام میں ہاتھ نہیں پہونچاتے اور طلب جاہ کیواسطے اور کوئی سبب نہیں ہی کہ جس سے طلب ریاست کرسکیں اور اُس سبب سے نعمت جمع کریں اور خواص ریاست کو ترک کریں اور ذلت کو عزت پر پسند کریں اور بلا کو نعمت پر اختیار کریں تاکہ اس قوم کو وہ بلا ہووے اور اُس کو نعمتیں ہوویں اَلْمُرَقَّعَةُ قَمِيْصُ الْوَفَاءِ لِاَهْلِ الصَّفَاءِ وَسِرْبَالُ السُّرُوْرِ لِاَهْلِ الْغُرُوْرِ یعنے گُدڑی اہل صفا کیواسطے وفا کا لباس ہی اور اہل غرور کے واسطے سرور کا لباس ہے تاکہ اہل صفا اُس کو پہنکر دونوں جہان سے مجرد ہوجائیں اور جن چیزوں سے کہ جن کی اصلی محبت ہی منقطع ہوجاویں اور اہل غرور حق سے محجوب ہوجائیں اور صلاح سے باز رہیں اور سب چیزوں میں سب کے واسطے جانب صلاح اور سبب فلاح ہے اور مراد سب کی اُس سے ایک کی صفائی ہی اور ایک کی بخشش اور ایک کو غطا اور ایک کو بستر اور ایک کو رضار ہیں امیدوار ہوں کہ ایک دوسرے کی حسن صحبت اور محبت سے سب چھوٹ جائیں گے اور نجات پائیں گے اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا فَهُوَ مِنْهُمْ یعنے ہر گروہ کا دوست اُسی کیساتھ ہوگا لیکن چاہیئے کہ تیرا باطن تحقیق کا طالب رہے اور رسوم سے روگردان رہے اس واسطے کہ جو شخص ظاہر میں بہت چیزوں پر اکتفا کرے وہ ہرگز تحقیق نہیں کر سکتا ہے رجاننا چاہیئے کہ آدمیت کا وجود ربوبیت کا حجاب ہے اور حجاب سوائے دور احوال اور پرورش مقامات کے فانی نہیں ہوتا ہے اور صفا کا نام فنا ہی اور فانی کو لباس اختیار کرنا محال ہی اور تکلف سے اپنی زینت کرنا ناممکن ہے پس جب صفت فنا ہوگئی اور طبیعت کی آفت درمیان سے جاتی رہی تو اگر اُسکو صوفی کہیں یا کوئی

پردہ ۱۲

اور نام رکھیں تو اُس کے نزدیک سب برابر ہیں۔

دوسری فصل

لیکن مرقعات کی شرائط یہ ہیں کہ خفت اور فراغت کے واسطے کرے اور جہاں کہیں اصلی ہو جس جگہ پھٹ جائے پیوند لگائے اور مشائخ رضی اللہ عنہ کے اس میں دو قول ہیں ایک گروہ کہتا ہے کہ پیوند لگانے میں ترتیب کی حفاظت شرط نہیں ہے بلکہ جہاں سے سوئی سر نکالے کھینچ لے اور اُس میں تکلف نہ کرے اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ پیوند لگانے میں ترتیب شرط ہے اور اُس کے لگانے میں تکلف کرنا معاملات فقر سے ہے اور معاملہ کا صحیح ہونا دلیل اصل کے صحیح ہونے کی ہے اور میں کہ علی بن عثمان جلابی ہوں رضی اللہ عنہ حضرت شیخ المشائخ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے طوس میں پوچھا کہ فقیر کی واسطے ادنٰی سی ادنٰی کونسی چیز چاہیئے تاکہ فقیری کیواسطے لائق ہو کہا تین چیزیں چاہیئیں اُس سے کم نہ ہوں ایک یہ کہ پیوند سیدھا سی سکے دوسری یہ کہ سچی بات سُن سکے۔ تیسری یہ کہ سیدھا قدم زمین پر رکھ سکے میرے ساتھ ایک گروہ فقیروں کا تھا جب یہ کہا تھا جب دروازہ پہ آئے پس ہر شخص اس میں تصرف کرنے لگا اور ایک جاہلوں کے گروہ کو دیکھا اس میں ایک کو شک ظاہر ہوا اور انہوں نے کہا کہ فقر یہی ہے ان سے پہلے اچھے پیوند لگانے میں اور سیدھا قدم رکھنے میں ہر شخص کو یہ گمان تھا کہ ہم طریقت کی باتیں سُن سکتے ہیں اور اس وجہ سے گھبرائے دل اُس سیّد کی طرف تھا یعنے نہ چاہا کہ اُس کی بات زمین پر گر پڑے میں نے کہا تم آؤ تاکہ ہر شخص سے اس بارہ میں میں کچھ کہوں پس ہر شخص نے اپنی اپنی صورت بیان کی جب میری نوبت پہونچی میں نے کہا کہ سیدھا پیوند یہ تھا کہ فقیری کے واسطے سیئں زینت کیواسطے جب پیوند فقیری کے واسطے تو سئے اگرچہ ناراست سئے راست ہوگا اور سخن راست یہ ہے کہ حالت کیلئے سنے تو

آرزو کے لئے اور حق بات میں تصرف کرے نہ ہزل میں اور زندگانی سے اُس کو سمجھیں نہ عقل سے اور سیدہا پاؤں رکھنا یہ ہے کہ وجد سے زمین پر پاؤں رکھیں نہ لہو اور رسم سے پس بعض آدمیوں نے اس بات کو اُس سید سے نقل کیا انہوں نے کہا اَصَابَ عَلِیٌّ خَیْرَہٗ اللہُ یعنی مراد مرقعہ پہننے سے یہ ہو کہ دنیا کے خرچ کی تخفیف ہو اور خدا کے ساتھ فقر صحیح ہو اور احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم سلام اللہ علیہ ایک گدڑی رکھتے تھے کہ اُس کو آسمان پر لیگئے ایک مشائخ نے کہا کہ میں نے اُن کو خواب میں دیکھا معہ اُس صوف کی گدڑی کے کہ اُس کے ہر پیوند سے ایک نور چمکتا تھا میں نے کہا ایہا المسیح یہ انوار کہاں سے ہیں اس کپڑے پر کہا یہ انوار میرے اضطرار کے ہیں کہ اُس کے ہر پیوند کو ایک ایک ضرورت کے واسطے میں نے سیا ہی یعنے خدائے عزوجل نے جو رنج میری دل میں پہنچایا ہے اُس کو ایک نور کردیا ہی اور میں نے ایک بڈہے کو بھی دیکھا کہ اہل ملامت سے کہ ماوراء النہر میں تھا کہ جس چیز میں آدمی نصیب ہوتا اُس کو نہ کھاتا اور نہ پہنتا اور وہ ایسی چیزیں کھاتا جکو آدمی پھینک دیا کرتے جیسے پُرانا ساگ اور کڑوا کدو اور گاجر بگڑی ہوئی اور اسی قسم کی چیزیں اور لباس ایسے کپڑوں سے بناتا تھا جو راستہ میں پُرانے پھٹے پڑے ہوتے تھے اور میں نے سنا کہ عراق ورود میں ایک بوڑھا تھا کہ جو متاخرین ارباب معانی سے نیکو حال اور نیک سیرت تھا اور چونکہ اُسکی ٹوپی اور مصلے میں صدہا پیوند لگے ہوئے تھے اس وجہ سے بچھوؤں نے اُس میں بچے دے دیئے تھے اور میری شیخ رضی اللہ عنہ نے اکیاون سال تک ایک جُبہ رکھا کہ اس میں برابر پیوند لگاتے رہتے تھے۔ اور عراقیوں کی حکایات میں میں نے دیکھا ہے کہ دو فقیر تھے ایک صاحب مشاہدت اور دوسرا صاحب مجاہدت پس جو صاحب مشاہدت تھا اُس نے تمام عمر کچھ نہ پہنا سوائے اُن ٹکڑوں کے جو فقیروں کے حال و قال کے وقت پھٹکر ٹکڑے ہو جاتی تھے اور جو صاحب مجاہدت تھا وہ بھی کچھ نہیں پہنتا تھا سوائے اُن ٹکڑوں کے کہ جو فقرا کی توبہ اور

استغفار کے وقت کپڑے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑتے تھے تاکہ اُن کی ظاہری صورت سیرت باطن کے موافق ہوتی اور یہ حال کا پاس رکھتا ہی اور شیخ محمد بن خفیف رضی اللہ عنہ نے بیس برس تک ٹاٹ پہنا اور ہر سال چار چلہ بیٹھے اور ہر چہل روزہ میں ایک کتاب تصنیف کرتے کہ جس میں علموں کی حقیقت اور اُس کی باریکیاں ہوتیں۔ اور اُن کے زمانہ میں ایک بڈھا تھا کہ جو محققان علمائے طریقت اور حقیقت سے پارس میں رہتا تھا اُس کو محمد بن زکریا کہتے تھے اور اُس نے کبھی گدڑی نہیں پہنی تھی اور جب شیخ محمد سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ گدڑی پہننے کی کیا شرط ہے اور اُس کا پہننا کس کے واسطے زیبا ہی کہا کہ گدڑی کی یہ شرط ہے کہ محمد بن ذکریا ہمارے درمیان میں جامہ سفید پہنتا ہی اور اُس کا پہننا اُسی کیواسطے روا ہے۔

تیسری فصل

لیکن عادت کا ترک کرنا اس گروہ کے طریق کی شرط نہیں ہے اور یہ لوگ جو حال میں پشمیں کپڑے کم پہنتے ہیں اس کی دو سبب ہیں ایک یہ کہ پشمیں خراب ہو گئی ہیں کیونکہ چار پائی ناپاک جگہوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جا پڑی ہیں اور دوسرے سبب یہ کہ ایک گروہ مبتدعہ کا پشمین جامہ پہنتا ہے اور جو مبتدعین کے طریقہ کے خلاف ہی اگرچہ خلاف سُنت ستودہ کے ہے لیکن اُس کے سینے میں تکلف اس سبب سے جائز رکھتے ہیں کہ ان کا مرتبہ خلق میں بڑا ہے پس ہر شخص نے اپنے کو ان کی مثل بنا لیا ہی اور گدڑی پہنی ہی مگر ان سے بُرے افعال سرزد ہوتے ہیں اور ان کو مخالفوں کی صحبت سے رنج ہوتا ہی پس ان لوگوں نے ایک ایسی زمین بنائی ہے کہ ان کے سوا اور کوئی اُس کو نہیں جان سکتا اور اُس کو ایک دوسرے کی پہچان کیواسطے علامت مقرر کر دی ہی اور اپنا یہ پیشہ کر لیا ہی۔ یہاں تک کہ ایک فقیر بعض مشائخ کے پاس آیا اور وہ پیوند جو جامہ پر لگا ہوا تھا بہت چوڑا ہو گیا تھا۔

اُس شیخ نے اُس کو جُدا کر دیا اور اُس کے یہ معنے تھے کہ صفائی کی اصل طبیعت کا نرم ہونا اور مزاج کی لطافت ہی اور البتہ طبیعت میں کجی نہیں ہوتی ہی جیسے کہ جھوٹا شعر طبیعت کو اچھا نہیں معلوم ہوتا ہی ایسے ہی بُرا کام بھی طبیعت قبول نہیں کرتی اور پھر ایک گروہ نے لباس کے ہست و نیست میں تکلف نہ کیا اگر خدا نے اُن کو عبا دی تب بھی پہن لی اور اگر قبا دی تب بھی پہن لی اور اگر برہنہ رکھا تو بھی کچھ پروا نہ کی اور میں کہ علی بن عثمان جلابی ہوں۔ رضی اللہ عنہ اس طریقہ کو میں نے پسند کیا ہے اور میں نے بھی ایسا ہی کیا ہے اور حکایات میں وارد ہے کہ جب احمد بن خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ ابویزید رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے واسطے آئے تو وہ ایک قبا پہنتے تھے اور جب شاہ بن شجاع ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے واسطے آئے تو وہ ایک قبا پہنتے تھے اور وہ اُن کا لباس مقرر نہ تھا۔ اس واسطے کہ کبھی آپ گدڑی پہنتے تھے اور کبھی جامہ پشمین سفید پہنتے تھے جیسا کہ آدمی اپنی عادت سے عادی ہے اور اپنی عادت کے ساتھ اُس کو اُلفت ہی اور جب کسی کی کوئی عادت ہو جاتی ہے تو وہ اُس کی طبیعت ہوتی ہی اور جب طبیعت ہو گئی تو وہ اُس کے واسطے حجاب ہے اور اسی وجہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خَیْرُ الصِّیَامِ صَوْمُ اَخِیْ دَاوٗدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ سب سے اچھا روزہ میرے بھائی داؤد علیہ السلام کا روزہ ہی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیسا روزہ تھا فرمایا کہ ایک روز روزہ رکھتے تھے اور ایک روز افطار کرتے تھے تا کہ نفس عادی نہ ہو جائے یعنی افطار کا یا روزہ کا پھر محجوب ہونا پڑے اور اس بات میں یہ بہت درست ہی اس سبب سے کہ روکا نہ جائے اور اس معنے میں ابو حامد دوستان مروزی تھے رحمۃ اللہ علیہ کہ جامہ پہنتے تھے اُن کے مریدوں میں سے جس کسی کو کوئی حاجت ہوتی تھی تو فراغت ڈھونڈھتے تھے جب خالی ہوتی تو اس جامہ کو اُس سے اُتار لیتے تھے وہ نہ پہننے والے کو کہتے تھے کہ تو نے کیوں پہنا اور نہ اُتارنے والے کو کہتے تھے کہ تو نے کیوں اُتارا اور ہماری زمانہ میں بھی ایک بڑا ہی غزنی

ہیں اللہ اُس کو محفوظ رکھے کہ اُس کا نفس مؤید ہے رحمۃ اللہ علیہ کہ اُس کا لباس میں اختیار اور تمیز نہیں ہے اور وہ اُس مرتبہ میں درست ہی لیکن یہ کہ اگلے لوگوں کے جامے نیلگوں تھے دو وجہ سے ایک یہ کہ اصل طریقت ان کے سفر اور سیاحت پر تھی اور جامہ سفید سفر میں بحال خود نہیں رہتا پھر اُس کا دھونا دشوار ہوتا ہے اور ہر شخص اُس کی خواہش کرتا ہی دوسرے یہ کہ نیلگوں لباس پہننا طریقہ اُن لوگوں کا ہے جن کے یہاں کوئی مر جائے یا اور مصیبت ہو اور غمگینوں کا جامہ جو دنیا دار ہیں اُن کی محنت کا گھر ہے اور سراپردہ مصیبت اور غم کا گڈہا اور فراق کا گھر اور بلا کا گہوارہ ہے اور مریدوں نے جب دل کا مقصود دنیا میں حاصل نہ دیکھا تو نیلگون لباس پہنا اور وصال کے سوگ میں بیٹھے اور دوسرے گروہ نے معاملہ میں سوائے تقصیر کے اور کچھ نہ دیکھا اور دل میں سوائے خرابی کے اور کچھ نہ دیکھا اور اس زمانہ میں سوائے وقت ضائع کرنے کے اور کچھ نہیں ہی پس لباس نیلگوں پہننا اور وقت کا ضائع کرنا موت سے بڑھکر سخت ہے یعنے ایک شخص اپنے عزیز کے مرنے میں نیلگوں لباس پہنے اور دوسرا اپنے مقصود کے فوت ہونے کی وجہ سے نیل گوں پہنے ہے پس ایک علم کے دعوے کرنے والے نے ایک فقیر سے کہا کہ تو نے یہ نیلگوں لباس کیوں پہنا ہے اُس نے جواب دیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے تین چیزیں باقی رہیں۔ ایک فقیری دوسرے علم تیسرے تلوار۔ یعنے تلوار بادشاہوں نے پائی مگر اُنہوں نے اُسکو اُسکے موقعہ پر استعمال نہ کیا اور علماء نے علم اختیار کیا مگر صرف سیکھنا ہی پسند کیا اور فقیری فقیروں کے گروہ نے پسند کی مگر اُس کو امیری کا آلہ بنا یا میں نے ان تینوں گروہ کی مصیبت پر نیلگوں لباس پہنا ہی اور حضرت مرتعش. رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں بغداد کے محلوں میں سے ایک محلہ میں جاتا تھا کہ مجھ کو پیاس لگی میں نے ایک دروازہ پر جا کر پانی مانگا دیکھا میں نے کہ ایک شخص باہر نکلا جسکے ہاتھ میں پانی کا کوزہ تھا اُس سے میں نے وہ پانی لیکر پی لیا اور

میرا دل اُس پانی پلانے والے کے جمال کا شیفتہ ہو گیا اور میں وہاں بیٹھ گیا یہاں تک کہ اُس گھر کا مالک نکلا اُس سے میں نے کہا کہ اے خواجہ میرا دل پانی پینے کیواسطے سخت بیتاب تھا تیرے گھر میں سے مجھ کو پانی پلایا گیا لیکن اُس پلانے والے نے میرا دل چھین لیا تو اُس شخص نے کہا کہ وہ میری لڑکی ہے میں نے اُس کو تیری نکاح میں دیدیا حضرت عرتعش نے کہا کہ دل کی تلاش میں میں گھر میں آیا تھا کہ میرا نکاح کردیا اور یہ گھر کا مالک ایک امیر آدمی تھا اُس نے مجھکو حمام میں بھیجا اور مجھے کپڑے اچھے اچھے پہنائے اور میری گدڑی اُتار کے پھینکدی جب رات ہوئی تو میں نماز میں مشغول ہوا یہاں تک کہ نماز اور وظیفہ میں صبح ہوگئی صبح کو میں نے لوگوں سے کہا کہ میری گدڑی لاؤ تو لوگوں نے مجھ سے کہا کہ کیا ہوا میں نے کہا کہ مجھ کو ہاتفِ غیب نے ندا دی کہ ایک نظر تو نے جو ہمارے خلاف دیکھا اس وجہ سے تیرا جامہ صلاح اور گدڑی تیرے ظاہر سے ہم نے اُتار لیا اگر تو دوسری نظر دیکھیگا تو آشنائی کا لباس تیرے باطن سے بھی اُتار لیں گے یعنی جو لباس کہ خدا کے واسطے پہنا جاتا ہے اور اولیاء خدا کی موافقت کے واسطے پہنتے ہیں اُس پر رضامندی کے ساتھ ہمیشگی کرنا مبارک ہوتا ہے اور اگر تو خدا کے ساتھ زندگی بسر کرسکتا ہے۔ تو اس طرح کرو ورنہ اپنے دین کی حفاظت کر اور اولیا کے جامہ میں چوری جائز نہیں ہی اس واسطے کہ مسلمان تحقیق کے ساتھ ہونا چاہیئے اور جھوٹا ولی نہیں بننا چاہیئے لیکن گدڑی پہننا دو گروہ کے واسطے زیبا ہے ایک دنیا کے ترک کرنے والوں کو اور دوسرے خدا کے مشتاقوں کو اور مشائخ رضی اللہ عنہم کی عادات میں وارد ہے کہ جب کسی مرید کو ترک تعلق کا حکم کرتے تھے تو اُس کو تین سال میں تین باتوں کیواسطے ادب تعلیم کرتے تھے اگر وہ اُس حکم کے موافق رہتا تھا تب تو خیر ورنہ کہتے تھے کہ طریقت اُس کو قبول نہیں کرتی یعنی ایک سال خلق کی خدمت میں اور دوسری سال خدا کی خدمت میں اور تیسری سال اپنے دل کی رعایت میں اور خلق کی خدمت اُس وقت کرسکتا ہے کہ آپ کو خادموں کے درجہ

میں رکھے اور تمام خلق کو مخدوم سمجھے یعنی بلا تمیز کے سب کو آپ سے بہتر جانے اور سب کی خدمت اپنے اوپر واجب سمجھے نہ یہ کہ خدمت کرے اور اپنے کو سب مخدوموں پر فضیلت رکھے اور یہ ایک قسم کی ظاہری داری ہے اور زمانہ کی آفتوں میں سے ایک یہ بھی آفت ہے اور خدا کی خدمت اُس وقت کرسکتا ہے کہ اپنی تمام دنیا اور عقبےٰ کے مزے ترک کردے اور سوائے خدا کے اور کسی کی پرستش نہ کرے اور جو کام کرے خالصًا لوجہ اللہ کرے اور دل کی رعایت اُس وقت کرسکتا ہے کہ اُس کی ہمت جمع ہووے۔ اور تمام غم اُس کے دل سے دُور ہوکر حضرت الٰہی کی طرف متوجہ ہو اور جب یہ تینوں شرطین مُرید میں پوری ہو جائیں گی اُس وقت گدڑی کا پہننا تحقیق کے طور پر نہ تقلید کے طور پر ثابت ہوگا لیکن وہ پہنانے والا جو مرید کو گدڑی پہناتا ہے اُس کو چاہیئے کہ مستقیم الحال رہے کہ تمام طریقت کے نشیب و فراز سے گذر کر احوال کا مزہ اُس نے چکھا ہو اور اعمال کا مشرب پایا ہو اور جلال کا قہر اور جمال کا لطف دیکھا ہو پھر چاہیئے کہ اُس مرید کے احوال پر مطلع رہے کہ وہ آخر درجہ کہاں تک پہونچیگا آیا پھر جانے والوں میں سے ہے یا گرنے والوں سے یا بالغوں سے ہے اگر جانے کہ کسی دن اس طریقت سے باز رہے گا تو کہہ دے کہ ابتدا نہ کرے اور اگر رک جاوے اُس کو کسی معاملہ کا حکم دے اور اگر کوئی بات پوچھے تو اُس کی پرورش کرے اور اس طریقت کے مشائخ دلوں کے طبیب ہیں جب طبیب بیماری کو نہ جانے گا تو اُس کو اپنی جہالت سے ہلاک کردیگا اس وجہ سے کہ اُس کی پرورش نہیں جانتا اور اُس کی ہلاکت کی جگہ نہیں پہچانتا اور غذا اور شربت اُس کے مرض کے خلاف دیتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ یعنے شیخ اپنی قوم میں مثل نبی کے ہے اپنی امت میں پس انبیا علیہم السلام نے جو خلق کی دعوت کی تو بصیرت سے کی اور ہر شخص کو غذا دینا چاہیئے تاکہ دعوت کی مراد حاصل ہووے پس جب بالغ ولایت خداوندی کے کمال میں مرید کو

ان تین سال کے بعد تربیت کرتا ہے اور ریاضت میں گدڑی پہننا ہی اور پھر گدڑی پہننا نا۔ جائز ہے اور گدڑی پہننے کی شرط کفن کا پہننا ہی اس واسطے کہ زندگی کی لذتوں سے امید منقطع کردی اور دلکو زندگی کے آرام سے خالی کردے اور اپنی تمام عمر خدا کی خدمت میں وقف کردی اور بالکل خواہش نفسانی سے جدائی اختیار کرے اُس وقت اُس کا پیر اُس کو خلعت پہننے کیواسطے عزیز کرے اور وہ اُس کے حق پر قیام کری اور اُس کا حق ادا کرنے کیواسطے سعی کوشش کرنے اور اپنا مقصد اپنے اوپر حرام کرے لیکن گدڑی کے بارہ میں اشارات بہت بیان کیئے ہیں اور شیخ ابو معمر اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارہ میں ایک کتاب بنائی ہے اور عوام متصوفین کو اس بارہ میں بہت غلو ہی اور ہماری مراد اس کتاب سے صرف اقوال کا نقل کر دینا نہیں ہی بلکہ مشکلوں کا آسان کر دینا مقام طریقت کا ہے۔ اور سب سے بہتر تمام اشارات میں گدڑی کے واسطے یہ ہے کہ گدڑی کا قبہ صبر سے ہو اور دونوں آستین خوف اور رجا سے اور دو کلی قبض اور بسط سے اور کمر خلاف نفس سے اور دو کرسی یقین کی صحیح ہونے سے اور اُس کے دامن اخلاص سے اور اس سے اچھا یہ ہے کہ قبہ دوستی کی قبلہ سے ہو اور دونوں آستین حفظ اور عصمت سے اور دونوں کلیاں فقر اور صفوت سے اور کمر گاہ مشاہدت کے قائم رکھنے سے اور کرسی درگاہ الٰہی میں امن سے اور دامن محل وصل میں قائم رہنے سے پس اے طالب جب تونے باطن کو آراستہ کرلیا تو ظاہر کو بھی ایک کر لینا چاہیئے اور میں نے اس باب میں تنہا ایک کتاب لکھی ہے جسکا نام اسرار الخرق والمئونات ہی اس کا مطالعہ مریدوں کو کرنا چاہیئے لیکن جب مرید نے یہ جبہ نہ پہنا اور غلبہ حال اور قہر سلطان کے وقت پھاڑ ڈالے تو زیبا ہے اور جب اپنے اختیار اور تمیز سے پھاڑے تو طریقت میں یہ بات جائز نہیں ہے کہ جبہ پھاڑ ڈالے اور اگر رکھے تو ایسا ہونا چاہیئے کہ ایک زمانہ کی مرقعہ داروں سے ہی جب ان میں سے ہو گا تو ظاہر بے باطن کے کافی نہیں ہو سکتا اور اس بات کی حقیقت یہ ہے جیسا کہ اشارہ

ان کے پُرانے کپڑے ہونے کی طرف کیا گیا کہ جب ان کو ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف نقل کریں تو اُسی وقت جامہ سے باہر آویں اور شکر کریں حصول مقام کا اور دوسرے جاموں کو ایک مقام کا لباس ہوتا ہے یعنے جُبہ لباس جامع ہے کل مقامات کا طریقت اور فقر اور صفوت سب کا جامع ہے اور پھر ضرورت سب کو ترک کر دینے کی پڑی ہر چند کہ یہ جگہ اس مسئلہ کے بیان کرنیکی نہیں ہے اس واسطے کہ یہ باب خرقہ اور کشف حجاب السمع میں ذکر کرنا چاہئے تھا یہاں تھوڑا سا لکھدیا کہ خوب اچھی طرح واضح ہو جائے اور اس کو اس کی جگہ تفصیل سے لکھونگا انشاء اللہ تعالے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ جُبہ پہنانے والے کو اس قدر قوت چاہیئے طریقت سے جب غیر کی طرف دیکھے فوراً اُس کی شفقت کی آنکھ سے اُس کا آشنا ہو جائے اور جامہ کسی گنہگار کو پہنادے تو وہ ولی ہو جائے ایک مرتبہ میں اپنے شیخ کے ساتھ جارہا تھا آذربیجان میں میں نے دیکھا کہ دو تین فقیر گیہوں کے پیر پر کھڑے ہوئے تھے اور جُبہ کے دامن پھیلائے ہوئے یہاں تک کہ اُس کسان نے کچھ اس میں ڈالدیا شیخ نے اُن کی طرف دیکھ کر فرمایا یعنی یہ آیت پڑھی أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ میں نے کہا اے شیخ یہ لوگ کس بے عزتی سے اس میں مبتلا ہیں اور تمام خلق میں بدنام ہو رہے ہیں کہا کہ ان کے پیروں کو بہت جمع کرنیکی حرص ہے یعنے بہت سے مرید جمع کرنیکی حرص ہے اور ان کے مریدوں کو دنیا جمع کرنے کی اور کوئی حرص بہتر نہیں ہے بے حکم کے دعوت کرنا گویا ہوا اور ہوس کو پرورش کرنا ہے اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ باب الطلق میں میں نے ایک ترسا کو دیکھا کہ نہایت ہی خوبصورت تھا میں نے کہا کہ یا اللہ اس کو میرے کام میں کردے تو نے اس کو بہت خوبصورت پیدا کیا ہے۔ جب تھوڑے ہی دن گذرے تو وہ ترسا آیا اور کہا اے شیخ مجھکو کلمہ شہادت تلقین کرو وہ مسلمان ہو گیا اور ولی اللہ ہو گیا اور شیخ ابو علی سیاہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اُن سے

لوگوں نے پوچھا کہ جُبہ پہننا کس کے واسطے زیبا ہے فرمایا اُس شخص کیواسطے کہ خدا کی بادشاہی
پر اطلاع رکھتا ہو چنانچہ جہان میں جتنے احوال اور احکام ہوں وہ سب اُس کی اطلاع کی
بغیر نہ ہوں پس جُبہ صالحین کی نشانی اور نیکوں کی علامت اور فقراور متصوفہ کا لباس ہی
اور فقر اور صفوت کی حقیقت اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں اور اگر کوئی شخص اولیا کے
لباس کو دنیا کے جمع کرنے کا آلہ اور اُس کی آرائش کا سبب بناوے تو اُس کے واسطے
آفت ہے پس ایسا شخص تھوڑے ہی زمانہ تک بنہ سکتا ہی اور اسیقدر اہل ھدایت کو
کافی ہی اس واسطے کہ اگر اُس کی شرح کروں گا تو یہ کتاب ناتمام رہجاے گی *۔

وباللہ التوفیق۔

الباب الخامس فی ذکر اختلافھم فی الفقر والصّفوۃ

یعنے علماے طریقت نے فقر اور صفوت کی تفضیل میں اختلاف کیا ہے ایک گروہ کے
نزدیک فقر اتم اور اکمل ہے صفوت سے اور ایک گروہ کے نزدیک صفوت اتم
اور اکمل ہی فقر سے پس جو لوگ کہ فقر کو صفوت پر مقدم کہتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ فقر
کے معنے ہیں کل کو فنا کرنا اور اسرار کو منقطع کرنا اور صفوت ایک مقام ہی منجملہ اُس کے
مقامات کے جب فنا حاصل ہوئی تو سب مقامات ناچیز ہو گئے اور یہ مسئلہ فقر اور
غنا کی طرف رجوع ہوتا ہے اور اس سے پہلے ہم اس باب میں بیان کر چکے ہیں اور
جو لوگ کہ صفوت کو مقدم رکہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ فقر ایک موجود شے ہی اور اُس پر نام
کا اطلاق ہو سکتا ہے اور صفوت کل موجودات سے صفائی کا نام ہی اور صفا عین فنا ہی
اور فقر عین بقا ہی پس فقر مقامات کے ناموں سے ایک نام ہی اور صفوت کمال کا
نام ہے اور اس باب میں کلام بہت طویل ہو گیا ہی اس زمانہ میں اور ہر شخص از راہ
تعجب اپنی عبارت لکھتا ہے اور ایک دوسرے پر دلائل لاتا ہی اور تفضیل اور تقدیم

فقر اور صفوت میں خلاف ہے اور عبارت سے نہ صرف فقر نکلتا ہے نہ صرف صفوت پس عبارت سے ایک مذہب بنایا ہے اور معانی کی ادراک سے خالی کر لیا ہے اور سچی بات کو چھوڑ کر خواہش نفسانی کی نفی کو عین کی نفی کہتے ہیں اور اُس کے ثابت کرنیکو عین کا ثابت کرنا کہتے ہیں پس موجود اور مفقود اور منفی اور مثبت سب یہی ہیں یعنے اپنی نفسانی خواہشیں قائم رکھنے کے طریق سے پاک ہیں اور مدعیوں کی فضولیات سے ہیں اور سب امور میں اولیار ایسے درجہ کو پہنچ جاتے ہیں کہ پھر کوئی مرتبہ باقی نہیں رہتا اور درجات اور مقامات سب فانی ہو جاتے ہیں اور عبارتیں اُن معانی سے منقطع ہو جاتی ہیں چنانچہ نہ پینا رہتا ہے نہ مزہ نہ اکھاڑنا نہ توڑنا نہ قہر نہ ہوشیاری نہ محو اُس وقت یہ لوگ ایک نام رکھ لیتے ہیں تاکہ اُس سے ایک ایسے معانی سمجھے جائیں جو کسی اسم کے تحت میں نہ آسکیں اور کسی صفت کا استعمال نہ ہو سکے اُس وقت ہر شخص اُس نام کو جو سب سے زیادہ معظم ہو ان کے نزدیک اُن معانی پر اطلاق کرتی ہیں اور اس اصل میں تقدیم اور تاخیر جائز نہیں ہے پس جو کوئی یہ کہہ سکے کہ یہ اُس پر مقدم ہے اور وہ اُس پر مقدم ہے یہاں تک کہ مسمیات میں تقدیم اور تاخیر واجب ہووے پس بعض گروہ کو فقر کا نام زیادہ مقدم معلوم ہوا اور انکے دل میں اسکی عظمت زیادہ ہوئی اسوجہ سے کہ وہ فروتنی اور تواضع پر دلالت کرتا ہے اور ایک گروہ نے صفوت کے نام کو مقدم رکھا اسوجہ سے کہ کدورات کے رفع کرنے میں اور فنا کرنے میں سب آفتوں کی نزدیک ہوتا ہے اور انکی مراد ان دونوں سے اپنے اعلام کا نام رکھتا ہے اور اُس معنے کا نشان جس سے عبارت منقطع ہے اس واسطے کہ آپس میں ایک دوسرے سے اشارہ سے باتیں کرتے تھے اور اپنے وجود کے ظاہر کرنے کو تمام اعلام کو باوجودیکہ ظاہر کر دیا مگر مخالفت نہ واقع ہوئی اگرچہ اُن عبارات سے یہ مطلب رکھا کہ فقر مراد ہے یا صفوت پھر اہل عبارت اور ارباب زبان کو جو اُن معانی کی تحقیق سے بے خبر رہے ہیں صرف عبارت میں کلام کر کے ایک کو مقدم کیا اور ایک کو موخر کیا پس یہ دونوں عبارتیں تھیں۔ ایک گروہ نے

تحقیق معانی کی وہ منزل مقصود کو پہونچ گئے اور دوسرا گروہ تاریکی میں رہ گیا اور کل عبارت میں جب کسیکو کچھ معنے حاصل ہو جائیں تو اُس کو اپنے دل کا قبلہ بنالے گا خواہ اُس کو صوفی کہو یا فقیر دونوں نام اضطراری ہیں اور اُس معنی کے جو اس اسم کے تحت میں نہیں آسکتی اور یہ اختلاف حضرت ابوالحسن سمنون رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے پیدا ہوا ہے اس واسطے کہ وہ کبھی ایسے کشف میں جو بقا کے ساتھ تعلق رکھنا فقر کو صفوت پر مقدم رکھتے اور ارباب معانی نے اُن سے اس وقت کہا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں کہا چونکہ طبیعت کو فنا اور نگوں ساری میں مشرب تمام ہی اور بقا اور علو میں بھی ایسا ہی ہو جب میں ایسی جگہ ہوتا ہوں کہ جبکا تعلق فنا کے ساتھ ہی تو صفوت کو مقدم کہتا ہوں اور جب ایسی مقام میں ہوتا ہوں جسکا تعلق بقا کے ساتھ ہے تو فقر کو مقدم کہتا ہوں اس واسطے کہ فقر بقا کا نام ہے اور صفوت فنا کا نام ہی تو بقا کے دیکھنے کو آپ سے فانی کرتا ہوں اور غنا میں فنا کے دیکھنے کو آپ سے فانی کرتا ہوں تاکہ میری طبیعت فنا سے فنا ہو جائے اور بقا سے بھی فنا ہو جائے اور یہ باتیں عبارت کے اعتبار سے اچھی ہیں۔ لیکن فنا کو فنا نہیں ہوتی اور بقا کو فنا نہیں جو باقی کہ فانی ہو جائے آپ سے فانی ہو جائیگا اور جو فانی کہ باقی ہو وے آپ سے باقی ہو وے اور فنا ایک ایسا اسم ہی کہ مبالغہ اُس میں محال ہی یہاں تک کہ کوئی کہے کہ فنا ہو وے اس واسطے کہ یہی مبالغہ سنے اُس معنے کے وجود کے اثر کی نفی کرسکتا ہے جبتک کہ غنا میں اثر ہے فنا نہیں ہے اور جب فنا حاصل ہوئی تو فنا کی فنا ہیچ ہے سوائے تعجب کی عبارت بے معنے ہیں اور کچھ نہیں اور یہ فضولیات ارباب زبان کی ہیں جب عبارت کا مطلب اُن سے پوچھا جائے اور ہم کتاب فنا اور بقا میں اس قسم سے کلام کرتے ہیں اور وہ لڑکپن اور بڑھاپے کی ہوس کے وقت کے حالات بیان کرتے ہیں لیکن ہم اس کتاب میں بنظر احتیاط اُس کو پورا بیان کریں گے انشاء اللہ تعالے عزوجل یہی ہی فرق درمیان فقر اور صفوت معنوی کے

لیکن صفوت اور فقر ایک معاملہ تجرید دنیا کی رو سے اور تخلی سے ہی وہ دوسری چیز ہی اور اس کی حقیقت فقر اور مسکنت کی طرف رجوع ہوتی ہے اور ایک مشائخ کے گروہ نے کہا ہے کہ فقیر مسکین سے افضل ہی اس وجہ سے کہ خدائے عزوجل نے فرمایا ہی لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ۔ اس وجہ سے کہ مسکین صاحب معلوم ہوتا ہے اور فقیر تارک المعلوم پس فقیری عزت ہے اور مسکنت ذلت اور صاحب معلوم طریقت میں ذلیل ہوتا ہے۔ جیسا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی تَعِسَ عَبْدُ الدِّرْہَمِ وَتَعِسَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ وَتَعِسَ عَبْدُ الْخَمِیْصَۃِ وَالْقَطِیْفَۃِ۔ یعنے درہم اور دینار اور نئے اور پرانے کپڑوں کے بندے یعنے طلبگار کو کمینہ سمجھ، اور تارک المعلوم عزیز ہوتا ہے اس واسطے کہ اعتماد صاحب معلوم کا معلوم پر ہوتا ہی اور بھروسا تارک المعلوم کا خدا پر ہوتا ہے اور ایک گروہ نے کہا ہے کہ مسکین افضل ہے اس وجہ سے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ چونکہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے مسکین کو یاد کیا اور فرمایا کہ مجھکو بعد موت کے اور زندگی میں مساکین سے رکھ اور جب فقر کو یاد کیا فرمایا کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا۔ اسی وجہ سے فقیر وہ ہے کہ کسی سبب سے متعلق ہو اور مسکین وہ ہے کہ منقطع الاسباب ہو اور شریعت میں فقہا کے گروہ کے نزدیک فقیر صاحب بلغہ ہی اور مسکین مجرد اور ایک گروہ کے نزدیک مسکین صاحب بلغہ ہے اور فقیر صاحب مجرد پس یہاں اہل مقامات مسکین کو صوفی کہتے ہیں اور یہ خلاف فقہا رضی اللہ عنہم کے اختلاف سے متصل ہے جس کے نزدیک فقیر مجرد ہے اور مسکین صاحب بلغہ اور صاحب صفوت تو وہ فقر سے افضل ہی لہذا ہم نے بطور اختصار ان کے اختلاف کے احکامات درمیان فقر اور صفوت کے بیں لکھدیئے واللہ اعلم بالصواب۔

الباب السادس فی الملامۃ

ایک مشائخ کے گروہ نے ملامت کا طریقہ اختیار کیا ہے اور ملامت کا طریقہ خلوص محبت میں بڑا اثر رکھتا ہے اور تمام اہل مشرب اور اہل حق ملامت خلق کے ساتھ مخصوص ہیں اور حقیقتاً یہ بزرگوں کا خاصہ ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہ امام اور پیشوا اہل حق کے تھے اور اُس وقت تک کہ جبتک آپ پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ آپ انہیں دوستوں میں سب سے زیادہ نیک نام اور خلیق شمار کئے جاتے تھے اور جب دوستی کا خلعت آپ کے سر مبارک پر ڈالا گیا تو خلق نے ملامت کی زبان دراز کی پس بعض گروہ نے کہا کہ آپ کاہن ہیں اور بعض نے کہا کہ شاعر ہیں اور کسی نے کہا کہ مجنون ہیں اور کسی نے کچھ کہا غرض اسی قسم سے طرح طرح کی لغویات بکتے تھے اور خدائے تعالے نے مومنوں کی صفت بیان کی اور فرمایا کہ یہ ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہیں ڈرتے وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔ اور خدا کا یہ طریقہ ہے کہ جو شخص اُس کا ذکر کرتا ہے اُس کو تمام عالم کا ملامت کیا گیا بنا دیتا ہے مگر ان کی ملامت کی طرف اُس کو مشغول نہیں ہونے دیتا اور یہ خدا کی غیرت ہے کہ اپنے دوستوں کو غیروں کے ملاحظہ سے محفوظ رکھتا ہے تاکہ کسی کی آنکھ ان کے حال کے جمال پر نہ پڑے اور ان کی روئیت کرنے سے خاص ان کو نگاہ رکھتا ہے تاکہ اپنا جمال دیکھ کر متکبر نہ ہو جائیں اور عجب اور غرور کی آفت میں نہ پھنس جائیں پس خلق کو ان پر مقرر کر دیا ہے تاکہ طعنہ کی زبان ان پر دراز کریں اور نفس لوامہ کو ان کے اندر پیدا کر دیا ہے تاکہ اپنے کو ہر چیز میں ملامت کرتے رہتے ہیں بسبب کمی خدمت کے اور یہ بات خدا کی راہ میں زبردست اصل ہے کہ کوئی آفت اور حجاب نہیں ہو ایسا کہ اس سے زیادہ سخت ہو کہ کوئی متکبر اور مغرور ہو اپنے نفس پر طریقت میں یہی سب سے بڑھکر حجاب

نہیں ہے اور اصل میں غرور دو وجہ سے پیدا ہوا کرتا ہے ایک تو خلق میں جب جاہ منزلت
بڑھی ہوئی ہو اور خلق ثنا خواں اور مداح ہو اور یہ بات اس طرح سے ہوتی ہے کہ بندہ
خلق کے موافق افعال کرے تو خلق اُس کی تعریف کرتی ہے پس وہ اُس پر غرور کرتا ہے
اور دوسرے اس طرح سے کہ مثلاً وہ کسی کی پسند ہو اور اُس نے اپنے کو اُس کے لائق سمجھا
وہ اُس پر تکبر کرنے لگا پس خدا تعالے اپنے فضل سے اُس کو پھر بری کر دیتا ہے۔ تاکہ
اس کے معاملات اگرچہ اچھے ہوں مگر تب بھی خلق ناپسند کرتی ہے اس وجہ سے کہ حقیقت
کو تو وہ جانتے ہی نہیں ہیں اور ان کے دیکھنے والے اگرچہ بہت ہوتے ہیں لیکن ان
کو اپنی قوت سے نہیں دیکھتے اور نہ یہ لوگ اپنے آپ کو پسند کرتے ہیں تاکہ خود بینی سے
محفوظ رہیں پس جو شخص کہ پسندیدہ خدا ہوتا ہے اُس کو خلق نہیں پسند کرتی اور جو شخص
کہ اپنی تن پروری کرتا ہے خدا اسکو نہیں قبول کرتا چنانچہ شیطان کو خلق نے پسند کیا
اور ملائکہ نے قبول کیا اور اُس نے اپنے آپ کو پسند کیا چونکہ خدا کا پسند کیا ہوا نہیں تھا
اس وجہ سے ملائکہ وغیرہ کا پسند کیا ہوا بالآخر یہ نتیجہ ہوا کہ طوق لعنت گردن میں ڈالا
گیا اور آدم علیہ السلام کو ملائکہ نے ناپسند کیا اور کہا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا
یعنے کیا تو اُس میں آدمیوں کو پیدا کریگا جو اُس میں فساد پیدا کریں اور اُنہوں نے اپنے آپ
کو ناپسند کیا اور کہا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا۔ یعنے اے خدا ہمنے اپنی نفسوں پر ظلم کیا چونکہ وہ
پسندیدہ حق تھے کہا فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا یعنی پس بھول گئے اُن کے گناہ
کو اور خدا کی پسندیدگی نے رحمت کا نتیجہ ظاہر کیا تاکہ تمام خلق کو یہ بات ظاہر ہو جاوے
کہ ہمارا پسند کیا ہوا خلق سے جدا ہے اور خلق کا پسند کیا ہوا ہم سے جدا ہے اسی واسطے
خلق کی ملامت خدا کے دوستوں کی غذا ہے اس وجہ سے کہ اُس میں آثار قبولیت
پائے جاتے ہیں اور اُس کے دوستوں کے مشرب کی علامت اُس کا قرب ہے اور
جس طرح کہ تمام خلق خلق کے قبول کرلینے سے خوش ہوتی ہے اسی طرح وہ قبول خدا سے

خوش ہوتے ہیں اور اخبار میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آپ کو خبر دی کہ خداوند جل وعلا فرماتا ہے اَوْلِیَآئِیْ تَحْتَ قِبَائِیْ لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ اِلَّا اَوْلِیَاءِیْ۔ یعنے میرے دوست میری قبا کے نیچے ہیں میرے سوا اُن کو کوئی نہیں پہچانتا۔

فصل دوسری

لیکن ملامت کی تین قسمیں ہیں ایک راست روی۔ دوسرے ارادہ کرنا۔ تیسرے ترک کرنا۔ ملامت میں راست روی یہ ہے کہ ایک شخص اپنا کام کر رہا ہے اور دین قبول کرتا ہے۔ اور معاملات میں رعایت کرتا ہے خلق اُس کو ملامت کر رہی ہے یہ خلق کی ملامت کا طریقہ ہے اور وہ ان سب باتوں سے فارغ ہے اور ملامت کا ارادہ کرنے کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص کا خلق میں بڑا جاہ و مرتبہ ہے اور اُس کا دل جاہ کی طرف خواہش کرتا ہے اور اُس کی طبیعت ان کے ساتھ متعلق ہے مگر یہ چاہتا ہے کہ اپنے دل کو اُن سے فارغ کرے اور خدا کی طرف مشغول ہووے اور اپنے اوپر تکلیف گوارا کر کے خلق کی ملامت سے اُس چیز میں کہ جس میں شریعت نقصان نہیں تباتی ہے دست بردار ہووے اور خلق اُس سے نفرت کرنے اور ملامت ترک کرنے کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کو کفر اور ضلالت طبعی ہے یہاں تک کہ اُس نے ترک شریعت کر دیا ہے اور اس طریقے کو ملامتی کہتا ہے اور اس کو اپنے نزدیک راست روی سمجھتا ہے اور اس خیال سے باز رہنے کو نفاق جانتا ہو اور ریا کاری سے دست بردار ہو نیکو اندیشہ ناک نہیں سمجھتا اور ہر حال میں اپنے خیال میں مست ہو اور اُس کو جس نام سے پکاریں خوش ہی ہیں نے حکایات میں دیکھا ہے کہ شیخ ابو طاہر حرمی رضی اللہ عنہ ایک روز ایک گدھے پر سوار ہو کر بازار میں جا رہے تھے اور ایک مرید اُس کی باگ پکڑے ہوئے تھا ایک شخص نے آواز دی

کہ اے پیر زندیق کہاں جاتا ہے مرید نے جب یہ بات سنی چونکہ وہ اُن کے ساتھ نہایت درجہ کا اعتقاد رکھتا تھا اُس شخص کے مارنے کا ارادہ کیا بازار والے سب دوڑے شیخ نے اُس مرید سے کہا کہ اگر تو چپ رہے تو میں تجھ کو ایک چیز سکھاؤں جو تیرا یہ رنج جاتا رہے مُرید چپ ہو رہا جب آپ اپنی جگہ پر پہونچے اُس مرید سے کہا کہ فلاں صندوق اٹھالاؤ وہ اُٹھالایا اُس صندوق میں چند خط تھے اُن کو نکالا اور اُس کے سامنے رکھدیئے اور کہا کہ دیکھ یہ وہ خطوط ہیں کہ مجھ کو بھیجے گئے ہیں اور شیخ الاسلام کے خطاب سے مخاطب بنایا گیا ہے کسی نے شیخ زکی اور کسی نے شیخ زاہد اور کسی نے شیخ الحرمین وغیرہ وغیرہ لکھا ہے یہ سب القاب ہیں نہ اسم اور میں ان میں سے کسی کے قابل نہیں ہوں ہر شخص نے اپنے اعتقاد کے موافق جو چاہا ہی لکھا ہے اگر اس بیچارہ نے بھی اپنے اعتقاد کے موافق ایک بات کہی اور مجھ کو ایک لقب سے یاد کیا تو تو نے اُس سے جھگڑا کیوں کیا لیکن جس شخص کا طریقہ ملامت میں قصد اور ترک جاہ کا ہوتا ہے وہ ایسا ہی جیسا کہ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن آپ خرمہ کے باغ سے ایک لکڑیوں کا گٹھا سر پر رکھے ہوئے آرہے تھے باوجودیکہ آپ کے یہاں چارسو غلام تھے۔ لوگوں نے کہا کہ یا امیر المومنین یہ کیا حال ہے آپ نے فرمایا کہ اُرِیْدُ اَنْ اُجَرِّبَ نَفْسِیْ یعنے میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے نفس کا امتحان کروں اپنے غلاموں سے مزدوری لینا نہیں چاہتا تاکہ خلق کا جاہ مجھکو کسی کام سے باز نہ رکھے یہ حکایت صریح دلیل ہی ملامت کے ثابت کرنے پر اور اس بارہ میں ایک حکایت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی وارد ہے جہاں اس کتاب میں اُن کا ذکر آئے وہاں تلاش کرنا چاہیئے۔

اور ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک حکایت ہی کہ وہ سفر حجاز سے جب اپنی شہر میں آئے اُس وقت شور ہوا کہ بایزید آئے تمام شہر کے آدمی اُن کی استقبال کو گئے

اور بڑے اعزاز واکرام سے اُن کو شہر میں لائے اور وہ اُن کی رعایت میں مشغول ہو کر خدا
کی یاد سے غافل ہو گئے جب بازار میں آئے تو ایک ٹکیہ اپنی آستین سے نکال کر کھانا شروع
کی اُس وقت سب آدمی اُنھی سے پھر گئے اور اُن کو وہیں تنہا چھوڑ دیا یہ مہینہ رمضان کا تھا
اور وہ مسافر تھے اپنے ایک مرید سے کہا کہ تو نے دیکھا کہ میں نے ایک کام شریعت کے مسئلہ
کے خلاف کیا تھا تمام خلق نے مجھ کو چھوڑ دیا اور میں کہ علی بن عثمان جلابی ہوں کہتا ہوں کہ
اُس زمانہ میں ملامت ہی کا کام چاہیئے تھا اور ایسی چیز کہ لوگوں کی عادت کے خلاف ہو۔
اُس کا ظاہر کرنا مناسب تھا اب اگر کوئی چاہے کہ کسیکو کوئی ملامت کرے اور کہے کہ جا
دو رکعت نماز نفل دیر تک پڑھ یا دین کو پکا ہو کر قبول کر تمام خلق یکبارگی تجھ کو منافق
اور ریاکار کہے گی لیکن جس شخص کا طریقہ ترک ملامت ہی اور شریعت کے خلاف کام کرتا ہے
اور کہتا ہے کہ میں ملامت کے طریقے کو اختیار کرتا ہوں وہ کھُلی ہوئی گمراہی ہی اور سچی ہوس
اور ظاہری آفت ہی جیسا کہ اس زمانہ میں بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اُن کا مقصود خلق سے
مقبول ہونا ہے اس وجہ سے کہ پہلے مقبول ہونا چاہیئے تب خلق کے مردود کرنے کا ارادہ
کرے اور ایسے کام کرے کہ اُن کو مردود کر سکے اور نامقبول کو مردود کرنا بہانہ ہے اپنی قبولیت
کے واسطے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کہتا ہے کہ ایک وقت میرا ایک مدعی باطل سے ساتھ پڑا
ایک روز اُس سے ایک خراب معاملہ ظاہر ہوا اور اُس کی وجہ سے ملامت
ہوئی ایک شخص نے اُن سے کہا کہ یہ کچھ بات نہیں ہی میں نے اُس کو دیکھا کہ اُس نے ایک
ٹھنڈی سانس بھری اور میں نے کہا کہ اے شخص اگر تو ملامت کا دعویٰ کرتا ہی اور اس بات
کی درستی میں تجھ ایسے جوانمرد کو انکار ہی تو تیرا فعل تیرے مذہب کیواسطے تاکید ہے
اور جب وہ تجھ سے تیری راہ میں موافقت کرتا ہے تو یہ جھگڑا فضول ہی اور یہ غصہ کیوں کرتا
ہے تیرا یہ قصہ ملامت سے بھی زیادہ بڑھا ہوا ہی کہ جو شخص حکم الٰہی میں خلق کی دعوت کرتا ہے
اُس کو ایک زبردست دلیل چاہیئے اور وہ زبردست دلیل سنت کی حفاظت کرتا ہے چونکہ

میں تجھ سے ترک فریضہ دیکھتا ہوں حالانکہ وہ خلق کی تو اُس طرف دعوت کرتا ہے یہ کام اسلام کے دائرہ سے خارج ہے

فصل تیسری

جاننا چاہیے کہ مذہب ملامت کا اس طریقہ میں اپنے زمانہ کے شیخ ابوحمدون قصار رحمۃ اللہ علیہ نے شائع کیا ہے اور اُن کی ملامت کی حقیقت میں بہت لطیفے ہیں اور اُنہیں سے ایک روایت ہے کہ فرمایا اَلْمَلَامَۃُ تَرْکُ السَّلَامَۃِ یعنے ملامت کے معنے یہ ہیں کہ سلامت کو چھوڑ دے اور جب کوئی شخص قصداً سلامت کو ترک کر دے اور بلا کو اختیار کر لے اور اپنی محبوب اور آرام کی چیزوں سے جدائی پیدا کر لی اس غرض سے کہ جلال اور مال حاصل ہووے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خلق کی طرف سے مردود ہو کر نا امید ہو جاتا ہے اور اُس کی طبیعت محبت کو توڑ دیتی ہے یہاں تک کہ ذات حق میں فانی ہو جاتا ہے پھر چاہے تمام خلق کسی حالت میں ہو وہ سلامت رہتا ہے اسی وجہ سے اہل ملامت کو اس پر بھروسہ ہوتا ہے۔ لیکن تب بھی ان لوگوں کی ہمت اپنی صفات میں واحد ہوتی ہے چنانچہ احمد بن وفا تک حسین بن منصور سے روایت کرتے ہیں کہ اُن سے لوگوں نے پوچھا کہ صوفی کون ہے تو اُنہوں نے کہا کہ اُس کی راہ خلق پر بہت دشوار ہے لیکن تھوڑا سا بیان کرتا ہوں رَجَاءُ الْمُرْجِیَۃِ وَخَوْفُ الْقَدَرِیَّۃِ یعنی امید رکھنا مرجیہ کا اور خوف رکھنا قدریہ کا یہی صفت ملامت کی ہے اور اس امر میں ایک عجیب رمز ہے۔ جاننا چاہیے کہ یہ طبیعت کسی طرح سے خدا کی درگاہ سے اس سے زیادہ نفرت کرنے والی نہیں ہو سکتی جتنی کہ جاہ خلق سے اور آدمی کو اسیقدر کافی ہے کہ کوئی چیز اُس کے جان و دل کو چھیننے والی ہو اور خدائے تعالےٰ سے اُس کو باز رکھے پس ڈھونڈنے والا ہمیشہ کوشش کرتا ہے کہ ڈر کی جگہ سے دور رہے اور اسی کوشش میں طالب کو دو خطرے پیش آتے ہیں ایک خلق کے حجاب کا خوف

دوسرے ایسے کام کا منع کرنا کہ تمام خلق اُس فعل کی وجہ سے اُس کو لوگ بدکار کہیں اور ملامت
کریں نہ اب انکی جاہ کے ساتھ آرام کرسکتا ہی اور نہ یہ طاقت ہی کہ ان کو اپنی ملامت سے
گنہگار کرسکتا ہی پس ملامتی کو چاہیے کہ پہلے خلق سے دنیا وعقبیٰ کا جھگڑا قطع کرے اس
وجہ سے کہ اُس سے یہ کہیں کہ دل کی تسلی کے واسطے ایسا کام کرو کہ وہ شریعت میں نہ گناہ
کبیرہ ہو نہ صغیرہ ہو تاکہ آدمی اُس کو مردود کردیں تاکہ اُس کا ڈر معاملات میں نذر ہو لوں کا۔
سا ہو وہی اور اُس کی امید مرجی کی سعی ہو دے اور حقیقت میں کسی چیز کی دوستی ملامت سے
بہتر نہیں ہے اس وجہ سے کہ دوست کی ملامت کا دوست کے دل پر اثر نہیں ہوتا ہی اور دوست
کو سوائے اپنی دوست کی گلی کے کہیں گذر نہیں ہوتا ہی اور غیروں کا دوست کے دل پر نظر
نہیں ہوتا ہے اَجِدُ الْمَلَامَةَ فِی هَوَاكَ لَذِیْذَةً لِاَنَّ الْمَلَامَةَ رَوْضَةُ الْعَاشِقِیْنَ
وَنُزْهَةُ الْمُحِبِّیْنَ وَرَاحَةُ الْمُشْتَاقِیْنَ وَسُرُوْرُ الْمُرِیْدِیْنَ۔ یعنی میں ملامت کو
تیری خواہش کے مطابق لذیذ پاتا ہوں اس واسطے کہ ملامت عاشقوں کے لئے ایک
تر وتازہ باغ ہے اور دوستوں کیلئے باعث تراوت ہی اور مشتاقوں کے لئے موجب
راحت ہی اور مریدوں کیلئے سبب سرور ہے اور یہ گروہ مخصوص ہے ملامت اختیار کرنے
کے واسطے دونوں میں یعنے جن اور انسان ہیں اور کوئی تمام خلق میں مقربان اور نہ
کروبیاں اور روحانیاں سے اس درجہ کو نہیں پہونچا اور اس سے پہلے زاہد اور عابد
اور راغب اور طالب خدا کے جو گذرے ہیں وہ بھی اس مرتبہ کے نہ تھے سوائے
اس امت کے ایک گروہ کے کہ جنہوں نے دل کے قطع کرنے کا راستہ طے کیا ہے لیکن
میرے نزدیک طلب ملامت عین ریا ہے اور ریا نفاق کو کہتے ہیں اس وجہ سے کہ
ریاکار بے تکلف ایسے راستہ پر چلتا ہے کہ برگزیدہ خلق ہووے اور ملامتی تکلف سے
ایسے راستہ کو طے کرتا ہے کہ خلق اُس کو مردود کرے اور خلق میں دونوں قسم کے
گروہ ہوئے ہیں اور ان میں سے کوئی باہر نہیں ہے کسی نے اس معاملہ کو اپنی آنکھ سے

دیکھا ہے اور کسی نے اُس معاملہ کو اور فقیر کو تمام خلق میں سے کسی کی بات دل پر اثر نہیں کرتی چونکہ اُس کا دل خلق سے ٹوٹا ہوا ہوتا ہے اس وجہ سے ان دونوں باتوں سے اُن کا دل فارغ ہے اور اُس کے نزدیک دونوں چیزیں ہیچ ہیں - ایک مرتبہ ماوراءالنہر کے ملامتیوں میں سے ایک شخص سے صحبت ہوئی جب وہ خوش ہوا تو میں نے اُس سے دریافت کیا کہ اے برادر ان افعال شوریدہ سے تیری کیا مراد ہے اُس نے کہا کہ خلق کو اپنے آپ سے قطع کرنا چاہتا ہوں میں نے کہا کہ خلق بہت ہے اور تیری عمر کا زمانہ اب اسکے واسطے کافی نہیں ہو سکتا کہ تو رفتہ رفتہ خلق کو اپنی ذات سے منقطع کرے اس سے بہتر یہ ہے کہ تو خود ہی خلق سے انقطاع اختیار کر تا کہ تو اس بلا سے چھوٹ جائے اور بعض گروہ خلق کی طرف مشغول ہو کر یہ خیال کرتا ہے کہ خلق میری طرف مشغول ہے۔ پس تو کسی کو مت دیکھ تاکہ تجھ کو بھی کوئی نہ دیکھے چونکہ تیرا دیکھنا تیری ہی واسطے بلا ہے تجھ کو غیر سے کیا کام جس شخص کو کہ شفا بھوک سے ہوئی ہو وہ کھانی سے چاہتا ہے اور وہ آدمیوں سے نہیں ہے اور ایک گروہ ریاضت کے واسطے نفس کو ملامت کرتا ہے تاکہ خلق اُس کو ذلیل کر کرادب کرے اور اپنی داد پاوے یہ لوگ اس کو بہت اچھا سمجھتے ہیں کہ اپنے نفس کو خواری اور ذلت میں مبتلا دیکھیں۔ حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہی کہ ایک شخص نے اُن سے پوچھا کہ آپ کبھی اپنی مراد کو بھی پہونچے ہیں تو اُنہوں نے کہا کہ ہاں دو بار ایک مرتبہ میں کشتی میں بیٹھا ہوا تھا اور اُس میں مجھ کو کسی نے نہ پہچانا اُس وقت میں پُرانے اور پھٹے کپڑے پہنے ہوئے تھا سر کے بال بڑھی ہوئی تھے میری ایسی حالت تھی کہ کشتی والے مجھ پر ہنستے تھے جو شخص آتا میرے سر کے بال پکڑ کر کھینچتا اور اکھیڑتا اور مسخراپن کرتا تھا اُس وقت میری مراد حاصل ہو رہی تھی اور میں اُس لباس سے بہت ہی خوش ہو رہا تھا یہاں تک کہ ایک روز اُس خوشی کا زمانہ ختم ہو گیا اور یہ بات اس سبب سے تھی کہ ایک مسخرا اُٹھا اور اُس نے میرے اوپر

پیشاب کر دیا۔ دوسری مرتبہ یہ ہوا کہ ایک مرتبہ میں بہت بے بس رہا تھا اور سخت جاڑا پڑ رہا تھا کہ میں ایک موضع میں پہونچا کہ میرا جبہ بھیگ گیا تھا میں ایک مسجد میں گیا وہاں بھی مجھے کسی نے نہ ٹھہرنے دیا جب میں عاجز ہو گیا اور جاڑہ کی وجہ سے میں ایک حمام کی بھٹی میں گھس گیا اور اپنے دامن سمیٹ کر اس آگ کی طرف کر لئے اس کے دہوئیں سے میرے کپڑے اور منہ کالا ہو گیا اس وقت میں اپنی مراد کو پہونچا۔

اور میں کہ علی بن عثمان جلابی ہوں ایک مرتبہ مجھ کو ایسا واقعہ ہوا کہ میں نے بہت مجاہدہ کیا اس امید پر کہ مجھ کو کچھ حاصل ہو جاوے چونکہ ایک مرتبہ پہلے اس سے ایک حالت مجھ پر طاری ہو چکی تھی شیخ ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر میں مجاور رہا تھا کہ مجھ کو وہی حالت حاصل ہوئی میں نے پھر وہاں جانے کا قصد کیا اور تین ماہ تک ان کی قبر پر حاضر رہا میں ہر روز غسل کرتا تھا اور وضو کر کے بیٹھتا تھا مگر وہ مقام نہ کھلا۔ آخر میں وہاں سے اٹھا اور خراسان کے سفر کا ارادہ کیا اس ولایت میں جب میں پہونچا تو رات کہیں ایک موضع میں گیا وہاں ایک خانقاہ تھی اور اس میں ایک متصوفین کی جماعت بیٹھی ہوئی تھی میرے پاس اس وقت ایک موٹے کپڑے کا جبہ تھا اور ایک لاٹھی اور کوئی چیز نہ تھی۔ اس جماعت کی نظر میں میں بہت ہی حقیر معلوم ہوا اور کسی نے مجھ کو نہ جانا کہ کون ہے اور بلکہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ ہم میں سے نہیں ہے اور واقع میں میں ان میں سے نہ تھا لیکن اس رات مجھکو وہاں ٹھہرنے کی ضرورت تھی مجھکو ایک کوٹھے پر بٹھا دیا اور اپنے آپ ایک اور کوٹھے پر جو اس سے اونچا تھا چڑھ گئے اور مجھ کو سوکھی روٹی تھوڑی سی دے دی اور میں ان لوگوں کے کھانے کو دیکھتا تھا کہ وہ مجھ سے اچھا کھانا کھاتے تھے اور مجھ پر طنز وطعن کی باتیں کرتے تھے جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو خربزہ کھا کر اس کے چھلکے بطور مسخراپن کے میرے سر پر ڈالتے تھے میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ خدایا

اگر تو وہ نہیں ہے کہ اپنے دوستوں کے لباس کو ایسی ذلت میں آلودہ کرے ہر چند کہ وہ طعن و طنز ان کی مجھ پر زیادہ ہوتی تھی میرا دل ان سے زیادہ خوش ہوتا تھا یہاں تک کہ یہ ندامت اور ذلت اُٹھاتے اُٹھاتے وہ مقام مجھ پر کھل گیا اور اُسوقت میں نے جانا کہ مشائخین جاہلوں کو اپنے درمیان اسی وجہ سے راہ دیتے ہیں۔ تاکہ مقامات کا انکشاف ہو جاوے۔ اور ملامت کے احکام تحقیق کے طور پر یہ ہیں کہ جو میں نے لکھے ہیں۔ بتوفیق اللہ تبارک و تقدس۔

الباب السابع فی ذکر ائمتہم من الصحابۃ رضؓ

اب ہم کچھ تھوڑا احوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کا اور اُن کے ائمہ کا جو اُن کے پیشوا ان معاملات میں تھے لکھتے ہیں یعنے انبیاء سابقین اور اُن کے مہاجرین و انصار وغیرہ کا احوال اس کتاب میں درج کرتے ہیں تاکہ ایک زبردست دلیل تیری مراد ثابت کرنے کے واسطے ہو جاوے انشاء اللہ تعالےٰ اُن میں سے پہلے شیخ الاسلام بعد از انبیاء خیر الانام خلیفہ اور امام اہل تجرید کے سردار ارباب تفرید کے تنا ہنوا آفات انسانی سے بعید امیر المومنین حضرت ابو بکر عبد اللہ بن عثمان الصدیق رضے اللہ عنہ کہ ان کی کرامتیں مشہور ہیں اور اُن کی نشانیاں اور دلائل ظاہر یہ حقائق اور معاملات میں ظاہر ہیں اور تصوف کے باب میں تھوڑا سا لیے ہمنے اُن کا ذکر پاک بھی پہلے کیا ہے مشائخین اُن کو ارباب مشاہدہ کا پیشوا کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے اُن سے حکایات و روایت کم آئی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ارباب مجاہدہ کا پیشوا کہتے ہیں اس وجہ سے کہ اُن کے معاملات میں سختی تھی اور اُن سے احادیث صحیح وارد ہیں اور اہل علم میں مشہور ہیں جب وہ رات کو نماز پڑھتے تھے تو قرآن آہستہ پڑھتے تھے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تھے تو قرآن شریف

کو باواز بلند پڑھتے تھے حضور اقدس پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیوں آہستہ قرآن پڑھتے ہو تو کہا اس وجہ سے کہ میں جانتا ہوں کہ مجھسے وہ غائب نہیں ہے اور اس کے نزدیک چلا کر پڑھنا اور آہستہ پڑھنا سب برابر ہے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو کہا کہ سوتے ہوؤں کے جگانے کے واسطے اور شیطان کے دفع کرنیکے واسطے چلا کر پڑھتا ہوں یہ دلیل مجاہدہ کی ہے چونکہ ان کا مجاہدہ بڑھا ہوا تھا اور وہ نشان مشاہدہ کا ہے اور مقام مجاہدہ مقابلہ میں مقام مشاہدہ کے ایسا ہے جیسا دریا میں قطرہ اور اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے هَلْ اَنْتَ اِلَّا حَسَنَةٌ مِنْ حَسَنَاتِ اَبِیْ بَکْرٍ یعنے نہیں ہو تم اے عمرؓ مگر ایک نیکی ابو بکر کی نیکیوں میں سے۔ اور اسلام کی عزت ابو بکر سے ہی ہی دیکھو اہل عالم اُن کے ساتھ کس طرح پیش آتے ہیں کہ کہا اُنہوں نے دَارُنَا فَانِیَةٌ وَاَحْوَالُنَا عَارِیَةٌ وَاَنْفَاسُنَا مَعْدُوْدَةٌ وَکَسْلُنَا مَوْجُوْدَةٌ یعنے ہمارا گھر قابل چھوڑ دینے کے ہے اور ہمارا احوال ایک عاریت ہے اور ہمارے نفس چند ہیں اور ہماری کاہلی موجود ہے۔ پس سرائے فانی کی عمارت پر دل لگانا جہالت ہے اور عاریت کے حال پر دل دینا غفلت ہی اور چند انفاس کے ساتھ محبت کرنا نادانی ہے اور کاہلی کو اپنا دین کہنا خسارہ ہے کیوں کہ مانگی ہوئی چیز واپس ہوگی۔ اور جو چیز گننے والی ہے وہ پایدار نہیں ہوتی ہے کاہلی خود ناپائدار چیز ہے یہ ہم کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تعلیم فرمادیا ہے کہ یہ سب باتیں دنیا ہیں اور دنیا ایسی چیز نہیں ہے کہ اپنا دل اُس سے مشغول کیا جاوے اسواسطے کہ جب تو فانی چیز میں مشغول ہوجائیگا باقی چیز محجوب ہوجائے گی اور جب نفس اور دنیا طالب کیلئے حجاب ہیں تو خدا کے دوست دونوں سے اعراض کرتے ہیں اور جب یہ بات اُنہوں نے جان لی ہے کہ یہ عاریت ہیں اور مانگی ہوئی چیز آدمیوں کی ملکیت ہوا کرتی ہے تو آدمیوں کی ملکیت میں تصرف کرنا نہیں چاہتے اور خود حضرت ابو بکر

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے مناجات میں کہا اَللّٰھُمَّ ابْسُطْ لِیَ الدُّنْیَا وَزَھِّدْنِیْ عَنْھَا یعنی اے اللہ خوش کر مجھکو دنیا میں اور زاہد کر مجھ کو کسی چیز سے یعنی مجھ کو اُس کی آفت سے نگاہ رکھ اور اس بات میں ایک رمز ہے یعنے پہلے دنیا دے تاکہ اُس کا شکر کروں پھر اس بات کی توفیق دے کہ تیری محبت میں اُس سے ہاتھ اٹھالوں اور مُنہ پھیرلوں تاکہ شکر کا درجہ حاصل کروں اور صابر ہو جاؤں اور بے اختیاری میری جاتی رہے اور فقیری اختیار کے ساتھ ہو جائے اور یہ بات اُس پیر طریقت کیواسطے جائز ہے جس نے یہ کہا کہ فقیری اختیار کے ساتھ بے اختیاری سے بہتر ہے اگر بے اختیاری ہے تو فقیری کی اُس میں صفت نہیں ہے اور اگر اختیار سے ہے تو واقع میں فقیری کے ساتھ موصوف ہے اور جب اُس کی کمائی فقیری سے منقطع ہے تو وہ اپنے آپ کو تکلف یعنے تصنع سے بہتر ہے ہم کہتے ہیں کہ فقیری اُس وقت ظاہر ہوگی کہ جب امیری کی حالت میں فقیری کا وقار اُس کے دلپر غالب ہے یعنی یہاں تک عمل کرے کہ اُس کو آدمؑ اور اُن کی ذُریت سے جُدا کرلے نہ یہ بات کہ فقیری کی حالت میں امیری کا غلبہ ہو اور ایسے افعال کرے کہ درجے کے واسطے ظالموں اور بادشاہوں کے یہاں اُس کو ذلیل کرے۔ اور فقیری کی یہ صفت ہے کہ امیری کے درجہ کو گرا ہوا سمجھے نہ یہ کہ فقیری کی حالت میں ریاست تلاش کرے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو بعد انبیاء علیہم السلام کی تمام خلق سے پیشوا اور مقدم ہیں اور یہ بات ہو نہیں سکتی کہ کوئی اُن سے قدم آگے بڑھائے فقر اختیاری کو بے اختیاری پر انہوں نے مقدم رکھا ہے اور تمام مشائخ متصوفین کا یہ ہی مذہب ہے مگر اُس ایک پیر کا جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا کہ وہ اس کے خلاف ہے، اور اُس کے اقوال کو ہم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قول سے مستحکم کیا اور یہی ایک درستی دلیل ہے اور حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ اُن سے روایت کرتے ہیں کہ جب اُن کو خلافت ملی تو منبر پر چڑھکر پہلے آپ نے خطبہ پڑھا اور یہ فرمایا کہ وَاللّٰہِ

مَا كُنْتُ حَرِيْصًا عَلَى الْاِمَارَةِ يَوْمًا وَلَا لَيْلَةً قَطُّ وَلَا كُنْتُ فِيْهَا رَاغِبَةً وَلَا سَأَلْتُهَا قَطُّ فِيْ سِرٍّ وَعَلَانِيَةٍ وَمَالِيْ فِي الْاِمَارَةِ مِنْ رَاحَةٍ یعنی خدا کی قسم میں خلافت کی حرص نہیں رکھتا ہوں اور کسی دن اور کسی رات ہرگز اس کی خواہش میرے دل میں نہ پیدا ہوئی اور ظاہر و باطن کبھی میں نے خدا سے نہ چاہا اور مجھ کو اس میں کوئی راحت نہیں ہے اور جب بندہ کو خدائے عزوجل کمال صدق کو پہونچاتا ہے اور مرتبہ قدرت سے سرفراز کرتا ہے تو وہ حق کے وارد ہونے کا منتظر رہتا ہے تاکہ دیکھا چاہیے کہ صفت پر قرار پکڑے تاکہ وہ اسی صفت کے ساتھ موصوف ہووے اور اگر فقیری کے واسطے حکم ہو تو فقیر ہوا اور اگر امیری کے واسطے حکم ہو تو امیر ہو اس امر میں وہ کسی قسم کا تصرف اختیار نہیں کرسکتا جس طرح کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ابتدائے حال میں سوائے رضاء اور تسلیم کے اور کچھ اختیار نہ فرمایا اور آخر وقت تک اسی پر قائم اور مضبوط رہے پس ہمکو تجرید اور تمکین اور فقیری پر حرص اور ترک ریاست کی آرزو میں اسی گروہ کی پیروی چاہیئے اس واسطے کہ امام دین یہی ہیں اور اہل طریقت کے پیش رو بھی ہیں۔ اور اُن میں سے ایک اہل ایمان کے سردار اور اہل احسان کے امام اور اہل تحقیق کے پیشوا دریائے محبت میں ڈوبے ہوئے ابوحفص حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں کہ آپ کی کرامتیں مشہور ہیں اور آپ فراست کے ساتھ مخصوص تھے اور آپ کی طریقت میں بہت سے لطائف و دقائق اس باب میں موجود ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی شان میں فرمایا ہے کہ اَلْحَقُّ يَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ یعنے خدا ہی تعالے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے بولتا ہے اور بھی آپ نے فرمایا ہے قَدْ كَانَ فِي الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ يَّكُ مِنْهُمْ فِيْ اُمَّتِيْ فَعُمَرُ یعنے پہلے زمانہ کی امتوں میں محدثین پیدا ہوئے ہیں۔ اور اگر اس امت میں ہے تو عمر رضی اللہ عنہ ہی آپ کی طریقت میں بہت سی رموز ہیں کہ اس کتاب

میں ہم اُن سبکو نہیں لکھ سکتے اور آپ سے ایک روایت میں وارد ہے اَلْعُزْلَۃُ رَاحَۃٌ مِّنْ خُلَطَآءِ السُّوْءِ یعنے عزلت بہتر ہی بُرے ہمنشینوں سے اور عزلت دو قسم پر ہی ایک خلق سے روگردانی اور دوسری اُن سے انقطاع اور خلق سے روگردانی کے یہ معنے ہیں کہ کسی تنہا جگہ رہنا اختیار کرے اور غیر جنس کی صحبت سے گریز کرے۔ اور اپنے عیبوں کو خود غور سے دیکھے اور آدمیوں کے ملنے سے نفرت کرے اور خلق کے ساتھ بدخوئی سے پیش نہ آوے اور مخلوق سے دل سے انقطاع اختیار کرے اور ظاہر میں بھی اُن سے کوئی تعلق نہ رکھے جب کوئی شخص خلق سے جدا ہو جائے تو خلق اُس کے واسطے اپنے معاملات میں کوئی اس قسم کی وصیت نہیں کرتی ہے کہ جس سے اُس کے دل پر کوئی اندیشہ غالب ہووے پھر یہ شخص اگرچہ خلق میں رہتا ہے لیکن خلق سے جدا سمجھا جاتا ہے اور یہ مقام بہت ہی اعلے اور بعید ہے۔ اور اس راستہ پر سیدھے چلنے والے اور اس صفت کے ساتھ موصوف حضرت عمر رضے اللہ عنہ تھے کہ گوشہ نشینی کا آرام اُن کو حاصل تھا گو ظاہر میں خلق میں امارت وخلافت کے ساتھ تھے اور یہ بہت زبردست دلیل ہے اس امر کی کہ اہل باطن اگرچہ ظاہر میں خلق میں ملے جلے رہتے ہیں مگر اُن کا دل خدا سے لگا رہتا ہے اور ہر ایک حال میں اُسی کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور جتنی دیر خلق کے ساتھ صحبت رکھتے ہیں تو اُس صحبت کو خدا کی طرف سے ایک بلا سمجھتے ہیں۔ اور خدائے تعالےٰ سے دعا کرتے ہیں کہ دنیا تیرے دوستوں کیواسطے صفائی کی جگہ نہیں ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے دَارٌ اُسِّسَتْ عَلَی الْبَلْوٰی بِلَا بَلْوٰی مُحَالٌ یعنے دنیا ایسا گھر ہے کہ اس کی بنیاد بلا پر اور آزمائش پر ہے اور اس میں بلا سے خالی رہنا محال ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خاص اصحاب سے تھے اور درگاہ الٰہی میں آپ کے سب افعال مقبول تھے۔

یہاں تک کہ جبریٔیل علیہ السلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا قَدِ اسْتَبْشَرَ یَا مُحَمَّدُ اَهْلُ السَّمَآءِ الْیَوْمَ بِاِسْلَامِ عُمَرَ یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج تمام اہل آسمان آپ کو بشارت دیتے ہیں حضرت عمرؓ کے اسلام کی پس اس گروہ کی پیروی جبہ پہننے میں اور دین کے اندر سخت ہونے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے اس وجہ سے کہ آپ ہر طرح سے تمام خلق کے پیشوا ہیں اور اُن میں سے ایک حیا کا خزانہ اور اہل صفا کا پیشوا اور درگاہ رضا کے تعلق رکھنے والے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے والے ابو عمر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہ آپ کی فضائل و محامد ظاہر ہیں۔ حضرت عبداللہ بن رباح اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حرب الدار کے دن ہم امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تھے جب اہل غوغہ اُن کی درگاہ میں جمع ہوئے اور اُن کے غلاموں نے ہتھیار اُٹھائے اُس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو شخص ہتھیار نہ اُٹھائے وہ میرے مال سے آزاد ہے اور ہم اپنے ڈر سے باہر نکل آئے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما راستہ میں ملے اُن کے ساتھ پھر ہم عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تاکہ ہم یہ بات جانیں کہ حسن بن علی کرم اللہ وجہ کیا کام کرتے ہیں جب امام حسن رضی اللہ عنہ آئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سلام علیک کی اور تعزیت کے طور پر فرمایا کہ اے امیر المومنین میں بغیر تمہارے حکم کے مسلمانوں پر تلوار نہ اُٹھاؤں گا تم امام برحق ہو مجھ کو حکم کرو کہ میں اس قوم کی بلا کو تم سے دفع کروں حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اُن سے کہا کہ اے میرے بھتیجے اِرْجِعْ وَاَجْلِسْ فِیْ بَیْتِكَ حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ فَلَا حَاجَةَ لَنَا فِیْ اِهْرَاقِ الدِّمَاءِ یعنی اے میرے بھتیجے لوٹ جاؤ اور اپنے گھر میں بیٹھو یہاں تک کہ خداوند تعالےٰ کیا حکم کرتا ہے

مسلمانوں کے خون کرنے کی ہمکو حاجت نہیں ہے اور یہ علامت تسلیم کی حالت
درد اور بلا میں دوستی اور خلت کا درجہ یہی ہے جیسا کہ نمرود علیہ اللعنۃ نے حضرت
ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہ پر آگ روشن کی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا
هَلْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ یعنے تم کو کچھ حاجت ہے آپ نے فرمایا اَمَّا اِلَيْكَ فَلَا یعنے
تجھ سے کچھ حاجت نہیں ہے حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ تو خدا سے مانگو
آپ نے فرمایا حسبی من سوالی علمہ بحالی یعنے مجھ کو یہ کافی ہے کہ میرا حال وہ خوب
جانتا ہے اور دیکھ رہا ہے اور میرے واسطے جو بہتر ہے وہی کر رہا ہے۔ پس حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ یہاں بجائے خلیل کے تھے اور آدمیوں کا شور بجائے آگ کے
اور امام حسن بجائے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے تھے لیکن حضرت ابراہیم علیہ
السلام کو بلا سے نجات دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا میں ہلاک کیا۔ اور
نجات کو تعلق بقا سے ہے اور ہلاک کو فنا سے اس باب میں تھوڑا سا ہم پہلے بیان
کر چکے ہیں پس معلوم ہو گیا کہ اس طائفہ کا اتباع کرنا مال اور جان اور تسلیم امور اور
اخلاص عبادات میں انہیں کے ساتھ ہے اور حقیقت میں امام وہی ہے اور طریقت کی
ترتیب حقیقت و شریعت میں اسی کی دوستی سے ظاہر ہے۔ اور اُن میں سے
ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی غریق دریائے بلا اور حریق نار ولا مقتدائے
جملہ اولیاء و اصفیا ابوالحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ و کرم اللہ وجہہ ہیں۔
یعنے آپ طریقت میں صاحب درجات رفیعہ ہیں اور آپ اپنے وقت میں
اصول حقائق سے کامل حصہ رکھتے تھے یہاں تک کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے
ہیں کہ شَيْخُنَا فِي الْاُصُوْلِ وَالْبَلَاءِ عَلِيُّ الْمُرْتَضٰى كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ یعنے ہمارے
شیخ اصول اور بلا میں علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں یعنے علم طریقت اور معاملات
دونوں کے امام ہیں اس واسطے کہ علم طریقت کو اہل طریقت اصول کہتے ہیں اور معاملات

طریقت کو اپنے اوپر بلا سمجھتے ہیں۔ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہا کہ یا امیر المومنین مجھ کو کوئی وصیت کیجئے آپ نے فرمایا لَا تَجعلن اکبر شغلک باھلک وَ وَلدِک فَاِنْ یَکُن اَھلُکَ وَ وَلدُکَ مِنْ اَولیاءِ اللہِ تعالیٰ فَاِنَّ اللہَ لَا یُضیعُ اَولیائَہٗ وَاِنْ کَانُوْا اَعداءَ اللہِ فَمَاھَمُّکَ وَشُغلُکَ لِاَعداءِ اللہِ سُبحانَہٗ یعنے اپنے زن و فرزند سے سخت درجہ کا شغل مت کر اس واسطے کہ اگر یہ خدا کے دوست ہیں تو خدا اپنے دوستوں کو خراب نہیں کرتا ہے اور اگر اُسکے دشمن ہیں تو خدا کے دشمنوں کی غمخواری نہ کرنا چاہیئے اور اس مسئلہ کا تعلق سوائے خدا کے اور چیزوں سے دل منقطع کرنے کے ساتھ ہی اس واسطے کہ وہ اپنے بندوں کو جیسا چاہتا ہے رکھتا ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکی کو بہت سخت حالت میں چھوڑا اور خدا کے سپرد کیا اور حضرت ابراھیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ایک جنگل میں کہ جہاں کھیتی اور پانی کا نام نہ تھا چھوڑا اور خدا کے سپرد کیا اور ان کو اپنا شغل نہ بنایا اور سب نے اپنا دل خدا سے لگایا اسی لئے ان کی دونوں جہان کی مرادیں بے مرادی کی حالت میں بر آئیں یہ تسلیم امور خدائے عزوجل کے حکم سے تھا اور یہ بات مثل اُس بات کے ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک سائل سے فرمایا یعنے اُس سائل نے آپ سے یہ بات دریافت کی گئی تھی کہ سب گسبو میں پاکیزہ کسب کون ہے آپ نے جواب دیا کہ غِنَاءُ القَلْبِ بِاللہِ یعنی جو دل کہ خداوند تعالےٰ کی محبت سے امیر ہو تو دنیا کی نیستی اُس کو فقیر نہیں کر سکتی اور اُس کی ہستی اُس کو امیر نہیں کر سکتی اور اس امر کی حقیقت فقر اور تصوف سے کھلتی ہے اس کا ذکر ہم پہلے بھی کر چکے ہیں۔ پس طریقت والے حقائق عبارات اور دقائق اشارات اور تجرید معلومات دنیا و آخرت اور نظارہ تقدیر حق میں ان کا اتباع کرتی ہیں۔ اور آپ کے لطائف کلام بیشمار ہیں اور میرا مذہب

اس کتاب میں مختصراً بیان کرتا ہے وباللہ التوفیق

باب ائمتہم فی ذکر ائمتہم من اہل البیت

اور اہل بیت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم جن کی طہارت ازل سے ہے اور ہر ہر واحد نے
اس باب میں قدم رکھا ہے اور سب اہل طریقت کے پیشوا ہیں۔ میں ان کے حالات
مختصر سے اس کتاب میں انشاء اللہ تعالےٰ بیان کروں گا۔ اور اُن میں سے
ایک جگر بند مصطفےٰ اور ریحان دل مرتضیٰ اور قرۃ العین فاطمۃ الزہرا ابو محمد حسن
ابن علی رضی اللہ تعالےٰ عنہما ہیں۔ آپ کی طریقت میں غائر نظر تھی اور حقائق میں آپ
بڑا حصہ واقفیت کا رکھتے تھے یہاں تک کہ آپ نے اپنی وصیت میں فرمایا ہے
عَلَیْکُمْ بِحِفْظِ السَّرَائِرِ فَاِنَّ اللّٰہَ مُطَّلِعٌ عَلَی الضَّمَائِرِ یعنی خدا کے اسرار کی حفاظت لازم سمجھو
کہ وہ اسرار کا جاننے والا ہے اور حقیقت میں یہ بات یوں ہے کہ بندہ مخاطب ہے حفظ
اسرار کے ساتھ جس طرح کہ اُس کو حفظ اضمار کا حکم ہے پس حفظ اسرار کے یہ معنے ہیں۔ کہ
اغیار سے انقطاع کرے اور اسرار کی حفاظت کرے اور قدریوں نے جب غلبہ پکڑا اور
معتزلہ کا مذہب جہان میں پھیل گیا تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام
حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا۔

خط عربی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَقُرَّۃَ عَیْنِہٖ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّکُمْ مَعَاشِرَ بَنِیْ ھَاشِمٍ کَالْفُلْکِ الْجَارِیَۃِ فِیْ لُجَجٍ لُجِّیٍّ وَمَصَابِیْحِ الدُّجٰی وَاَعْلَامِ
الْھُدٰی وَالْاَئِمَّۃِ الْقَادَۃِ الَّذِیْنَ مَنْ تَبِعَھُمْ نَجَا کَسَفِیْنَۃِ نُوْحٍ الْمَشْحُوْنَۃِ الَّتِیْ یَؤُلُ
اِلَیْھَا الْمُؤْمِنُوْنَ وَیَنْجُوْ فِیْھَا الْمُتَمَسِّکُوْنَ فَمَا قَوْلُکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
عِنْدَ حَیْرَتِنَا فِی الْقَدْرِ وَاخْتِلَافِنَا فِی الْاِسْتِطَاعَۃِ لِتَعْلَمَنَا بِمَا تَاَکَّدَ عَلَیْہِ رَایُکَ فَاِنَّکُمْ

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ بِعِلْمِ اللّٰهِ عِلْمُتُمْ وَهُوَ الشَّاهِدُ عَلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ عَلَى النَّاسِ وَالسَّلَامُ یعنے خدا کا سلام تمپر ہو جیسا کہ بیٹے پیغمبر خدا کے اور روشنی اُن کے آنکھ کی خدا کی رحمتیں اور برکتیں تمپر تم سب بنی ہاشم ہو اور مثل کشتی جاری کے ہو گھرے دریاؤں اور چمکنے والے ستارے ہو اور ہدایت کی علامتیں ہو اور دین کے امام ہو جو شخص تمہارا اتباع کرے نجات پائے مثل کشتی نوح علیہ السلام کے اتباع کرنے والوں کے کہ جو اُنپر ایمان لائے نجات پائے آپ کیا فرماتے ہیں اے بیٹے پیغمبر کے اس صورت میں کہ جب ہمکو قدر میں حیرت ہو اور استطاعت میں اختلاف کریں۔ آپ ہمکو اپنا طریقہ تعلیم فرمائیے کہ آپ کا اس میں کیا مسلک ہے آپ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی ذریت ہیں آپ کا علم ہرگز منقطع نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ وہ تعلیم الٰہی ہے اور خدا آپ کا حافظ و ناصر ہے جب آپ کو یہ خط پہونچا اُس کا آپنے یہ جواب لکھا۔

جواب خط عربی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اِنْتَهٰى اِلَيَّ كِتَابُكَ عِنْدَ حَيْرَتِكَ وَحَيْرَةِ مَنْ زَعَمْتَ مِنْ اُمَّتِنَا وَالَّذِيْ عَلَيْهِ رَأْيِيْ اَنَّ مَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَدْ كَفَرَ وَمَنْ حَمَلَ الْمَعَاصِيَ عَلَى اللّٰهِ فَقَدْ فَجَرَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُطَاعُ بِاِكْرَاهٍ وَّلَا يُعْصٰى بِغَلَبَةٍ وَّلَا يُهْمِلُ الْعِبَادَ فِيْ مُلْكِهٖ لٰكِنَّهُ الْمَالِكُ لِمَا مَلَّكَهُمْ وَالْقَادِرُ عَلٰى مَا عَلَيْهِ قَدَّرَهُمْ فَاِنِ ائْتَمَرُوْا بِالطَّاعَةِ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ عَنْهَا صَادًّا وَّلَا لَهُمْ عَنْهَا مُثَبِّطًا وَاِنْ اَتَوْا بِالْمَعْصِيَةِ وَشَاءَ اَنْ يَّمُنَّ عَلَيْهِمْ فَيَحُوْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَهَا فَعَلَ وَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ هُوَ حَمَلَهُمْ عَلَيْهَا اِجْبَارًا وَّلَا اَلْزَمَهُمْ اِكْرَاهًا بِاِحْتِجَاجِهٖ عَلَيْهِمْ اَنْ عَرَّفَهُمْ وَمَكَّنَهُمْ جَعَلَ لَهُمُ السَّبِيْلَ اِلٰى اَخْذِ مَا دَعَاهُمْ اِلَيْهِ وَتَرْكِ مَا نَهَاهُمْ عَنْهُ وَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ وَالسَّلَامُ یعنے اس کے یہ معنے ہیں کہ تم نے جو اپنی

حیرت اور ہماری امت کی حیرت قدر کے بارہ میں لکھی ہے اس میں میری مستقیم رائے یہ ہے کہ جو شخص خدا کے خیر و شر پر قادر ہونے پر ایمان نہیں لاتا ہے وہ کافر ہے اور جو شخص کہ ان امور میں گناہ کرتا ہے یعنی مذہب تقدیر کا انکار کرتا ہے وہ فاجر ہے اور گناہوں کو جو خدا کے حوالے کرتا ہے وہ مذہب جبریہ کا ہے۔ پس بندہ مختار ہے اپنے اعمال و افعال میں اپنی طاقت کے موافق جسقدر کہ خدائے عز و جل نے اُس کو دی ہے اور ہمارا مذہب قدر و جبر کے درمیان میں ہے۔

میری مراد اس خط سے صرف ایک کلمہ سے زیادہ نہ تھی کہ اتنا ہی کافی تھا لیکن یہ سب باتیں اس وجہ سے لکھی ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ علم حقائق و اصول میں بڑا درجہ رکھتے تھے جیسا کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے آپ کے علوم میں بڑی تحقیق اور مبالغہ کیا ہے۔ اور میں نے حکایات میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک اعرابی جنگل سے آیا اور امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے دروازہ پر بمقام کوفہ بیٹھے ہوئے تھے اُس نے آکر آپ کو گالی دی اور آپ کے ماں باپ کو بھی بُرا بھلا کہا اُس وقت آپ نے فرمایا کہ اے اعرابی کیا تو بھوکا اور پیاسا ہے یا تجھ کو کوئی اور رنج پہونچا ہے آپ تو اُس سے یہ دریافت فرماتے تھے لیکن وہ آپ کے والدین کو بُرا ہی کہے جاتا تھا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ ایک تھیلی روپیہ کی لاکر اسکو دیدو اور فرمایا کہ اے اعرابی اس وقت معاف کر ہمارے گھر میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں رہا ہے۔ ورنہ ہم تجھ سے دریغ نہ کرتے جب اعرابی نے یہ بات سُنی تو کہا اَشْھَدُ اَنَّکَ ابْنُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلے اللہ علیہ وسلم یعنے میں گواہی دیتا ہوں کہ تم بیشک پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزند ارجمند ہو۔ اور میں آپ کے حلم اور بردباری کی آزمائش کیواسطے آیا تھا اور یہ صفت محققین اولیاء اور مشائخ کی ہے کہ خلق کی برائی اور بھلائی ان کے

نزدیک برابر ہے اور کسی کے ظلم کرنے سے ان کو رنج نہیں ہوتا۔
اور اُن میں سے ایک شمع آل محمد اور تمام خلائق سے مجرد سید السادات منبع البرکات
ابو عبد اللہ امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں جو تمام اولیاء کے سرتاج اور قبلہ اہل بلا اور قتیل دشت
کربلا اہل طریقت آپ کے درستی حال پر متفق ہیں کہ آپ امر حق میں خدا کے تابع
تھے جب امر حق مفقود ہوا تو آپ نے تلوار کھینچی اور جب تک جان عزیز کو خدا کے
نام پر قربان نہ کر لیا آپ کو اس وقت تک چین نہ آیا حضور اقدس رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں آپ کی ذات مقدس میں پائی جاتی تھیں۔ اور
وہ نشانیاں آپ ہی کے ساتھ مخصوص تھیں چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ
عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر
ہوا میں نے آپ کو دیکھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی پشت مبارک پر بیٹھے
ہوئے تھے اور ایک جانب کی کاکل حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پکڑے ہوئے
تھے اور ایک جانب کی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پکڑے ہوئے تھے جب ایک
صاحبزادہ حضور اقدس پر سوار ہوتے تھے تو دوسرے صاحبزادہ ہانکتے تھے اور جب
دوسرے صاحبزادہ سوار ہوتے تھے تو یہ ہانکتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
کہ جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے کہا نِعْمَ الْجَمَلُ جَمَلُكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ یعنی اے صاحبزادہ
تمہارا اونٹ بہت اچھا ہے یہ سنکر حضور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
نِعْمَ الرَّاكِبُ هُوَ يَا عُمَرُ یعنے اے عمر تم نے اونٹ کو اچھا کہا سوار کو نہ دیکھا کہ کیا اچھا ہے
اور طریقت میں آپ کے لطائف و حقائق بہت ہیں خود امام حسین رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اَشْفَقُ الْاِخْوَانِ عَلَيْكَ دِيْنُكَ زیادہ شفیق بھائیوں کا
تیرے واسطے تیرا دین ہے اس وجہ سے آدمی کی نجات دین کے اتباع سے ہوتی
ہے اور دین کی مخالفت سے ہلاک ہو جاتا ہے پس عقلمند وہ شخص ہے کہ اپنی دوست

شفیق کے حکم کے موافق کام کرے اور ان کی اتباع کو ہاتھ سے نہ چھوڑے اور بھائی وہ ہے کہ جو نصیحت کرے اور شفقت سے پیش آئے۔

میں نے ایک حکایت میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک دن ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے فرزند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے میں ایک فقیر آدمی ہوں اور کثیر عیال رکھتا ہوں آپ سے آج کی رات کا قوت چاہتا ہوں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ میرا رزق آ رہا ہے راستہ میں ہی جب آ جائیگا تجھ کو بھی دونگا تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ پانچ تھیلی دیناروں سے بھری ہوئیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے آئیں اور ہر ایک تھیلی میں ہزار ہزار دینار تھے وہ تھیلیاں امام کی خدمت میں پیش کی گئیں اور کہا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ سے عذر چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس تھوڑی سی مقدار کو آپ اپنے اہل و عیال میں خرچ کریں تاکہ اُن کی غمخواری اچھی طرح سے ہو۔ اُس وقت امام حسین رضے اللہ عنہ نے اُس فقیر کی طرف اشارہ کیا اور وہ پانچوں تھیلیاں اُس کو دیدیں اور اُس سے معافی چاہی کہ تو بہت دیر بیٹھا رہا اور یہ تھوڑی ہی مقدار تیری تکلیف کے مقابلہ میں بہت کم ہے اگر میں جانتا تو میں اس تھوڑی مقدار کا تجھ کو انتظار نہ کراتا مجھکو معاف کر کہ میں اہل بلا سے ہوں اور دنیا کی سب راحتیں اور مرادیں میرے ہاتھ سے جاتی رہی ہیں۔

آپ کے مناقب آپ کی امت پر ظاہر اور روشن ہیں۔

اور اُن میں سے ایک وارث نبوت اور چراغ امت سید مظلوم اور امام مرحوم مستظہر عباد شمع اوتاد ابو الحسن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں کہ آپ اپنے وقت میں اکرم اور بڑے عابد تھے اور حقائق و معارف میں بہرہ کامل رکھتے تھے آپ سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ دونوں جہان میں سعید کون شخص ہے تو آپ نے فرمایا کہ مَنْ اِذَا رَضِیَ لَمْ یُحْمِلْہُ رِضَاہُ عَلَی الْبَاطِلِ وَاِذَا سَخِطَ لَمْ یُخْرِجْہُ

سُخْطُہٗ مِنَ الْحَقِّ یعنے جو شخص کہ جھوٹ بات پر راضی نہ ہو اور اُس کو غصہ امر حق کے خلاف نہ آئے اور جب غصہ آئے تو حق بات کو ہی ثابت کرے اور یہ بات کامل درجہ کے آدمیوں کے اوصاف میں سے ہے اس وجہ سے کہ جھوٹ بات کی طرف داری کرنا بھی باطل ہے اور غصہ کی حالت میں حق چھپانا یہ بھی باطل ہے اور مرد مومن باطل کو پسند نہیں کرتا ہے۔

روایت ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کو معہ اُن کے فرزندوں کے دشت کربلا میں شہید کر ڈالا تو سوائے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے اور کوئی باقی نہیں رہا جو اہل حرم کی حفاظت کرتا اور اُس وقت میں آپ بھی بیمار تھے امیرالمومنین امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کو علی اصغر کہا کرتے تھے جب اہل حرم کو اونٹوں پر ننگا سوار کر کے دمشق میں یزید کے سامنے لائے تو اُس نے آپ سے پوچھا کَیْفَ اَصْبَحْتُمْ یَا عَلِیُّ وَیَا اَهْلَ بَیْتِ الرَّحْمَةِ قَالَ اَصْبَحْنَا مِنْ قَوْمِنَا بِمَنْزِلَةِ قَوْمِ مُوْسٰی مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَهُمْ فَلَا نَدْرِیْ صَبَاحَنَا مِنْ مَسَآءِنَا مِنْ حَقِیْقَةِ بَلَآءِنَا یعنے اے علی اور اہلبیت رحمت تمہاری صبح کیسی ہوئی آپ نے فرمایا کہ ہماری صبح ہماری قوم کے ظلم سے ایسی ہوئی جیسے کہ قوم موسیٰ کی فرعون کی قوم کی بلا سے ہوئی تھی کہ اُن کے فرزندوں کو مار ڈالا اور اُن کی عورتوں کو قید کیا اب ہم نہ صبح پہچانتے ہیں اور نہ رات بلا میں پھنسے ہوئے ہیں۔ خدا کی نعمتوں کا شکر کرتے ہیں اور اُس کی بلاؤں پر صبر کرتے ہیں اور ایک حکایت میں وارد ہے کہ ہشام بن عبدالملک بن مروان ایک سال خانہ کعبہ کے حج کے واسطے حاضر ہوا اور وہ طواف کرتا تھا اُس نے چاہا کہ حجر اسود کو بوسہ دوں چونکہ آدمیوں کی کثرت تھی اس وجہ حجر اسود تک نہ پہنچ سکا پھر وہ منبر پر چڑھا اور خطبہ پڑھا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بہت خندہ پیشانی کے ساتھ مسجد الحرام میں اُس وقت تشریف لائے اور آپ کی

طواف شروع کیا جب آپ حجر اسود کے پاس پہونچے تو آدمی آپ کو دیکھکر اُن کی تعظیم کے واسطے حجر اسود کے ارد گرد سے ہٹ گئے اور آپ کو جگہ خالی کر دی یہانتک کہ آپ نے اچھی طرح سے حجر اسود کو بوسہ دیا ایک شخص ملک شام کا رہنے والا وہاں موجود تھا جب اُس نے آپ کی یہ ہیبت الٓہیہ دیکھی تو ہشام سے کہا کہ اے امیر المومنین تجھے حجر اسود تک نہ جانے دیا حالانکہ تو امیر المومنین ہے اور یہ خوبصورت جوان کو ا جس کو آتے ہوئے دیکھ کر فوراً آدمی علیحدہ ہو گئے اور حجر اسود تک بے تکلف جاکر بوسہ دیا ہشام نے کہا میں اُس کو نہیں پہچانتا ہوں ہشام کی مراد اس کہنے سے یہ تھی کہ ایسا نہ ہو کہ اہل شام آپ کو یعنی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو نہ پہچان لیں اور آپ کی امارت و ولایت کی طرف لوگ رغبت نہ کریں اُس وقت فرزدق شاعر وہاں حاضر تھا اُس نے کہا میں اُن کو خوب پہچانتا ہوں لوگوں نے کہا کہ اے ابو فراس یہ کون ہیں پس اُس نے اُسی وقت اک قصیدہ فی البدیہ آپ کی مناقب میں کہا جو یہ ہے

قصیدہ فرزدق معہ ترجمۂ اردو و حل لغت

هٰذَا الَّذِیْ تَعْرِفُ الْبَطْحَآءُ وَطْاَتَهٗ
یہ وہ ہے جس کے قدم کی جگہ کو مکہ پہچانتا ہے

وَالْبَیْتُ یَعْرِفُهٗ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ
اور خانہ کعبہ اور حل اور حرم اس کو جانتے ہیں

هٰذَا ابْنُ خَیْرِ عِبَادِ اللّٰهِ کُلِّهِمْ
یہ خدا کے تمام بندوں سے افضل کا بیٹا ہے

هٰذَا التَّقِیُّ النَّقِیُّ الطَّاهِرُ الْعَلَمُ
یہ پرہیزگار اور پاکیزہ اور پاک اور سردار ہے

اِذَا رَاَتْهُ قُرَیْشٌ قَالَ قَآئِلُهُمْ
جب قریش انکو دیکھتے ہیں ان کا کہنے والا کہتا ہے

اِلٰی مَکَارِمِ هٰذَا یَنْتَهِی الْکَرَمُ
اُس کی جوانمردی پر کرم کا خاتمہ ہوا ہے

یَنْمِیْ اِلٰی ذُرْوَةِ الْعِزِّ الَّذِیْ قَصُرَتْ
عزت کی بلندی پر اس طرح چڑھا ہے کہ قاصر ہو گئی ہیں

عَنْ نَیْلِهَا عَرَبُ الْاِسْلَامِ وَالْعَجَمُ
اس کے حاصل کرنے سے عرب کے مسلمان اور عجم کے

(حل لغت) سلہ بطحی مکہ یا دالشہ زمرفہا ۱۲ سلہ وطاتہ بفتح جائے قدم۔ سلہ حل بالکسر دالتشدید خلاف حرم ۱۲ منہ

تقی پرہیزگار سلہ نقی پاکیزہ سلہ علم سردار سلہ قریش اولاد نضر بن کنانہ کہ جد سیزدہم پیغمبر ست سلہ ینمی مضارع نمی یعنی بلند شعلن سلہ ذروہ بالضم بلندی ہر چیز سلہ نیل الفتح دریافتن ۱۲

يكاد يمسكه عرفان راحته
نزدیک ہے کہ اس کے ہاتھ کو پہچان کر پکڑ لے

ركن الحطيم اذا ما جاء يستلم
کعبہ کی دیوار کا رکن یعنی حجر اسود جبکہ وہ اسکے چومنے کیلئے آیا ہی

فی کفه خیزران ریحه عبق
اسکے ہاتھ میں بید مشک ہی جسکی بو نہایت سوندھی ہے

فی کف اروع فی عرنینه شمم
اس خوش جمال کے ہاتھ میں ہی کہ جسکی ناک میں بلندی ہے

یغضی حیاء ویغضی من مهابته
وہ حیا سے نگاہ نیچی رکھتا ہی اور اسکے سامنے ہیبت سے لوگوں کی نگاہ نیچی رہتی ہے

فما یکلم الا حین یبتسم
اس کے ساتھ بات نہیں کی جاتی مگر جبکہ وہ خود ہنستا ہے

ینشق نور الهدی من نور غرته
اسکی پیشانی کے نور سے ہدایت کا نور ٹپکتا ہے

کالشمس ینجاب عن اشراقها الظلم
مثل آفتاب کے کہ اس کے نور سے تاریکی پھٹ جاتی ہے

من جده دان فضل الانبیاء له
اس کے جد کے سامنے انبیاء کے فضل فرمانبرداری کرتا ہے

وفضل امته دانت له الامم
اور اس کی امت کے فضل کے سامنے تمام امتیں پانی بھرتی ہیں

مشتقة من رسول الله نبعته
اس کے وجود کی کونپل جناب رسول اللہ کے شجر وجود سے پھوٹی ہوئی ہے

طابت عناصره والخیم والشیم
اسکے عناصر جسمیہ اور خو اور خصلت سب پاک پیدا ہوئی ہیں

هذا ابن فاطمة ان کنت جاهله
اگر تو اس سے ناواقف ہی تو یہ حضرت فاطمہ کا بیٹا ہے

بجده انبیاء الله قد ختموا
اس کا جد امجد خاتم الانبیاء ہے

الله شرفه قدما وعظمه
خدا نے ازل سے اسکو شرف اور بزرگی عطا کی ہے

جری بذالك له فی لوحه القلم
اس کے شرف اور بزرگی کیلئے قلم کو لوح پر چلایا

اللیث اهون منه حین تغضبه
جب تو اسکو غصہ میں لائے تو اس سے شیر کا سامنا تجھے آسان ہی

والموت ایسر منه حین یهتضم
اس کی خفگی کے وقت موت آجانی بہتر ہے

فلیس قولك من هذا بضائره
تیرا یہ کہنا کہ کون ہے یہ اسکو ضرر رساں نہیں

العرب تعرف من انکرت والعجم
تمام عرب و عجم پہچانتا ہی کہ تو نے کس شخص کا انکار کیا ہی

کلتا یدیه غیاث عم نفعهما
اسکے دونوں ہاتھ فریادرس خلائق ہیں کہ انکا نفع عام ہی

تستوکفان ولا یعروهما العدم
اس سے خلائق فیض کی طالب ہے اور افلاس اسپر وارد نہیں ہو سکتا

سهل الخليقة لا تخشى بوادره
وہ نہایت نرم خو ہی اس کی خشم سے نہیں ڈرا تا

حمال اثقال اقوام اذا فدحوا
قوموں کے بوجھ کا وہ اٹھانیوالا ہی درانحالیکہ وہ قرض سے زیر بار ہو جاتے ہیں

ماقال لا قط الا فی تشهده
کبھی اس نے بجز وقت تشہد کے لا نہیں کہا

لا یخلف الوعد میمون نقیبته
وعدہ خلاف نہیں کرتا یہ مبارک نفس والا ہے

عم البرية بالاحسان فانقشعت
اس نے احسان کیساتھ خلقت کو گھیر لیا ہے پس دور ہو گیا ہی

من معشر حبهم دین و بغضهم
یہ اُس گروہ سے ہے کہ انکی محبت دین ہی اور ان کا بغض

ان عد اهل التقی کانت ائمتهم
اگر پرہیزگاروں کا شمار کیا جائے تو یہ ان کے امام ہیں

لا یستطیع جواد بعد غایتهم
جہاں وہ پہونچے ہیں وہاں کوئی جوانمرد سخاوت کرنیوالا نہیں پہونچا

هم الغیوث اذا ما ازمة ازمت
وہ برسنے ہوئی ابر ہیں جب قحط کی تکلیف لوگوں کو بگاڑ دیتی ہی

لا ینقص العسر بسطا من کفهم
ان کے ہاتھ کی فراخی کو یعنی سخاوت کو عسر نقصان نہیں پہنچاتے

مقدم بعد ذکر الله ذکرهم
ان کا ذکر خدا کے ذکر کے بعد مقدم ہے

ینمی الیه اثنان حسن الخلق والشیم
انکی ذات کو دو چیزوں یعنی حسن خلق اور خوش خوئی نے آراستہ کیا ہے

حلو الشمائل تحلو عنده نعم
وہ نہایت شیریں شمائل ہی اسکے پاس سبھی نعمتیں شیریں ہو جاتی ہیں۔

لولا التشهد کانت لاؤه نعم
اگر تشہد نہ ہوتا تو اس کا لا بھی نعم ہوتا

رحب الفناء اریب حین یعتزم
مہمانوں کیلئے اسکے گھر کا صحن فراخ ہی دانا ہی جبکہ وہ قصد کرتا ہی

عنها الغیاية والاملاق والعدم
خلقت سے رنج اور گدائی اور افلاس

کفر و قربهم منجی و معتصم
کفر ہی اور انکا قرب نجات دینیوالا ہی اور بندہ انکی دستاویز ہے

او قیل من خیر اهل الارض قیل هم
اور اگر پوچھا جاوے کہ زمین پر بہتر کون افضل ہے تو جواب دیا جاتا کہ یہی ہیں

ولا یدانیهم قوم وان کرموا
ان تک کوئی قوم نہیں پہونچ سکتی اگرچہ وہ سخاوت کرنیوالی ہو

والاسد اسد الشری والباس محتدم
وہ شیر ہیں شیر کچھار کے جبکہ جنگ کا معرکہ گرم ہوتا ہے

سیان ذلک ان اثروا وان عدموا
یہ دونوں یعنی تنگی اور فراخی انکے سامنے برابر ہی اگر وہ مالدار ہوں یا نہ ہوں

فی کل بدء ومختوم به الکلم
ہر کلام کے آغاز اور اختتام پر

یابی لھم ان یحل الذم ساحتھم — خیم کریم واید ی بالند ی ھضم

ان کے گھر کے صحن میں اترنے سے ندامت انکار کرتی ہے — سخاوت انکی عادت ہے اور ہاتھ انکے بخشش میں خرچیلے ہیں

ای الخلائق لیست فی رقا بھم — لاولیہ ھذا اولہ نعم

وہ کون سے لوگ ہیں کہ ان کے غلاموں کے شمار میں نہیں — اسکے پیشوا ہونیکی وجہ سے یا اسکے صاحب نعمت ہونیکی وجہ سے

من یعرف اللہ یعرف اولیت ذا — والدین من بیت ھذا نا لہ الامم

جو شخص خدا کو مانتا ہے اُس کو پیشوا جانتا ہے — اور دین ان کے گھر سے امتوں نے پایا ہے

اور اس کی مثل آپ کی تعریف میں چند اشعار کہے اور آپ کو اور اہل بیت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت کچھ سراہا ہشام آپ پر غصہ ہوا اور حکم دیا کہ آپ کو عسفان میں قید کردو اور عسفان ایک جگہ کا نام ہے جو درمیان مکہ اور مدینہ کے ہے یہ خبر حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو پہونچی آپ نے فرمایا کہ بارہ ہزار درہم و دینار ابو فراش کو دیدو اور اُس سے کہدو کہ ہمکو معاف کرے کہ ہم محتاج ہیں ہمکو پہلے سے نہیں معلوم تھا ورنہ تجھکو کچھ اور زیادہ بھیجتے فرزدق نے اُس کو واپس کیا اور کہا کہ اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میں نے مال وزر کے واسطے بادشاہوں کی بہت تعریفیں کی ہیں اور اُن کی تعریفات میں جھوٹی باتیں لکھی ان اشعار کو میں نے اس واسطے لکھا ہے کہ میرے گناہوں کا کفارہ ہوا اور میں نے یہ خالص خدا اور فرزندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کے واسطے لکھا ہے حبیب یہ پیغام امام علیہ السلام کو پہونچا تو آپ نے فرمایا کہ لوٹ جاؤ اور یہ روپیہ پھر اُسی کو دیدو اور کہدو کہ اے ابو فراش اگر ہمکو دوست رکھتا ہے تو جو چیز ہم نے تجھ کو دی ہے اُس کو واپس نہ کر۔ فرزدق نے امام علیہ السلام کا پیغام سُنکر فوراً اُس مال وزر کو لے لیا اور اسی قسم کی اور مناقب آپ کے احاطہ شمار سے باہر ہیں

اور اُن میں سے ایک حجۃ معاملتہ اور برہان ارباب مشاہدت امام اولاد نبی برگزیدہ نسل علی حضرت ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب الباقر کرم اللہ وجہہ ہیں ایک روایت میں ہے کہ آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی اور لقب باقر تھا آپ دقایق علوم لطائف اشارات کے ساتھ مخصوص تھی اور خدا کے کلام کے نکات آپ خوب جانتے تھے آپ کی کرامتیں مشہور ہیں۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک بادشاہ نے آپ کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا اس نے اپنا ایک آدمی بھیجکر آپ کو بُلوایا جب آپ تشریف لائے تو آپ سے عُذر چاہا اور کچھ ہدیہ آپ کے سامنے پیش کیا لوگوں نے کہا کہ اے بادشاہ تو نوان کی قتل کا ارادہ رکھتا تھا ہم نے اِس وقت ان کے ساتھ تیری دوسری حالت دیکھی۔ یہ کیا بات تھی اُس نے کہا کہ جب وہ میرے پاس آئے تو میں نے دیکھا کہ دو شیر ہیں ایک سیدھی جانب اور ایک اُلٹی جانب اور وہ مجھ سے کہتے ہیں کہ اگر تو ان کے مار ڈالنے کا ارادہ کرتا ہے تو ہم تجھ کو ہلاک کردیں گے اور اُنہیں سے ایک روایت ہے کہ آپ نے آیت تفسیر میں فرمایا ہے فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ قَالَ كُلُّ مَنْ شَغَلَكَ عَنْ مُطَالَعَةِ الْحَقِّ فَهُوَ طَاغُوْتُكَ یعنے جو شخص کہ خدا کے دیکھنے سے مشغول کرتا ہے اور خبائث کی طرف میلان کرتا ہے بوجہ باطن ہونے کے وہ بُرا ہے۔ آپ فرماتے کہ جو چیز تجھ کو خدا میں مشغول ہونے میں باز رکھے اُسی کا نام طاغوت ہے پس تجھ کو چاہیے کہ اُس کو ترک کرے تاکہ حقیقت کا تجھپر انکشاف ہو اور اُس سے محجوب اور ممنوع نہ رہے اور جس چیز کو کہ خدا نے منع کیا ہے اُس کے نزدیک جانے کا ارادہ نہ کرے اور آپ کے ایک خاص مصاحب روایت کرتے ہیں کہ جب تھوڑی رات جایا کرتی تھی اور آپ وظائف سے فارغ ہوجاتے تھے تو باواز بلند مناجات مانگتے تھے کہ اے اللہ تعالےٰ اب رات ہوئی اور بادشاہان

ظاہری کا تصرف ختم ہو گیا آسمان پر ستارے چمکنے لگے اور تمام خلق سو گئی اور آدمیوں کی آوازیں بند ہو گئیں بنی امیہ نے آرام کیا اور اپنے دروازوں کو بند کر لیا اور پاسبان اُن پر کھڑے ہو گئے اور جو لوگ اُن سے حاجت رکھتے تھے اُن کی حاجتیں موقوف ہیں اور تو اے میرے پروردگار میرے زندہ ہے اور قائم ہے اور دانا ہے اور بینا ہے نہ تجھ کو غنودگی ہے نہ خواب ہے جو شخص تجھ کو ان صفات کے ساتھ موصوف نہیں جانتا ہے وہ کسی نعمت کے قابل نہیں ہے اور اے اللہ تجھ کو کوئی چیز کسی چیز سے باز نہیں رکھتی اور رات و دن تیرے کاموں میں خلل نہیں ڈال سکتے تیری رحمت کے دروازہ کھلے ہوئے ہیں اور دعاؤں کا قبول کرنے والا تو ہے اور جو شخص تیرا ثنا گو ہے تو اپنے خزانے اُس پر سے قربان کرتا ہے تو وہ خدا ہے کہ سائل تیرے دروازہ سے محروم نہیں جا سکتا اور جو مومن تیری بارگاہ میں سوال کرے اُس کو تو واپس نہیں کریگا اے خدا جب میں موت کو اور قبر کو اور حساب کو یاد کرتا ہوں پھر کیونکر دنیا سے دل خوش کروں اور جب ماں کا بلانا یاد ہوتا ہے تو دنیا کی کسی چیز سے مجھکو قرار نہیں آتا اور جب ملک الموت کو یاد کرتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ دنیا سے کسی چیز کا حصہ لوں پس اے خدا میں تجھ سے تجھی کو چاہتا ہوں اور تجھی کو ڈھونڈتا ہوں تو ہی مرتے وقت میرا مددگار ہے اور تو ہی مجھ کو حساب کے وقت بغیر عذاب کے جنت عطا فرمائے گا یہ سب باتیں آپ کہتے تھے اور روتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک رات کو میں نے آپ سے کہا کہ اے میرے سردار اور میرے باپ دادے کے سردار آپ اتنا کیوں روتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اے دوست حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک یوسف علیہ السلام گم ہو گئے تھے آپ اتنے روئے کہ نابینا ہو گئے اور آنکھیں سفید ہو گئیں اور میں نے اٹھارہ آدمیوں کو معہ اپنے باپ یعنے حضرت امام حسین علیہ السلام اور شہیدان کربلا کے گم کیا ہے میں اُن سے کم نہیں ہوں اگر

اُن کے فراق میں آنکھیں سفید کروں تو بجا ہے اور یہ مناجات زبان عربی میں بہت فصیح ہے لیکن طوالت کی وجہ سے میں نے اُسکے معنے کو فارسی میں لکھا ہے اور پھر دوسری جگہ اس کو بیان کرونگا انشاء اللہ تعالےٰ۔

اور اُن میں سے ایک یوسف سنت اور جمال طریقت معبر معرفت مزین صفوت ابو محمد جعفر بن محمد صادق بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین ہیں آپ بڑے نیکو سیرت تھے اور آپ کا ظاہر و باطن آراستہ تھا اور آپ تمام علوم میں دستگاہ کامل رکھتے تھے آپ کا کلام نہایت دقیق ہوتا تھا اور آپ کے معانی مشائخ رضی اللہ عنہم میں محکم ہیں اور آپ کی کتابیں طریقت کے بیان میں بہت مشہور ہیں خود آپ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ اَعْرَضَ عَمَّا سِوَاہُ یعنے عارف غیر خدا سے منہ پھیر لیتا ہے اور قطع تعلق کر لیتا ہے اس وجہ سے کہ اُس کی معرفت بعینہٖ غیر کی نامعرفت ہوتی ہے کیونکہ اس کے غیر کی ناشناسائی اُس کی پہچان ہوتی ہے پس عارف وہ ہے جو خلق سے قطع کر کر خدا سے ملا ہو اور اُس کے دل میں غیر کی کچھ قدر نہ ہو اور اُس کی طرف کچھ توجہ نہ کرے اور آپ سے اور ایک روایت ہے کہ فرمایا لَا تَصِحُّ الْعِبَادَۃُ اِلَّا بِالتَّوْبَۃِ لِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدَّمَ التَّوْبَۃَ عَلَی الْعِبَادَۃِ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْاٰیۃ یعنی عبادت بغیر توبہ کے مقبول نہیں ہوتی اسی واسطے خدا نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا ہے اس لئے کہ توبہ مقامات کی ابتدا ہے۔ اور عبودیت اُس کی انتہا ہے جب خدائے تعالےٰ نے گنہگاروں کا ذکر کیا تو توبہ کا حکم فرمایا کہ تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا یعنے تم سب خدا سے توبہ کرو اور جب رسول کو یاد کیا تو عبودیت سے یاد کیا فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی یعنے پس وحی بھیجی خدائے تعالےٰ نے اپنے بندہ کی طرف سے جو کچھ کہ وحی بھیجی۔ اور حکایات میں میں نے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ حضرت

داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالے عنہ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ اے بیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجھ کو کوئی نصیحت کیجئے کہ میرا دل سیاہ ہوگیا ہے آپ نے فرمایا کہ اے ابو سلیمان تو اپنے زمانہ کا خود زاہد ہے تجھے میری نصیحت کی کیا حاجت ہے انہوں نے کہا کہ اے فرزند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ تمام خلق سے افضل ہیں اور آپ کو تمام خلق کو نصیحت کرنا واجب ہے آپ نے فرمایا کہ اے ابو سلیمان میں اس سے ڈرتا ہوں کہ قیامت میں میرے جدامجد صلے اللہ علیہ وسلم مجھ سے کہیں گرفت نہ کریں کہ تو نے میری اتباع کا حق ادا نہ کیا اور یہ بات اچھی نہیں ہے اور یہ معاملہ درگاہ آلہی میں خوب ہوگا۔ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ یہ سنکر رونے لگے اور کہا کہ اے اللہ جس شخص کی مٹی کا خمیر نبوت کے پانی سے ہو اور اس کی طبیعت کی ترکیب اصول برہان سے ہے اور اس کے جدامجد کی حجت رسالت سے ہے اور اس کی ماں بتول حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں وہ اس میں حیران ہیں تو داؤد کی کیا حقیقت ہے کہ وہ اپنے معاملات پر نازاں ہووے اور انہیں سے یعنی حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ اپنے اہل وعیال میں بیٹھے ہوئے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ آؤ تاکہ بیعت کریں اور معاہدہ آپس میں اس بات کا کریں کہ جو شخص ہم میں سے قیامت کے دن رہائی پائیگا تو سب کی شفاعت کریگا لوگوں نے کہا کہ اے بیٹے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آپ کو ہماری شفاعت کی کیا حاجت ہے آپ کے دادے تمام خلق کے شفیع ہیں آپ نے فرمایا کہ میں اپنے افعال سے خود شرمندہ ہوں کہ میں اپنے جدامجد کے سامنے قیامت کے روز کیسے منہ دکھاؤنگا اور یہ سب اپنے نفس کے عیوب دیکھنا تھے اور یہ ایک صفت ہے صفت کمال سے اور تمام اولیار درگاہ آلہی اور انبیاء و رسل علیہم السلام اسی صفت کے ساتھ

موصوف ہوئے ہیں جیسا کہ حضور اقدس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا اَبْصَرَہٗ بِعُیُوْبِ نَفْسِہٖ یعنے جو شخص کہ تواضع اور عبودیت کی رو سے سر جھکاتا ہے خدائے تعالےٰ دونوں جہان میں اُس کی حاجتیں پوری کرتا ہے اگر ہم تمام اہل بیت رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے حالات بیان کریں اور ہر ایک کے مناقب علیحدہ علیحدہ لکھیں تو یہ کتاب اُن کا تحمل نہیں کر سکتی صرف اتنا ہی اہل ہدایت کے واسطے کافی ہے اس واسطے کہ اُن لوگوں کی عقل ادراک کا لباس پہنے ہوئے ہوتی ہے لہٰذا اس بحث کو ہم یہاں ختم کر کے ذکر اصحاب صفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بطور اختصار اس کتاب میں کرتے ہیں اور ہم نے اس کتاب سے پہلے ایک اور کتاب لکھی ہے جس کا نام منہاج الدین ہے اُس میں ہر ایک کی مناقب میں نے بالتفصیل بیان کئے ہیں لیکن یہاں صرف اُن کے نام اور کنیت کو لکھا ہے تاکہ تیرا مقصود حاصل ہو جائے۔ واللہ اعلم بالصواب وباللہ التوفیق ✦

الباب التاسع فی ذکر اہل الصفۃ

واضح ہو کہ تمام امت کا اتفاق اس امر پر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا ایک گروہ تھا جو آپ کی مسجد میں رہتے تھے اور شب و روز سوائے عبادت کے اُن کو اور کوئی کام نہ تھا اور دنیا سے وہ لوگ دست بردار ہو گئے تھے خدائے تعالےٰ نے اُن کے واسطے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پر عتاب کیا اور فرمایا وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ ۔ یعنے مت نکال اُن لوگوں کو جو رات دن اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں محض اُس کی رضامندی کے واسطے اور قرآن مجید اُن کے فضائل میں ناطق ہے اور

بہت سی احادیث ان کے فضائل میں وارد ہیں جو ہم تک پہونچی ہیں۔ ہم تھوڑا ذکر اس کتاب میں اُن کا لکھتے ہیں جو یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عَلیٰ اَصْحَابِ الصُّفَّۃِ فَرَاٰی فَقْرَھُمْ وَجُھْدَھُمْ وَطِیْبَ قُلُوْبِھِمْ فَقَالَ اَبْشِرُوْا یَآ اَصْحَابَ الصُّفَّۃِ لِمَنْ بَقِیَ مِنْ اُمَّتِیْ عَلَی النَّعْتِ الَّذِیْ اَنْتُمْ عَلَیْہِ رَاضِیًا بِمَا فِیْہِ فَاِنَّہٗ مِنْ رُفَقَائِیْ فِی الْجَنَّۃِ اس حدیث کے یہ معنے ہیں کہ جب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو ان کو دیکھکر کھڑے ہو گئے اور فقر اور مجاہدہ میں ان کو خوش دل پایا اور فرمایا کہ تمکو خوش خبری ہو اور تمہارے بعد جو لوگ آئیں گے اور تمہاری سی حالت ہوگی اُن کو بشارت ہو کہ وہ بھی اپنے فقر پر راضی ہوں گے وہ اور تم سب میرے رفیقوں میں سے ہو۔ ایک منادی حضرت جبار میں برگزیدۂ محمد مختار بلال بن رباح اور دوسرے خدا کے دوست اور احوال پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے محرم ابو عبداللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور تیسرے متوجہ رضوان الٰہی ابو عبیدہ عامر بن عبداللہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور چوتھے برگزیدہ اصحاب اور زینت ارباب ابو الیقظان عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور پانچویں خزینہ علم وحلم ابو مسعود عبداللہ بن مسعود ہذلی رضی اللہ عنہ اور چھٹے متمسک درگاہ حرمت اور پاک از عیب و آفت عتبہ بن مسعود برادر عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ساتویں سالک طریقہ عزلت اور روگردان از عیوب وذلت حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ اور آٹھویں مقیم مقام تقویٰ اور راضی بلاؤ بلوا حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ اور نویں قاصد درگاہ رضا طالب بارگاہ بقا صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ اور دسویں دُرّ درج سعادت گوہر بحر قناعت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ اور گیارہویں برادر فاروق معرض از کونین ومخلوق حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ اور بارہویں خداوند مجاہدات

صاحب مشاہدات حضرت ابوکبشہ رضی اللہ عنہ اور بتیرہویں عزیز و تائب کل خلق سے راجع خدا کی طرف حضرت ابوالمرثد کناز بن الحصین عدوی رضی اللہ عنہ اور چودہویں عامر طریق تواضع سالم مولا حذیفۃ الیمانی رضے اللہ عنہ اور پندرہویں خائف از عقوبت اور ہارب از طریقہ مخالفت عکاشہ بن المحصن رضی اللہ عنہ اور سولہویں زینت مہاجر و انصار اور سردار بنی قار حضرت مسعود بن ربیع القاری رضی اللہ عنہ اور سترہویں زہد میں مانند حضرت عیسیٰ اور شوق میں بدرجہ حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ حضرت ابوذر جندب بن جنادۃ الغفاری رضی اللہ عنہ اور اٹھارہویں حافظ انفاس پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اور خیرات کے قابل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور اُنیسویں مقیم استقامت اور مطیع سنت حضرت صفوان بن بیضار رضی اللہ عنہ اور بیسویں صاحب ہمت اور خالی از تہمت حضرت ابودردا عویمر بن عامر رضے اللہ عنہ اور اکیسویں متعلق درگاہ رجا برگزیدہ رسول بادشاہ حضرت ابو لبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ اور بائیسویں کیمیائی بحر شرف اور در توکل لاصدف حضرت عبداللہ بن بدر الجہنی رضی اللہ عنہ اور دوسرے محب آپ کے اگر ہم سب کے نام لکھیں تو کتاب بہت طول ہو جائے گی لہذا انہیں اسمار پر اکتفا کیا گیا اور شیخ ابوعبدالرحمٰن محمد بن الحسین السلمی رضی اللہ عنہ نے کہ کلام مشائخ اور طریقت کے نقل کرنے والے ہیں ایک کتاب لکھی ہی جس میں صرف حضرات اہل صفہ کے مناقب و فضائل ہیں اور ان کے اسمار اور کنیتوں کو بھی جمع کیا ہے لیکن مسطح بن اثاثہ بن عباد کو بھی انہیں میں سے لکھا ہے مگر میں انکو دل سے دوست نہیں رکھتا ہوں کہ ابتدا تہمت ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی انہیں کی طرف ہوئی تھی لیکن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ و ثوبان و معاذ بن حارث اور سنان اور خلاب اور ثابت بن ودیعت اور ابو عیسیٰ عویم بن ساعد اور سالم بن عمر بن ثابت اور ابو الیسر کعب بن عمرو اور وہب

بن معقل اور عبداللہ بن انیس اور حجاج بن عمر الاسلمی رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین یہ سب انہیں اصحاب صفتہ میں سے تھے۔ اور کبھی کبھی خاص سبب سے انہوں نے تعلق کو بھی اختیار کیا ہے مگر سب ایک درجہ میں ہوئے ہیں اور حقیقت میں اصحابیوں کا وقت اچھا وقت ہوا ہے اور جس درجہ میں تھے ہر وقت اور زمانہ سے بہتر اور فاضل تھے اس کے بعد اللہ جل جلالہ نے ان کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت عنایت فرمائی اور ان کے اسرار کو جملہ عیوب سے محفوظ رکھا تھا جیسا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ الحدیث یعنے سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر اُس کے بعد کے لوگوں کا پھر اس کے بعد والوں کا اور خداوند تعالےٰ فرماتا ہے وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ یعنے جو لوگ کہ پہلے مہاجرین وانصار سے ہیں وہ بہتر ہیں اُن کے وہ لوگ جو ان کے مطیع ہیں اور اب ہم اس کتاب میں بعض تابعین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کا ذکر کرتے ہیں تاکہ پورا فائدہ حاصل ہو اور قرون سب ایک دوسرے سے متصل ہو جائیں۔

الباب العاشر فی ذکر ائمتہم من التابعین

بعض اُن میں سے امت کے آفتاب اور دین و ملت کی شمع حضرت اویس القرنی رضی اللہ عنہ بڑے مشائخوں اہل تصوف سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے لیکن دیدار پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے دو چیز کے سبب سے رہ گئے گئے ایک غلبہ حال اور دوسرا حق والدہ کا اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے خاصکر صحابہ رضہ سے فرمایا ایک مرد ہے قرن میں اویس نام کہ قیامت میں اُس کیواسطے مثل ربیعہ

اور مضر کی بکریوں کی شفاعت ہو گی میری امت میں اور منہ عمر اور علی رضہ کی طرف
کیا اور کہا کہ تم خاصکر اُس کو دیکھو گے اور وہ ایک مرد ہے لپست قد اُس کے اُلٹے پہلو پر
کتنے ایک درم سپید ہیں جو نہ آگے ہیں اور نہ اُس کے ہاتھ کی ہتیلی پر ایسے اور اُس کی
واسطے ربیعہ اور مضر کی بکریوں کے عدد کی برابر شفاعت ہو گی میری امت میں جب
تم اُس کو دیکھو میرا سلام اُس کو پہونچاؤ اور کہو کہ میری امت کیواسطے دعا کرے
اور جب عمر رضہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مکہ میں آئے اور امیر المومنین
علی کرم اللہ وجہہ اُن کے ساتھ تھے اُن میں خطبہ پڑہا اور کہا اے نجد والو کھڑے
ہو نجد والے کھڑے ہوئے کہا کہ قرن کا کوئی آدمی تم میں ہے کہا ہاں ایک قوم کو
اُن کے پاس بھیجا عمر رضہ نے اویس کی خبر ان سے پوچھی اُن سب نے کہا ایک دیوانہ ہے
اویس نام جو آبادی میں نہیں آتا ہے اور کسی کے پاس نہیں بیٹھتا اور وہ چیز جو
آدمی کھاویں وہ نہ کھاوے اور غم وشادی نہ جانے جب آدمی ہنستے ہیں وہ
روتا ہے اور جب روتے ہیں تو وہ ہنستا ہے حضرت عمرؓ نے کہا اُس سے میں
ملنا چاہتا ہوں اُن لوگوں نے کہا جنگل میں ہمارے اونٹوں کے پاس ہے۔ پس
امیر المومنین حضرت علی اور حضرت عمر رضہ اُٹھے اور اُس کے پاس گئے اویس کو نماز
میں پایا آپ بیٹھے رہے جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو اُن پر سلام کیا اور
پہلو اور کف دست پر اُن کے نشان دیکھے تو اُن کو معلوم ہوا اور اُس سے دعا
چاہی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام اُن کو پہونچایا اور تھوڑے زمانہ تک اُن
کے آگے رہے یہاں تک کہ حضرت اویس نے فرمایا کہ اب تم لوٹ جاؤ کہ قیامت
نزدیک ہے وہاں پر مجھ کو ایسا دیدار ہو گا کہ جس کی کوئی انتہا نہیں ہے کیونکہ میں
اب زاد راہ قیامت کی درستی میں مشغول ہوں اور جب قرن والے حضرت
امیر المومنین رضہ کے ساتھ لوٹے تو حضرت اویس کی بزرگی اور مرتبہ اُن کو ظاہر ہوا

اس وجہ سے وہ اُن لوگوں میں سے چلے گئے اور کوفہ میں آئے اور ہرم بن حبان نے
ایک روز اُن کو دیکھا اور اُس کے بعد کسی نے اُس کو نہ دیکھا جبتک کہ حضرت علی نے
جنگ پر چڑہائی کی اور علیؓ کی موافقت پر اُن کے دشمنوں سے جنگ کرتے رہے
یہاں تک کہ صفین کی لڑائی کے دن آپ نے شہادت پائی اور عاش حمیداً
وَمَاتَ شَہِیۡداً رضی اللہ عنہ کے مطابق ہوئی یعنی زندگی قابل تعریف پائی اور
شہید ہو کر وفات پائی اور آپ سے روایت ہے کہ کہا اَلسَّلامَتُ فِی الْوَحْدَۃِ یعنے
سلامتی تنہائی میں ہے اس واسطے کہ دل اُس آدمی کا کہ تنہا ہو غیر کے اندیشہ سے چھوٹا
ہوا ہوتا ہے اور اپنے جملہ احوال میں خلق سے نا امید ہوتا ہے یہاں تک کہ اُن کی جملہ
آفت سے سلامتی پاتا ہے اُس میں ان سب کی طرف سے رک جاتا ہے۔ لیکن اگر
کوئی شخص یہ خیال کرے کہ تن تنہا رہنے کا نام وحدۃ ہے تو یہ محال ہے کیونکہ جبتک شیطان
کی کسی کے دل پر صحبت ہو اور نفس کی اُس کے سینہ کے اندر بادشاہت ہو اور
جبتک دنیا و عقبےٰ کی فکر لاحق ہووے اور اندیشہ خلق کا اُس کے سر میں گذر ہووے
جبتک وحدت حاصل نہیں ہوتی اس واسطے کہ خواہ ذات کے ساتھ آرام ہو خواہ
اُس کی فکر میں دونوں ایک ہوں پس وہ شخص کہ وحید ہو اگرچہ صحبت کرے صحبت
اُس کی وحدت کی مزاحم نہو اور وہ کہ مشغول ہو عزلت اُس کی فراغت کا سبب نہو
اور انس سے انقطاع سوائے انس کے نہو پس جس کسیکو کہ حق کے ساتھ انس ہو مخالطت
اُس کی انس کو نقصان نہ دے اور اُس کو کہ موانست انس سے ہو انس کا
اُس کے دل پر گذر نہو اور اُس کو حق کے انس سے خبر نہ ہو کیونکہ وحدت صفت عبد صافی
کی ہے پس بعض اُن میں سے منبع صفا معدن وفا حضرت ہرم بن حبانؓ بزرگان
طریقت سے تھے اور معاملت میں ایک حصہ وافر رکھتے تھے اور اصحاب کرام
کے ساتھ صحبت کی تھی اس بات کا قصد کیا کہ اویس کی زیارت کریں جب گئے

تو وہ وہاں سے چلے گئے تھے آپ ناامید ہو کر مکہ کو واپس آئے جب خبر پائی کہ وہ کوفہ میں ہیں تو آپ وہاں آئے اور اُن کو وہاں نہ پایا اسی وجہ سے آپ ایک مدت کوفہ میں رہے اور جب اُن کی تلاش میں مقام بصرہ میں آئے تو حضرت اویسؓ کو فرات کے کنارہ پر وضو کرتے ہوئے پایا جب آپ نے کنارہ فرات سے باہر آکر ریش مبارک میں کنگھی کی تو ہرم بن حیان نے سامنے آکر سلام کیا آپ نے فرمایا وعلیکم السلام یا ہرم بن حیان حضرت ہرم فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا آپ نے مجھکو کیونکر پہچانا کہ میں ہرم ہوں کہا عَرَفَتْ رُوْحِیْ رُوْحَکَ یعنی میری جان نے تیری جان کو پہچانا تھوڑی دیر آپ بیٹھے اور جا کر اسکو لوٹا دیا ہرم نے کہا زیادہ مجھ سے باتیں امیرین کی کیں ہیں یعنے حضرت عمرؓ و علیؓ کی اور روایت کیا مجھ کو عمرؓ سے اور عمرؓ نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَلِکُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی الدُّنْیَا یُصِیْبُھَا اَوْ اِلَی امْرَاَۃٍ یَتَزَوَّجُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ یعنی جزای اعمال نیتوں پر ہے اور ہر مرد کے واسطے وہی ہے جو نیت کرے پس وہ شخص کہ ہجرت اُس کی اللہ اور رسول کی طرف ہو پس ہجرت اسکی طرف اللہ و رسول کی ہے اور وہ شخص جو ہجرت کرے طرف دنیا کے ملی گی اُس کو یا عورت کے واسطے نیت کرے نکاح کی پس ہجرت اسکی طرف اس چیز کے ہے جو ہجرت کرے طرف اُس کی۔ اس وقت مجھ سے کہا عَلَیْکَ بِقَلْبِکَ یعنے لازم پکڑ اپنے قلب پر اور اس بات کے دو معنے ہیں۔ ایک یہ کہ دل کو حق کا تابع کر مجاہدہ کے ساتھ اور دوسرے وہ کہ آپ کو دل کا تابع دار بنا اور یہ اصل قوی ہیں دل کا متابع ہونا مریدوں کا کام ہے کہ کثرت شہوت اور موانست ہوا سے باز رکھیں۔ اُس کو اور اندیشے ناموافق سے نہایت درجہ پر اُس سے منقطع کریں۔ اور تدبیر صحبت اور حفظ امور میں اور آیات حق میں نظر کو باندھیں تا کہ

تاکہ محل محبت کا ہووے اور آپ کو دل کا متابع کرنا کاملوں کا کام ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے اُن کے دل کو جمال کے نور سے منور کیا ہے اور تمام سببوں اور بیماریوں سے رہا کیا ہے اور درجہ اعلےٰ پہ پہونچایا ہے اور قرب کا خلعت اُن کے بدن پر پہنایا ہے اور اپنی مہربانیوں سے اُن پر تجلّی کی ہے اور مشاہدہ اور قربت سے اُن کے ساتھ دوستی کی اُس وقت تن کو دل کے موافق کیا پس وہ گروہ اگلا صاحب القلوب تھا تو یہ مالک القلوب ہو باقی الصفتہ کا اور وہ جو مغلوب القلوب ہو فانی الصفتہ ہو شاید کہ حقیقت اس مسئلہ کی اُس کی طرف پھر لوٹے کیونکہ خداوند عزوجل نے فرمایا اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ اور اس میں دو قرأت ہیں بعض نے مخلصین پڑھا کسر لام کے ساتھ اور بعض نے مخلصین پڑھا نصب لام کے ساتھ پس جو مخلص کہ فاعل ہو وہ باقی الصفتہ ہے اور جو مخلص کہ مفعول ہو وہ فانی الصفتہ ہے اور میں اس مسئلہ کی دوسری جگہ پر اس سے زیادہ تشریح کروں گا انشاء اللہ تعالےٰ اور حقیقت میں وہ لوگ کہ فانی الصفتہ ہوں زیادہ بزرگی کے لائق ہوں کیونکہ تن کو دل کے موافق کریں اور ان کے دل جناب ربانی میں سپرد ہوتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے دل یاد حق میں محول ہوں اور اُس کے مشاہدہ میں قائم اُس گروہ سے کہ باقی الصفتہ ہوں اور دل کو تکلف کے ساتھ امر کے ساتھ موافق کریں اور اس مسئلہ کی بناء اوپر اصل صحو اور سکر اور مشاہدہ اور مجاہدہ کی ہے واللہ اعلم۔

اور بعض اُن میں سے امام عصر اور فرید دہر ابو علی الحسن بن ابی الحسن البصریؒ ہیں بعض آپ کی کنیت ابو محمد لکھتے ہیں اور بعض ابو سعید کہتے ہیں اہل طریقت میں آپکی قدر اور بزرگی زیادہ ہے اور علم معاملت میں آپ لطیف الاشارہ ہوئے ہیں۔ اور میں نے اُن کی حکایتوں میں پایا ہے کہ ایک اعرابی اُن کے پاس آیا اور صبر کی بابت اُن سے دریافت کیا کہا صبر دو قسم کا ہے ایک صبر مصیبت اور بلیہ بات میں

اور دوسرا صبر اُن چیزوں سے کہ خداوند تعالےٰ نے ہمکو اُن سے منع فرمایا ہے اور اُس کی تابعداری سے منع کیا ہے پس اعرابی نے کہا اَنْتَ زَاهِدٌ مَّا رَأَيْتُ اَزْهَدَ مِنْكَ یعنے تو زاہد ہے میں نے زیادہ زاہد تجھ سے ہرگز نہیں دیکھا اور نہ صابر زیادہ کہا اے اعرابی میرا زہد سب رغبت سے ہے اور میرا صبر جزع سے ہے اعرابی نے کہا اس کلام کی تفسیر مجھ سے بیان فرمائی کیونکہ میرا اعتقاد پریشان ہوگیا کہا طاعت کی حالت میں بلاؤں پر میرا صبر کرنا بباعث آتش دوزخ کے خوف کے ہے اور یہ جزع ہے اور زہد میرا دنیا میں آخرت کی طرف رغبت ہے اور یہ عین رغبت ہے پس عمدہ یہ ہے کہ اپنے حصہ کو درمیان سے لیوے تاکہ صبر اُس کا خاص حق کیواسطے ہو نہ اس واسطے کہ آپکو دوزخ سے امن زیادہ ہو اور زہد اُس کا خاص حق کیواسطے ہو نہ اس واسطے کہ آپکو بہشت میں پہنچا دے یہ علامت صحت اخلاص کی ہے اور نیز اُن سے روایت ہے کہ کہا اِنَّ صُحْبَةَ الْاَشْرَارِ تُوْرِثُ سُوْءَ الظَّنِّ بِالْاَخْيَارِ یعنے جو کوئی اس طائفہ کی بدوں کے ساتھ صحبت اختیار کرے اُس گروہ کی نیکیوں پر بدگمان ہو اور یہ بات سخت دشوار ہے آپ میں خاصکر اس زمانہ والوں کو کیونکہ عزیزان حق سے سب لوگ منکر ہیں اور یہ امر اس سبب سے واقع ہوا ہے کہ ان متصوفوں کے ساتھ اہل دنیا بھی صحبت کریں اور فعل اُن کی خیانت پر مبنی دیکھیں۔ اور زبان اُن کی جھوٹ اور غیبت پر اور کوشش اُن کی بیہودگی اور لغو سننے پر اور آنکھ اُن کی لہو و شہوت پر اور ہمت اُن کی بالکل حرام کے جمع کرنے پر اور بے شبہ جانیں کہ متصوف کیواسطے معاملہ یہ ہی ہے اور صوفیوں کو ضرور ہے کہ ان کے فعل بالکل طاعت ہوں۔ اور زبان اُن کی کلام حق پر اور ثمرہ محبت حق اور سر ان کا محل محبت حق پر اور کان ان کے محل سماع حق حقیقت ہیں اور آنکھ ان کی جمال مشاہدت کا موضع اور ہمت اُن کی بالکل جمع اسرار محل رویت ہیں ہو پس اگر کوئی قوم

ظاہر ہو جو ان کے زمرہ سے اور اُن کی روش میں ہو خیانت اختیار کرے پس خیانت
خیانت والوں کی اُن کی طرف لوٹ جاوے نہ اُن احرار اور ارسادات زمان
کی طرف پس جو کوئی کسی قوم کے شہروں کے ساتھ صحبت اختیار کرے اُس کے
شر سے ہو اگر اُس میں کوئی بھلائی ہوتی تو نیکوں کے ساتھ صحبت اختیار کرتا پس ملامت
آدمی کی اپنے واسطے ہی کیونکہ صحبت نالائق اور اپنے غیر کفو کی اختیار کرے ان
کے منکر زیادہ شریر اور مخلوق خدا کے زیادہ ذلیل ہیں۔ کیونکہ صحبت ان کی ان کے
دل سے ہوئی بلکہ خواہش سے نہ پائی ہے پس بہ سبب ان کے منکر ہوئے ہیں۔
اور یا اقتدا اُن کے ساتھ کی ہے اور مانند مہلک کے ہوئے ہیں اور با اقتدار ان کے
ساتھ کی ہے سوائے اُن نیکیوں اور عزیزانِ خداوند کے جو چشم رضا کے ساتھ
ان کی نیکیوں کو دیکھتے ہیں اور خصوصاً ان کی صحبت کو جان و دل کیساتھ خرید کیا
تمام دنیا سے ان کا طریق قبول کیا اور ان کی برکتوں سے مقصود دو جہانی
پر پہنچے اور تمام دنیا سے تعلق قطع کیا۔ اسی واسطے کہا گیا ہے۔ شعر

فَلَا تَحْقِرَنَّ نَفْسِیْ وَاَنْتَ حَبِیْبُھَا ✦ فَکُلُّ امْرِءٍ یُصْبِیْ اِلٰی مَنْ یُجَالِسُ

ترجمہ پس میرے نفس کو حقیر نہ جانیو حالانکہ تو اُس کا پیارا ہے۔ اور بعض اُن
میں سے رئیس علما اور فقیہ فقہا حضرت سعید بن مسیب عظیم الشان اور رفیع القدر
اور عزیز القوم اور جمیل الصدر تھے اور اُن کے مناقب بہت ہیں اور فنون علم میں
فقہ اور توحید اور تفسیر اور شعر اور لغت وغیرہ سے آراستہ تھے اور کہتے ہیں کہ ایک
مرد عیار نما پارسا طبع تھے اور پارسا نما عیار طبع تھے۔ اور طریق تصوف میں قابل
تعریف اور جملہ مشائخ رضہ کے نزدیک محمود تھے اور اُن سے روایت کرتے ہیں۔
کہ کہا اِرْضَ بِالْیَسِیْرِ مِنَ الدُّنْیَا مَعَ سَلَامَۃِ دِیْنِکَ کَمَا رَضِیَ قَوْمٌ بِکَثِیْرِھَا مَعَ ذَھَابِ
دِیْنِھِمْ یعنے راضی ہو تھوڑی دنیا پر معہ سلامتی دین اپنے کے جیسے کہ راضی ہوئی

اُن میں سے ایک طریقت کے جوانمرد اور شریعت میں قائم حضرت حبیب عجمی رضی اللہ عنہ تھے اور مردوں کے مرتبہ گاہ میں نظر عظیم رکھتے تھے پہلے تو یہ اُنہوں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر کی شروع زمانہ میں ربا لیتے تھے اور ہر قسم کے جھگڑے کیا کرتے تھے خداوند تعالےٰ نے اُن کی توبہ النصوح قبول فرمائی اور خداوند کی حضور میں پھر حاضر ہوئی اور تھوڑا علم و معاملت حضرت حسنؓ سے سیکھا اور نہ زبان اُن کی عجمی تھی عربی الفاظ ادا نہ ہوتے تھے خداوند تعالےٰ نے اُن کو بزرگی کے ساتھ مخصوص کیا تھا اس درجہ تک پہونچی کہ ایک مرتبہ شام کو حضرت حسن بصریؒ اُنکی مسجد کے دروازہ پر گذرے اور اُنہوں نے نماز میں کھڑے ہو کر شام کی نماز کی تکبیر اقامت کہی تھی اور حضرت حسن بصری رح مسجد کے اندر آئے اور اُن کے پیچھے نماز نہ پڑھی اس سبب کہ اُن کی زبان عربی بولنے اور قرآن پڑھنے پر جاری نہ تھی عبادت کو سوئے تو خداوند تعالےٰ کو خواب میں دیکھا اور کہا ای بار خدایا تیری رضامندی کس چیز میں ہے فرمایا اے حسن میری رضا تو نے پائی تھی اُسکی قدر نہ جانی کہا بار خدایا وہ کیا تھی فرمایا کل تو اگر حبیب کے پیچھے نماز پڑھتا اور اُس کی صحت نیت کا اعتبار عبادت کے انکار کے سبب تجھ کو باز نہ رکھتا میں تجھ سے رضی ہوتا اور اس گروہ میں یہ بات مشہور ہے کہ جب حضرت حسن بصری حجاج سے بھاگے اور حبیب عجمی کی عبادت خانہ میں گھس گئے تو وہ لوگ آئے اور کہا کہ اے حبیب حسن کو تو نے کہیں دیکھا ہے کہا ہاں بولے کس جگہ ہے کہا میرے عبادت خانہ میں ہی وہ عبادت خانہ کے اندر گھس گئے وہاں کسی کو نہ دیکھا سمجھے کہ حبیب ہم سے استہزا کرتا ہے اُنہوں نے اُن کو بُرا کہا اور کہنے لگے تو سچ نہیں بتلاتا کہ وہ فلاں جگہ ہی حبیب نے قسم کھائی کہ میں سچ کہتا ہوں دوسری بار اور تیسری بار اندر گئے پھر کسیکو نہ پایا اور سب واپس گئے جب حضرت حسن بصری رض باہر آئے اور کہا ای حبیب میں جانتا ہوں

ایک قوم لبسبب کثرت اُس کی کے معہ جانتے دین اُن کے کے یعنی فقر سلامتی دین
کے ساتھ بہت اچھا ہے غنا سے غفلت کے ساتھ کیونکہ جب فقیر دل کی طرف
خیال کرتا ہی تو زیادہ مالدار ہونے کا اندیشہ نہیں کرتا اور جو کچھ میسر ہو اُس پر قناعت
کرتا ہے اور جب غنی دلکو دیکھتا ہے تو زیادہ کا اندیشہ پاتا ہی اور جب بغیر نگاہ کرتا
ہے تو مال مشتبہ پاتا ہی پس رضامندی دوستوں کی خداوند کیساتھ بے غفلت کے
بہت اچھی ہی رضامندی غافلوں سے دنیا پر غرور ہیں اور آفت حسرت اور ندامت
بہت اچھی ہے ذلت و معصیت سے پس جب کوئی بلا آوے تو اُس کو غافل کہیں
الحمد للہ کہ ہمارے بدن پر نہ آئی اور دوست کہیں الحمد للہ کہ ہمارے دین پر نہ آئی
کیونکہ اگر تن بلا میں ہو جو دل میں بقا ہو تو بلا بدن پر اچھی معلوم ہو جب دل میں غفلت
ہو اگرچہ بدن نعمت میں ہو تو وہ نعمت نقمت ہے اور حقیقت میں رضا قلیل دنیا کے
ساتھ کثیر دنیا سے بہتر ہو اور رضا کثیر دنیا کے ساتھ قلیل دنیا سے ہو اُس سبب سے قلیل
اُس کی مانند کثیر اُس کے کی ہے اور بیرا ون سے منقول ہے کہ مکہ میں پیاسے تھے
ایک مرد اُن کے پاس آیا اور کہا مجھکو خبر دیجئے اُس حلال سے کہ اُس میں حرام نہ ہو
اور اُس حرام سے کہ اُس میں حلال نہ ہو انہوں نے کہا ذِکْرُ اللہِ حَلَالٌ لَیْسَ فِیْہِ حَرَامٌ وَذِکْرُ
غَیْرِہٖ حَرَامٌ لَیْسَ فِیْہِ حَلَالٌ یعنے یاد کرنا خدا ہی تعالیٰ کا حلال ہی بے حرام کے اور
یاد کرنا اُس کے غیر کا حرام ہے بے حلال کے اس سبب سے کہ اُس کے ذکر میں نجات
ہے اور اُس کے غیر کے ذکر میں ہلاک ہی اور اللہ سے توفیق ہے

الباب الحادی عشر

یعنے باب اُن اماموں کے ذکر میں جو تبع تابعین سے آجتک گذر رہی ہیں

کہ خدائے عزوجل نے تیری برکتوں کے سبب مجھ کو ان ظالموں سے چھوڑا یا تمنے اُن سے یہ کیوں کہا کہ وہ اس جگہ ہیں حبیب نے کہا یہ میری برکتیں نہ تھیں کہ جو تجھ کو انہوں نے نہ دیکھا بلکہ سچ بولنے کی برکت سے نہ دیکھا اگر میں جھوٹ کہتا تو مجھکو اور تم کو دونوں کو رُسوا کرتے اور حضرت حبیب کی اس جنس کی کرامات بہت ہیں حضرت حبیب سے کسی نے پوچھا کہ خداوند تعالےٰ کی رضامندی کس چیز میں ہے کہا فِیْ قَلْبٍ لَّیْسَ فِیْہِ غُبَارُ النِّفَاقِ یعنے ایسے دل میں کہ جس میں نفاق کا غبار نہ ہو اس سبب سے کہ نفاق خلاف وفاق کے ہے اور رضا عین وفاق اور محبت کو نفاق کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے اور اُس کا محل رضا ہے پس رضا دوستوں کی صفت ہے اور نفاق دشمنوں کی صفت یہ بات بہت بڑی ہے دوسرے مقام پر اس کا بیان کیا جائیگا انشاء اللہ تعالےٰ۔

اور بعض اُن میں سے اہل انس کے نقیب اور جملہ جن وانس کی زینت مالک بن دینار رضہ صاحب راز حضرت حسن بصری رہ تھے اور اس طریقہ کے بزرگوں سے اُن کی کرامتیں مشہور ہیں اور ریاضتیں خصائل انکی مذکور ہیں اور ان کی توبہ کی ابتدا یوں تھی کہ ایک رات ایک گروہ کے ساتھ عیش وطرب میں مشغول تھے جب سب لوگ سو گئے اُس وقت اُس عود سے جسکو بجاتے تھے آواز آئی کہ اے مالک تجھ کو کیا ہوا کہ تو توبہ نہیں کرتا ہے اُسی وقت آپ نے سب باتوں کو ترک کر دیا اور حضرت حسن بصریؒ کے نزدیک آئے اور توبہ میں اپنے قدم کو درست کیا اور اُن کی منزل یہاں تک پہونچی کہ ایک وقت کشتی میں آپ سوار تھے کہ ایک جواہر کشتی میں گم ہوگیا یہ سب سے زیادہ خاکسار تھے اور ان کو کوئی نہ جانتا تھا ان کے ذمہ تہمت لگائی گئی آپ نے آسمان کی طرف سر کیا ایک گھنٹہ میں جسقدر مچھلیاں دریا میں تھیں وہ سب رنیے میں آئیں اور ہر ایک

اپنے منہ میں ایک جواہر لئے ہوئے تھی ایک جواہر اُن سب میں سے آپ نے لے لیا اور اُس مرد کو دیدیا اور آپ پانی کے اوپر دوڑتے ہوئے کنارے سے باہر چلے گئے اور اُن سے منقول ہے کہ کہا اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَیَّ الْاِخْلَاصُ فِی الْاَعْمَالِ یعنی کاموں میں سب سے زیادہ دوست میرے نزدیک اخلاص ہے پس جو کام خلوص دلی سے کیا جائیگا تو وہ کام ایسا ہوگا کہ جس طرح روح بدن کے واسطے ہے یعنے بدن بغیر روح کے مثل پتھر کے ہو اسی طرح عمل بے اخلاص کے محض بیکار ہو لیکن اخلاص جملہ باطنی عملوں میں سے ہے اور طاعات جملہ ظاہری اعمال سے ہے اور ظاہری عمل باطنی عملوں سے کامل ہوتے ہیں اور باطنی عمل ظاہری عملوں سے قوت پکڑتے ہیں. پس اگر کوئی آدمی ہزار برس تک دل میں مخلص ہو جبتک اُسکا عمل اخلاص کے ساتھ نہ ملے اخلاص نہو اور اگر کوئی آدمی ہزار برس تک ظاہر میں عمل کرے جبتک کہ اُس میں اخلاص نہ ملے وہ عمل مقبول نہ ہووے۔ اور اُن میں سے فقیر خطیر دبیر ہمہ اولیا امیر الوحلیم حبیب بن اسلم الراعی رضؓ ہیں آپ مشائخ میں ایک بڑی منزل رکھتے ہیں اُن کے واسطے آیات و براہین بہت ہیں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ یعنے مسلمانوں کی نیت اُن کے عملوں سے اچھی ہے آپ کے پاس بکریاں زیادہ رہتی تھیں وہ فرات کے کنارہ پر بیٹھتے اور طریق اُن کا گوشہ نشینی تھا ایک شخص مشائخوں سے روایت کرتے ہیں کہ ایک وقت میں اُن کے پاس گیا تو اُن کو نماز میں پایا اور بھیڑیا اُن کی بکریوں کی حفاظت کر رہا تھا میں نے کہا کہ ان بزرگ کی میں زیارت کرونگا کیونکہ بزرگی کی علامتیں ان میں دیکھتا ہوں اس خیال میں تھوڑی دیر رہا یہاں تک کہ آپ نماز سے فارغ ہوئے میں نے اُن کو سلام کیا کہا اے لڑکے کس کام کے واسطے تو آیا ہے میں نے کہا آپ کی زیارت کے واسطے کہا جزاک اللہ میں نے کہا

ایہا الشیخ گرگ کو بھیڑ کے ساتھ موافق دیکھتا ہوں کہا اس سبب سے کہ بھیڑ کے راعی کو حق کے ساتھ موافقت ہے یہ کہا اور لکڑی کے پیالہ کے نیچے ایک پتھر رکھتے تھے اُس سے دو چشمے جاری ہوگئے ایک دودھ کا اور ایک شہد کا کہا پیو میں نے کہا اے شیخ یہ مرتبہ تو نے کس چیز سے پایا کہا حضرت محمد رسول اللہ کے اتباع سے کہا اے لڑکے موسےٰ کی قوم باوجودیکہ اُن سے مخالفت رکھتی تھی ان کو پتھر سے پانی دیا اور موسےٰ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے درجہ پر نہ تھے جبکہ میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تابعین سے ہوں مجھ کو شہد اور دودھ نہ دے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم موسےٰ سے بہتر تھے میں نے کہا مجھ کو ایک نصیحت دے کہا لَا تَجْعَلْ قَلْبَكَ صُنْدُوْقَ الْحِرْصِ وَبَطْنَكَ وِعَاءَ الْحَرَامِ یعنے دل کو حرص کا محل مت بنا اور پیٹ کو حرام کا موضع کیونکہ مخلوق کی ہلاکت ان دو چیزوں میں ہے اور نجات ان دو چیز کی حفاظت میں اور بعض اُن میں سے پیر صالح ابو حازم المدنی رحمۃ اللہ علیہ مقتدا بعضے مشائخ کے اُن کو معاملات میں ایک حظ وافر تھا اور فقر کے اندر قدم صادق اور مجاہدات میں پوری روش تھی اور عمرو بن عثمان المکی رحمۃ اللہ علیہ اُن کی بیعت میں کوشش کے ساتھ گئی اور اُن کا کلام سب لوگوں میں مقبول ہے اور بعضی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور ان میں عمرو بن عثمان نے اُن سے روایت کی ہے کہ اُن سے لوگوں نے پوچھا مَا مَالُكَ قَالَ الرِّضَاءُ عَنِ اللّٰهِ وَالْغِنٰى عَنِ النَّاسِ یعنی تیرا مال کیا ہے کہا میرا مال اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور بے پروائی مخلوق سے اور یہ بات ضرور ہے کہ جو کوئی حق کے ساتھ راضی ہو خلق سے بے پروا ہو اور بہت بڑا خزانہ مرد کے واسطے خداوند تعالےٰ کی رضامندی ہے اور اشارہ خدائے عزوجل کے ساتھ غنی ہونے کی طرف ہے جب کوئی اُس کے ساتھ غنی ہو اُس کے غیر سے بے پروا ہو اور سوائے اُس کی درگاہ کے اور کوئی راہ نہ جانے اور خلا و ملا میں اُس کے ماسوا کو ایک جانے ایک مشائخ کی

فرماتے ہیں کہ میں اُن کے پاس حجرہ کے اندر آیا اور اُن کو سوتا ہوا پایا اور تھوڑی دیر ٹھہرا یہاں تک کہ وہ بیدار ہوئے اور فرمایا میں نے اس وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مجھ کو تیرے واسطے پیغام دیا ہے اور کہا کہ ماں کا حق نگاہ رکھنا حج کرنے سے بہتر ہے پس واپس جا اور اُس کے دل کی رضامندی تلاش کر میں اُس جگہ سے لوٹا اور مکہ کو نہ گیا اور اس سے آگے اُن سے بات نہ سُنی تھی میں نے اور بعض اُن میں سے اہل مجاہدت کے داعی اور مشاہدت میں قائم محمد بن واسع رض ہیں اُن کے زمانہ میں اُن کی مثل کوئی نہ تھا اور تابعین سے بہت سے آدمیوں کی صحبت پائی تھی اور مشائخ متقدمین سے ایک گروہ کو پایا اور طریقت میں حصہ پورا رکھتے تھے اور اس کے حقائق میں انفاس عالی اور اشارات کامل ہیں۔ اور ان سے مروی ہے کہ کہا مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ کسی چیز کو میں نے نہ دیکھا جو حق کو اُس میں نہ دیکھا ہو اور یہ مقام مشاہدہ کا مقدمہ ہے کہ بندہ فاعل کی دوستی کے غلبہ میں اس درجہ کو پہونچے کہ فعل میں اُس کے نظر کرے فعل کو نہ دیکھے بلکہ بالکل فاعل کو دیکھے جیسے کہ آدمی صورت کو دیکھے اور مصور نظر آوے پس اس کلمہ کی حقیقت ابراہیم خلیل اللہ پیغامبر کے قول سے ظاہر ہوتی ہے کہ چاند اور سورج اور ستارہ کو کہا کہ ھٰذَا رَبِّیْ یعنے یہ میرا رب ہے اور یہ کہنا اُن کا حال اور غلبہ شوق میں تھا کہ جو کچھ دیکھتے تھے جمال محبوب کی صفت میں دیکھتے تھے اس واسطے کہ دوست جب نگاہ کرتے ہیں تو ایک عالم کو اس کے قہر کا مقہور اور اُس کی سلطان کا اسیر دیکھتے ہیں اور موجودات کے وجود قدرت کے پہلو میں اُس کے فاعل کے حقیقت تھے آنکھ سے جب اشتیاق اُس میں نہ کریں مقہور نہ دیکھیں بلکہ قاہر کو دیکھ لیں اور مخلوق نہ دیکھیں بلکہ خالق دیکھیں اور اس کو میں مشاہدہ کے باب میں لاونگا انشاء اللہ تعالےٰ اور ایک گروہ کو غلطی واقع ہوئی جو کہتے ہیں کہ اُس شخص نے رَاَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ کہا ہے اس جگہ

تجزیہ اور حلول لازم آتا ہے اور یہ بات محض کفر ہی اس واسطے کہ مکان غیر متمکن ہووے پس اگر کوئی کہے کہ مکان مخلوق ہے تو چاہیے کہ متمکن بھی مخلوق ہو اور کہا جاوے کہ متمکن قدیم ہے تو چاہیے کہ مکان بھی قدیم ہو اور اس قول پر فساد لازم آتا ہے یا خلق کو قدیم کہنا چاہیے یا خالق کو محدث اور یہ دونوں کفر ہیں پس یہ رعونت اُس نفس کی چیزوں میں اُس معنے کی ہے کہ جو میں نے اول بیان کیا اور اس میں لطیفہ باریکیاں ہیں جو اپنے مقام پر انشاء اللہ بیان کروں گا اور بعض اُن میں سے اماموں کے امام سینوں کے پیشوا فقیہوں کے شرف علما کی عزت حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الخراز رضی ہیں اُن کا مجاہدوں اور عبادتوں میں قدم مضبوط تھا اور اس طریقت کے اصول میں بہت بڑی شان رکھتے تھے اور شروع حال میں آپ نے گوشہ نشینی کا ارادہ کیا اور تمام خلق سے علیحدگی کی اور چاہا کہ خلق سے باہر ہوں اور دل کو ریاسے پاک کروں تاکہ خلق پاکیزہ اور مہذب ہو ایک مرتبہ آپ حق کے حضور میں کھڑے ہوئے تھے تو ایک رات خواب میں آپ نے دیکھا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی استخوان کو لحد سے لوگ جدا کرتے تھے اور بعض کو بعض سے اختیار کرتے تھے اُس خواب کی ہیبت سے آپ بیدار ہوئے اور محمد بن سیرین کہ ایک شاگرد سے اس کی تعبیر دریافت کی کہا تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے علم اور اُن کی سنت کی حفاظت میں ایسے درجہ بزرگ پر پہنچیگا کہ اُس میں تو متصرف ہوگا اور صحیح کو غلط سے جدا کریگا اور دوسری مرتبہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے فرمایا کہ یا ابا حنیفہ بباعث میری سنت زندہ رکھنے کے تجھکو خدا نے زندہ کیا ہے گوشہ نشینی کا ارادہ نہ کر اور اُن کے پاس بہت آدمیوں کی اسناد تھی مشائخ سے مثل حضرت ابراہیم ادہم اور حضرت فضیل بن عیاض اور حضرت داؤد طائی اور حضرت بشر حافی کے اور سوائے انکے اور بھی اور علماء میں لکھا ہوا اور مشہور ہے کہ ایک وقت ابو جعفر المنصور نے تدبیر کی

کہ چار آدمیوں سے ایک کو قاضی کرنا چاہئے اُن میں سے ایک حضرت ابو حنیفہ تھے اور دوسرے حضرت سفیان ثوری اور تیسرے حضرت صلہ بن اشیم اور چوتھے حضرت شریک اور یہ چاروں بہت بڑے لائق علماء سے تھے اس نے آدمی کو بھیجا تاکہ سب کو حاضر کرے پس راستہ میں کہ جاتے تھے امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ میں تم میں سے ہر ایک سے ایک بات سمجھ کی کہتا ہوں جو اس چلنے کے معاملہ میں بہتر ہوگی کہا کہ میں ایک حیلہ سے اس عہدہ قضا کو اپنے اوپر سے دفع کرتا ہوں یعنی صلہ اپنے آپ کو دیوانہ بناوے اور سفیان بھاگ جاوے اور شریک قاضی ہووے چنانچہ سفیان راستہ میں بھاگ گئے۔ اور کشتی میں گھس گئے اور ملاح سے کہا مجھکو چھپالے کہ میرے سر کو کاٹیں گے بہ تاویل اس خبر کے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ جُعِلَ قَاضِیًا فَقَدْ ذُبِحَ بِغَیْرِ سِکِّیْنٍ یعنے جو قاضی ہوا وہ بغیر چھری کے ذبح ہوا۔ ملاح نے اُن کو کشتی میں بٹھلا ما اور چھپالیا اور ان تینوں کو منصور کے پاس لے گئے پہلے ابو حنیفہؒ سے کہا کہ تجھ کو عہدہ قضا اختیار کرنا چاہیئے آپ نے فرمایا کہ اے امیر میں ایک مرد ہوں نہ عرب سے بلکہ یہاں کے روسار اور سادات عرب میری حکومت پر راضی نہ ہوں گے۔ ابو جعفر نے کہا اس کام کو نسب کے ساتھ تعلق نہیں ہے اس کام کیواسطے علم چاہیئے۔ اور تم اس زمانہ کے عالموں میں مقدم ہو فرمایا اس کام کے لائق میں نہیں ہوں اور یہ میرا قول اگر سچا ہے تو میں اس کے لائق نہیں ہوں اور اگر جھوٹا ہے تو جھوٹا آدمی مسلمانوں کی قضا کے لائق نہیں ہوتا تو کہ خدا کا خلیفہ ہے اس بات کو جائز مت رکھ کہ جھوٹے شخص کو اپنا خلیفہ بناوے اور مسلمانوں کا مال اور اُن کے فروج اُس کے سپرد کرے یہ کہا اور نجات پائی اُس کے بعد صلہ روبرو گئے اور منصور کا ہاتھ پکڑا اور کہا تو کیسا ہے اور تیرے فرزند اور تیرے جانور کیسے ہیں منصور نے کہا یہ دیوانہ ہے اس کو باہر نکالو اور اُس کے بعد شریک سے کہا کہ تم عہدہ قضا قبول کرو

کہا میں ایک سودائی شخص ہوں اور میرا دماغ خفیف ہے منصور نے کہا کہ دارو دوا سے اپنا علاج معالجہ کرنا کہ تیری عقل کامل ہووے اُسوقت قضا شریح کو دی اور ابو حنیفہ رح نے اُس کو چھوڑ دیا اور ہرگز اُس سے بات نہ کی اور یہ اُن کے کمال حال کا نشان ہے دونوں معنے سے ایک اُن کی دانائی ہر ایک کے حق میں صادق ہوئی۔

دوسری صحت وسلامتی خلق کی سپردگی کو اپنے ذمہ سے دور کرنا اور اُن کے مرتبہ پر مغرور نہ ہونا ہے۔ اور یہ حکایت صحتِ ملامت کی بہت قوی دلیل ہی کہ اس طرح سی تینوں نے حیلہ سے خلق کو آپ سے دفع کیا اور جو لوگ اس قسم کے معاملہ کے منکر ہیں وہ ہوا کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور حق کے طریق سے علیحدہ خصوصًا امیروں کے گھر کو اپنا قبلہ بنایا ہے اور ظالموں کے گھر کو بیت المعمور ٹھہرایا اور جابروں کے بساط کو قاب قوسین او ادنےٰ کے برابر کیا ہے یعنی جو کچھ اُن کی خواہش کے خلاف ہو سب کے منکر ہیں ایک مرتبہ حضرات غزنین حرسہا اللہ سے علم و امامت کے مدعیوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ مرقعہ پہننا بدعت ہے میں نے کہا کہ حشیشی اور دبیقی کے کپڑے کہ بالکل ریشم کے ہوتے ہیں مردوں پر محض حرام ہیں اور بادشاہ ظالم نے حرام مطلق کو پہنا اور بدعت نہ کہا اور حلال کپڑا جو حلال چاندی سے خریدا کیا ہوا ہو کیونکہ بدعت ہوگا وگرنہ رعونت طبع اور ضلالت نفس نمیر ہے لیکن عورتوں کو ریشمی کپڑا پہننا حلال ہے اور مردوں پر حرام اور دیوانوں پر مباح اگر ان دونوں سے منقر ہو تو معذور ہو ایسے انصاف سے اللہ پناہ دے حضرت امام ابو حنیفہ رح کہتے ہیں کہ جب نوفل بن حیان رض نے وفات پائی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور تمام مخلوق حساب گاہ میں کھڑی ہوئی ہی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حوض کوثر کے کنارہ پر کھڑا ہوا دیکھا اور اُن کے سیدھے اور اُلٹے طرف مشائخ دیکھے کھڑے ہوئے ہیں اور ایک بوڑھے کو میں نے دیکھا کہ نہایت

خوبصورت ہے اور اُس کے سر پر سفید بال لٹکتے ہیں اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم
کے رخسارہ پر اپنا رخسارہ رکھے ہوئے ہے اور اُن کی برابر میں نے نوفل کو دیکھا اُس نے
جب مجھ کو دیکھا تو میری طرف آیا اور سلام کیا میں نے کہا مجھ کو پانی دے کہا پیغمبر
صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہتا ہوں آپ نے اُنگلی سے اشارہ کیا تو مجھ کو
پانی دیا میں نے اُس پانی کو پیا اور اپنے اصحاب کو بھی دیا اور اُسی پیالے سے
کچھ پانی کم نہ ہوا پس میں نے دریافت کیا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے سیدھی جانب
یہ بوڑھے کون ہیں کہا ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ علی نبینا وعلیہ ہیں اسی طرح
اُلٹی طرف حضرت ابو بکر صدیق رضہ کو پوچھا یہاں تک کہ سترہ آدمیوں کو میں نے دریافت
کیا جب میں بیدار ہو تو سترہ عدد میرے ہاتھ پر عقد کئے تھے اور حضرت یحیےٰ بن
معاذ الرازی رح کہتے ہیں کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا کہا میں نے یا
رسول اللہ میں تمکو کس جگہ ڈھونڈوں کہا ابو حنیفہ کے علم کے پاس اور ابو حنیفہ رح کے ورع
میں طریق بہت ہیں اور مناقب مشہور ہیں اس کتاب میں لکھنے کی گنجائش نہیں اور میں کہ علی بن
عثمان الجلابی رضی اللہ عنہ ہوں میں شام میں تھا اور حضرت بلال موذن
کے روضہ کے سرہانے سو رہا تھا اور خواب میں آپکو مکہ میں دیکھا اور پیغمبر صلے اللہ
علیہ وسلم کو دیکھا کہ باب بنی شیبہ سے اندر آئے اور آپ ایک بڈھے کی گود میں
لئے ہوئے ہیں جیسے کہ کسی بچہ کو لئے ہوتے ہیں ... نہایت شفقت کے ساتھ
میں ان کے روبرو دوڑ گیا اور اُن کے قدم چومے اور میں اس تعجب میں تھا کہ یہ بڈھا
کون ہے اُنہوں نے اپنے اعجاز سے میرے دل کے حال اور خیال پر اطلاع
پائی مجھ سے فرمایا کہ یہ تیرا اور تیرے شہر والوں کا امام ہے یعنی ابو حنیفہ رح سے مجھکو
اس سے بڑی امید ہے پس مجھکو اس خواب سے معلوم ہوا کہ وہ اُن لوگوں سے
تھے جو اوصاف طبع سے فانی تھے اور احکام شرعی پر باقی تھے اور اُس پر قائم

جیسا کہ اُس کے لیجانے والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تھے اگر وہ آپ جاتے باقی الصفتہ ہوتے اور باقی الصفتہ یا مخطی ہوتا ہے یا مصیب پس چونکہ اُسکے لیجانے والے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ہوئے تو فانی الصفتہ ہوئے اور قایم بیقار صفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور چونکہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پر خطا قائم نہ ہوئی اور اُس کے ساتھ قیام نہ پکڑا اور یہ ایک رمز لطیف ہے اور کہتے ہیں کہ جب حضرت داؤد طائیؓ نے علم حاصل کیا اور ایک عالم کے پیشوا ہوئے تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اپنے اوپر عمل کو لازم پکڑو اس واسطے کہ علم بدوں عمل کے مثل جسد بلا روح کے ہے یعنی جو شخص محض علم پر قناعت کریگا وہ عالم نہیں ہے کیونکہ عالم کو فقط علم پر قناعت نہو کیونکہ عین علم عمل کا متقاضی ہو جیسے کہ عین ہدایت مجاہدہ کی متقاضی ہے اور جیسے کہ مشاہدہ بے مجاہدہ کے نہو پس علم بے عمل نہو اس سبب سے کہ علم موارثیت عمل ہو اور علم کی تخریج وکشایش اور منفعت عمل کی برکت سے ہو اور ہم کسی طرح علم کو عمل سے جدا نہیں کر سکتے ہیں۔ جس طرح کہ آفتاب کے نور کو اُس کی ذات سے اور بعض اُن میں سے زیادہ فائدہ وفاد حضرت عبد اللہ بن مبارک المروزی رحؒ اس قوم کے بڑے محتشم تھے اور جملہ احوال اقوال اور اسباب شریعت و طریقت کے عالم اور اپنے زمانہ کے امام تھے اور بڑے بڑے مشائخ سے ملاقات آپ نے کی تھی اور اُن کے ساتھ ہم جلسہ رہے تھے اور ان کی تصانیف ہر ایک علم و فن میں مشہور اور کرامتیں مذکور ہیں اور ان کی توبہ کی ابتدا اس طرح پر ہوئی کہ ایک کنیزک پر آپ فریفتہ تھے ایک رات کو دوستوں میں سے آپ اُٹھے اور ایک کو اپنے ہمراہ لے گئے اور معشوقہ کی دیوار کے نیچے کھڑے ہوئے اور وہ اپنے بالاخانہ پر آئی پس صبح تک دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے اور کھڑے رہے جب حضرت عبد اللہ نے صبح کی نماز کی اذان سُنی تو انہوں نے جانا کہ عشاء کی نماز کی اذان ہے اور جب دن نکلا تو انہوں نے جانا

کہ تمام رات اُس کے مشاہدہ میں مستغرق رہا اس بات سے اُن کو معلوم ہوا اور اپنے
دل میں کہا کہ تجھکو شرم ہوے پسر مبارک آج تمام رات اپنی خواہش کے واسطے
پیروں پر کھڑا رہا اگر نماز میں بڑی سورۃ پڑہتا دیوانہ ہوتا اور دعوائے مومن ہونیکا
ہے تو اُس سے توبہ کرکے علم کی طلب میں مشغول ہوئے اور زہد و دیانت اختیار کرکے
آپ ایسے مرتبہ پر پہونچے کہ ان کی ماں ایک مرتبہ باغ میں گئیں تو اُن کو سوتا
پایا اور ایک سانپ بہت بڑا ریحان کی ڈالی منہ میں پکڑے ہوئے اُن کی مکھی
مارتا تھا اور بغداد میں مشائخ کی صحبت آپ کو ایک مدت تک ملی اور مکہ میں آپ
نے چند مدت تک مجاورت کی اُس کے بعد آپ مقام مرو میں چلے گئے اور
اُس شہر کے آدمی سب آپ سے مانوس ہوگئے اور اُن سے پڑہنا شروع کیا
اور اُس وقت میں مرو میں آدہے آدمی حدیث کی اتباع پر ہوگئے اور نصف نے
طریق رائے میں قدم رکھا ایسا کہ آجتک اُس کو رضی الفریقین کہتے ہیں اس وجہ سے
کہ ہر شخص کے ساتھ اُن کی موافقت تھی اور اُس جگہ آپ نے دو رباط بنائے یعنے
ایک مخصوص اہل حدیث کا اور دوسرا مخصوص اہل رائے کا اور آج تک دونوں اپنے
اصل قاعدے پر ہیں اور وہاں سے حجاز میں آپ واپس آئے اور مجاور ہوئے
تو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ عجائب چیزوں سے آپ نے کیا دیکھا کہا ایک
راہب کو میں نے دیکھا کہ مجاہدہ سے ضعیف ہوگیا تھا اور خداوند کے خوف سے
ٹیڑھا ہوگیا تھا میں نے اُس سے پوچھا کہ اے راہب کَیْفَ الطَّرِیْقُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی
فَقَالَ لَوْ عَرَفْتَ اللّٰہَ لَعَرَفْتَ الطَّرِیْقَ اِلَیْہِ فَقَالَ اَعْبُدُ مَنْ لَا اَعْرِفُہٗ وَتَعْصِیْ مَنْ تَعْرِفُہٗ
یعنے میں نے کہا کہ خدا کی طرف راہ کیونکر ہے کہا اگر اللہ کو پہچانتے تو راہ بھی اُس کی
طرف جانتے تو میں نے کہا کہ میں عبادت کرتا ہوں اُس کی جس کو نہیں جانتا اور تو عاصی
ہوتا ہے اُس کا کہ جسکو تو جانتا ہے یعنے معرفت خوف کے مقتضی ہے اور تجھ میں

بے خوف و بیکھٹا ہوں کہ کفر و جہل اقتضا کرتی ہے اور آپ کو خائف پاتا ہوں آپ فرماتے ہیں کہ یہ نصیحت میرے کارگر ہو گئی جس نے مجھ کو بہت سی باتوں سے بچا لیا اور اُن سے روایت ہے اَلسُّکُوْنُ حَرَامٌ عَلٰی قُلُوْبِ اَوْلِیَآئِہٖ اُس کے دوستوں کا دل ہرگز ساکن نہ ہو کہ سکونت اس قوم پر حرام ہے دنیا میں مضطرب حال طلب میں اور عقبےٰ میں ساتھ حضور حق اور تجلی اور رویت کے قرار ان پر روا نہیں پس دنیا خاصکر انکو مانند عقبےٰ کے ہو اور عقبےٰ خاصکر ان کو مانند دنیا کے ہو کیونکہ دل کی سکونت دو چیز کی اقتضا کرتی ہے یا مقصود پانا یا مراد سے غفلت پانا وہ دنیا اور عقبےٰ میں روا نہیں تاکہ دل محبت کے خفقان سے ساکن ہو اور اُس کے دوستوں پر غفلت حرام ہے تاکہ دل طلب کی حرکتوں سے ساکن ہو اور بعض اُن سے شاہ اہل حضرت اور پادشاہ درگاہ وصلت ابو علی الفضیل بن عیاض پیشوا قوم سے تھے اور بڑی بزرگ اور اُنکو معاملات اور حقائق میں حصہ بہت ہے اور پورا اور طریقت کے مشہور لوگوں سے ایک یہ ہیں اور ان کے حالات صدق سے پُر ہیں ابتدا میں عیّاری اور رہزنی کرتے تھے لیکن ہر وقت مخلوق کی بھلائی کی طرف میل رکھتے اور ہمیشہ مردانگی اور ہمت اُن کی طبیعت میں رہتی جس قافلہ میں کہ عورت ہوتی اُس کے آس پاس نہ پھرتے اور ہر شخص پر مقدار سرمایہ کے لائق کچھ چھوڑتے جس وقت کہ قافلہ مرد سے گیا تو لوگوں نے کہا کہ کوئی رہبر ساتھ میں لے لو اس وجہ سے کہ فضیل راہ میں ہے کہا میں نے سُنا ہی کہ وہ مرد خدا ترس ہے ایک قاری کو مزدوری پر لے لیا اور اونٹ پر بٹھایا کہ وہ روز و شب راستہ میں قرآن پڑھتا تھا یہاں تک کہ قافلہ ایک مقام پر پہونچا کہ فضیل گھات میں تھے اتفاق سے قاری پڑھتا تھا اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُہُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ یہ سنکر اُس کے دل میں رقت ہوئی اور عنایت ازلی نے غلبہ اپنا اُس کے دل پر ظاہر کیا اور اُس شغل سے آپ نے توبہ کی اور مخاصمین کے نام لکھے اور سب کو

خوشنود کیا اور آپ مکہ میں گئے اور ایک مدت تک اُس جگہ مجاور رہے۔ اور بعض اولیاء سے خداوند کو پایا اور کوفہ میں آپ واپس آئے اور امام ابو حنیفہ رح کے ساتھ ایک مدت تک ہمنشین رہے اور ان سے روایات عالی ہیں۔ اور مقبول ہیں جو درمیان اہل حدیث کے ہیں اور حقائق تصوف اور معرفت میں کلام رفیع آپکا منقول ہے کیونکہ فرمایا ہے مَنْ عَرَفَ اللّٰہُ حَقَّ مَعْرِفَتِہٖ عَبَدَہٗ بِکُلِّ طَاقَتِہٖ یعنے جو کہ خدائے تعالےٰ کو اُس کے حق معرفت کے ساتھ پہچانے کل طاقت کے ساتھ پرستش کرے اُس کو اس واسطے وہ شخص کہ پہچانے انعام واحسان کے ساتھ پہچانے اُس کو دوست بناوے جس نے دوست بنایا طاعت رکھی طاقت تک اس سبب سے کہ فرمان دوستوں کا کرنا دشوار نہ ہو جس کسیکو دوستی زیادہ ہو تو حرص طاعت پر زیادہ ہو اور دوستی معرفت کی حقیقت سے ہو جیسا کہ حضرت عائشہ رضہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک رات اُٹھے اور مجھ سے غائب ہوئے اور مجھ کو خیال ہوا کہ حضور دوسرے حجرہ میں گئے ہیں پس میں اُٹھی اور اُن کے پیروں کے نشان پر گئی یہاں تک کہ مسجد میں آئی۔ پس حضور کو میں نے نماز میں کھڑا دیکھا کہ آپ روتے تھے یہاں تک کہ بلال آئے اور صبح کی اذان کہی اور حضرت نماز میں تھے جب صبح کی آپ نماز ادا کر چکے تو حجرہ میں تشریف لائے میں نے دیکھا کہ آپ کے دونوں پاؤں ورم کر گئے تھے اور دونوں انگوٹھوں کے سر شق ہو گئے اور زرد پانی اُن سے جاری تھا پس میں روئی اور میں نے کہا یا رسول اللہ آپ کے اول وآخر کے گناہ سب معاف کر دیے گئے ہیں اسقدر تکلیف آپ پھر کیوں اُٹھاتے ہیں اس کو ترک فرمایئے یہ وہ شخص تکلیف اُٹھائے جس کو انجام کا اطمینان نہ ہو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ وہ سب لطف وفضل خدائے عزوجل کا ہے اَفَلَآ اَکُوْنَ عَبْدًا

شَکُوْرًا یعنے کیا مجھ کو بندہ شاکر ہونا چاہیئے جبکہ اُس نے مجھ کو مژدہ بخشش سنایا ہے کیا کہتی ہو تم مجھکو بندگی نہ کرنا چاہیئے اور طاقت بشری کی لائق نعمت کا استقبال نہ چاہیئے اور نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب میں پچاس نمازیں قبول کی تھیں اور اُن کو گران نہ سمجھا تھا یہاں تک کہ حضرت موسےٰ نے کہا اور آپ واپس گئے اور پانچ وقت کی نماز پھر لائے کیونکہ آپ کی طبیعت میں فرمان کی بالکل مخالفت نہ تھی اور نیز آپ سے روایت کرتے ہیں کہ اَلدُّنْیَا دَارُ الْمَرْضٰی وَالنَّاسُ فِیْھَا مَجَانِیْنُ وَالْمَجَانِیْنُ فِیْ دَارِ الْمَرْضٰی بِالْغُلِّ وَالْقُیُوْدِ۔ یعنے دنیا مثل پاگل خانہ کے ہے اور آدمی اُس میں مثل دیوانوں کے ہیں اور دیوانوں کو پاگل خانہ میں سوائے زنجیروں کے اور کیا ملتا ہے، اور ہمارے نفس کی خواہش ہماری قید ہے اور ہماری معصیت ہماری قید ہے اور فضل بن ربیع نے روایت کی ہے کہ میں ہاروں رشید کے ساتھ مکہ میں گیا جب حج سے فراغت کی تو مجھ سے کہا اس جگہ کوئی مرد ہے خدا کے مردوں سے تا کہ اُس کی زیارت کروں میں نے کہا ہاں عبدالرزاق صنعانی اس جگہ ہے کہا مجھ کو اُس کے پاس لیچل جب اُس کے پاس ہم گئے اور تھوڑی دیر ہم نے باتیں کیں اور جب لوٹنے کا ہمنے ارادہ کیا تو ہارون رشید نے مجھ سے اشارہ کیا کہ اُس سے دریافت کر کہ کچھ قرض رکھتا ہے۔ میں نے پوچھا کہا ہاں حکم دیا تو اُس کا قرض ادا کر دے پھر وہاں سے باہر آیا کہا یا فضل میرا دل ابھی خواہش کرتا ہے کہ کسی مرد کو میں دیکھوں جو اس سے زیادہ بزرگ ہو میں نے کہا اس جگہ سفیان بن عُیَیْنہ ہے کہا اُس جگہ چلیں پھر ہم وہاں گئے۔ اور تھوڑی دیر تک ہم نے اُن سے باتیں کیں جب ارادہ لوٹنے کا کیا تو ہاروں رشید نے پھر مجھے اشارہ کیا میں نے اُن سے قرضہ کی بابت دریافت کیا اُنہوں نے کہا ہاں مجھپر قرضہ ہے ہاروں نے حکم دیا کہ ان کا قرضہ ادا کردو میں نے ان کا قرضہ ادا کر دیا

پھر وہاں سے باہر نکلے اور کہا یا فضل ابھی تک میرا مطلب حاصل نہیں ہوا مجھ کو یاد آیا کہ فضیل بن عیاضؒ اس جگہ ہے تو ہیں اُس کو فضیل کے پاس لے گیا ہیں وہ غرفہ کے اندر تھے اور ایک آیت قرآن کی پڑھتے تھے ہم نے دروازہ بجایا کہا کون ہے میں نے کہا امیر المومنین ہیں کہا مَالِیْ وَلِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ کہا مجھ کو امیر المومنین سے کیا کام میں نے کہا سبحان اللہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ فرمایا لَیْسَ لِلْعَبْدِ اَنْ یُذِلَّ نَفْسَہٗ فِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ قَالَ بَلٰی اَمَّا الرِّضَاءُ عِزٌّ دَائِمٌ عِنْدَ اَھْلِہٖ یعنی نہیں جائز بندہ کو کہ ذلیل کرے اپنے نفس کو اللہ کی طاعت میں کہا ہاں ہم عزت رضا کی رکھتے ہیں تو میری ذلت دیکھتا ہے اور میں اپنی عزت بوجہ رضامندی خداوند تعالیٰ جانتا ہوں اُس وقت آپ نیچے آئے اور دروازہ کھولا اور چراغ ٹھنڈا کیا اور کونہ میں آپ کھڑے ہو گئے تو ہارون اُن کو اُن کے دروازہ سے ڈھونڈھتا تھا یہاں تک کہ ہاتھ اُن کا اُس پڑا کہا آہ اُس سے کہ اُس سے زیادہ نرم نہ دیکھا میں نے اگر خدائے تعالےٰ کے عذاب سے چھوٹے کیا اچھا ہو ہاروں نے رونا شروع کیا اور اس قدر رویا کہ بیہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا تو کہا اے فضیل مجھ کو نصیحت کر کہا اے امیر المومنین تیرا باپ عم مصطفےٰ تھا اُن سے خواہش کی کہ مجھکو قوم پر امیر کرو کہا اے عم میں نے تجھکو تیرے بدن پر امیر کیا یعنے ایک نفس تیرا خدا کی طاعت میں تیرے واسطے خلق کی ہزار سال کی طاعت سے بہتر ہے لِاَنَّ الْاِمَارَۃَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ نَدَامَۃٌ یعنے امیری قیامت کے دن سوائے ندامت کے اور کچھ نہ ہو ہارون نے کہا اور نصیحت کر کہا جب عمر عبد العزیز کو خلافت کے واسطے مقرر کیا تو سالم بن عبد اللہ اور رجا بن حیوۃ اور محمد بن کعب القرظیؒ کو بلایا اور کہا میں اس بلا میں گرفتار ہوا امیری کیا تدبیر ہی اگرچہ آدمی نعمت جانتے یعنے اس امارت کو میں بلا جانتا ہوں ایک نے کہا ان میں سے کہ جو تو چاہے کہ کل قیامت کو تجھکو خدائے تعالےٰ کے عذاب سے نجات ہو تو مسلمانوں

کے بوڑھوں کو اپنے باپ کی مثل جان اور جوانوں کو بھائیوں کی مانند اور لڑکوں
کو فرزندوں کی مانند اُس وقت ان کے ساتھ معاملہ ایسا کر جیسا کہ گھر میں باپ اور بھائی
اور لڑکے کے ساتھ کرتی ہیں یہ سب مسلمانوں کے شہر تیرے گھر کی مثل ہیں۔ اور ان
کے اہل تیرے عیال ہیں یعنے باپ کی زیارت کر اور بھائی کی بزرگی کر اور
فرزندوں کے ساتھ بھلائی کر اس وقت فضیل نے کہا میں ڈرتا ہوں اے
امیر المومنین مبادا کہ وہ روئے خوب تیرا دوزخ کی آگ میں گرفتار ہو۔ خداوند
تعالےٰ سے ڈر اور اُس کا حق اُس سے بہتر ادا کر پس ہارون نے کہا تجھ پہ کچھ
قرض ہے کہا ہاں خداوند تعالیٰ کا قرض میری گردن پر ہے اور وہ اُس کی طاعت ہے
اگر مجھ کو اُس سے گرفتار کرے مجھ پر افسوس ہے کہا اے فضیل قرض خلق کو کہتا
ہوں کہا حمد وسپاس خدائے عزوجل کو کہ میرے پاس اُس سے نعمت بہت ہے
اور مجھ کو کوئی شکایت نہیں جو اس کے بندوں سے کروں ہارون نے ہزار دینار کی
تھیلی نکالی اور اُن کے آگے رکھی کہا اس روپیہ کو اپنے کاموں میں لائے۔ فضیل
نے کہا اے امیر المومنین میری ان نصیحتوں نے تجھ کو کچھ فائدہ نہ دیا یہاں تک کہ تو
نے ظلم کیا اور ظلم کو اختیار کیا اور بیداد گری کا پیشہ لیا ہارون نے کہا میں نے کیا ظلم
کیا کہا میں تجھ کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تو مجھ کو بلا میں ڈالتا ہے یہ ظلم نہیں ہے
ہارون اور فضیل دونوں روتے ہوئے اُن کے آگے سے باہر آئے اور مجھ سے کہا
اے فضل بن ربیع ملک حقیقت میں فضیل کا ہے اور یہ سب دلیلیں اُس کے دیدیہ
کی ہیں دنیا اور اُس کے اہل ہیں اور اُس کی زینت کی حقارت اُس کے دل کے
نزدیک اور تو جمع کا ترک کرنا خصوصاً اہل دنیا کے واسطے اس کے خیال میں
مضبوط اور ان کے مناقب اس سے زیادہ ہیں۔ اور بعض اُن میں سے تحقیق
وکرامت کے سفینہ اور شرف ولایت کے صاحب ابوالفیض ذوالنون ابن۔

ابراہیم المصری کے بیٹے تھے اور ان کا نام ثوبان تھا اور نیکوں اور بزرگوں اور عیاروں اس
قوم سے تھے کہ بلا کی راہ اختیار کی اور ملامت کا طریق لیا اور سب مصر والے اُن کی
شان میں متحیر رہتے تھے اور مرتے وقت تک کسی نے اُن کا حال و جمال اہل مصر
نے نہ پہچانا اور جس شب کو اُن کا انتقال ہوا اُس شب پیغمبر صلعم کو ستر ہزار شخصوں نے خواب
میں دیکھا کہ فرمایا خدا کے دوست ذوالنون بلائے گئے ہیں ہم اُن کے استقبال
کے واسطے آئے ہیں اور جب مرنے کا وقت ہوا تو لوگوں نے اُن کی پیشانی پر لکھا
ہوا پایا هٰذَا حَبِیْبُ اللّٰهِ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللّٰهِ قَتِیْلُ اللّٰهِ یعنے یہ خدا کا پیارا ہے
اور خداوند تعالےٰ کی محبت میں وفات پائی ہے اور یہ اللہ تعالےٰ کا شہید ہے اور
جب اُن کا جنازہ اُٹھایا تو مرغان ہوا اُن کے جنازہ پر جمع ہوئے جن کے بازو
بازو سے ملے ہوئے تھے اور جنازہ پر سایہ ڈالتے تھے جب اہل مصر نے دیکھا تو
شرمندہ ہوئے اور اُس ظلم سے جو اُنہوں نے اُن پر کیا تھا سب نے توبہ کی اور اُن کے
طریق بہت ہیں اور حقائق علوم میں کلمات بہت ہیں جیسا کہ کہتے ہیں اَلْعَارِفُ کُلَّ یَوْمٍ
اَخْشَعُ لِاَنَّہٗ فِیْ کُلِّ سَاعَۃٍ مِنَ الرَّبِّ اَقْرَبُ یعنی ہر روز عارف ترساں زیادہ ہووے
اور خاشع زیادہ ہو اس واسطے کہ ہر گھڑی رب سے نزدیک زیادہ ہو اور جو کہ زیادہ نزدیک ہو
لامحالہ حیرت اور خشوع اُس کا زیادہ ہو اور وہ جو سلطان حق کی ہیبت سے خبردار
ہو اور جلال حق اُس کے دل پر غالب ہو آپ کو اُس سے دور دیکھے اور اُس کے
وصل کی طرف منہ نہ کرے بلکہ اُس کا خشوع خشوع پر زیادہ ہو جیسا کہ موسیٰ
صلوات اللہ علیہ نے کلام کے وقت کہا یَا رَبِّ اَیْنَ اَطْلُبُکَ قَالَ عِنْدَ الْمُنْکَسِرَۃِ
قُلُوْبُہُمْ یعنے بار خدایا تجھکو کہاں ڈھونڈوں کہا اُس جگہ کہ دل ٹوٹا ہوا ہو اور اپنی
اخلاص سے نا امید ہوا ہو کہا بار خدایا کوئی دل میرے دل سے نا امید زیادہ
اور شکستہ زیادہ نہیں ہے کہا پس میں اُس جگہ ہوں کہ جہاں تُو ہے پس معرفت کا

مدعی بغیر ڈر اور خوف کے جاہل ہو نہ عارف اور معرفت کی حقیقت کی پہچان صدق
ارادت ہوا در ارادت صادق اسباب کی کاٹنے والی اور بندہ کے نسبوں کی
قاطع ہو سوائے خدائے عزوجل کے جیسا کہ حضرت ذوالنون فرماتے ہیں اَلصِّدْقُ
سَیْفُ اللّٰہِ فِیْ اَرْضِہٖ مَا وُضِعَ عَلٰی شَیْءٍ اِلَّا قَطَعَہٗ یعنے راستی خدا کی تلوار ہے
زمین میں اور کسی چیز پر نہ آوے لیکن اُس چیز پر کہ اُس کو کاٹے اور صدق
مسبب کی رویت ہو نہ اثبات سبب جب سبب ثابت ہوا حکم صدق ساقط ہوا
اور اُس کی حکایتوں میں مذکور ہے کہ ایک روز اپنے اصحاب کے ہمراہ کشتی میں
بیٹھے تھے اور دریائے رود نیل کا تماشا دیکھ رہے تھے جیسے کہ اہل مصر کی عادت
ہے کہیں سے ایک دوسری کشتی آتی تھی اور اہل طرب کا گروہ اُس میں بیٹھا تھا۔ اور
وہ فساد کرتے تھے آپ کے شاگردوں کو اُن سے نفرت عظیم ہوئی کہا اے شیخ
دعا کر کہ خدائے عزوجل ان سب کو غرق کر دے تاکہ بدبختی ان کی خلق سے دور ہو
حضرت ذوالنون مصری کھڑے ہوئے اور ہاتھ اُٹھائے اور کہا بار خدایا جیسا کہ اس گروہ
کو اس جہان میں عیش دیا ہے اُس عالم میں بھی عیش دے ان کی اس بات
سے مرید متعجب ہوئے جب کشتی زیادہ اُن کے روبرو آئی اور اُن کی آنکھیں حضرت
ذوالنون پر پڑیں وہ بہت روئے اور عذر کئے اور سب نے توبہ کی اور خدا کی
طرف لوٹ آئے اُنہوں نے اپنے شاگردوں سے کہا اُس جہان کا عیش توبہ
تھی تم نے دیکھا کہ سب کی مراد حاصل ہوئی اور تم اور وہ سب مراد پر پہونچے بغیر اس
کے کہ کوئی رنج کسی کو پہونچے اور یہ بات نہایت شفقت کے ساتھ تھی مسلمانوں پر
اور اس بات میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدا تھی کیونکہ جسقدر کافروں سے انپر
ظلم زیادہ ہوتا آپ متغیر نہ ہوتے اور کہتے اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ
یعنے اے اللہ میری قوم کو ہدایت کر کیونکہ وہ جانتے نہیں۔ اور اُن سے منقول ہے

کہا کہ ایک مرتبہ بیت المقدس سے میں آتا تھا بقصد مصر کہ میں نے ایک شخص کو راستہ میں دیکھا کہ دور سے کہ آتا ہے میں نے اپنے دلمیں خواہش کی کہ اس آدمی سے کوئی سوال کروں جب میرے پاس آیا تو وہ ایک بوڑھی عورت تھی جبہ پشمین پہنے ہوئے میں نے کہا تو کہاں سے آتی ہے کہا اللہ کے پاس سے میں نے کہا کہاں جاتی ہے کہا اللہ کی طرف میرے پاس دینار تھا میں نے نکالا کہ اُس کو دوں ہاتھ میرے سامنے ہلایا اور کہا اے ذوالنون یہ خیال کہ تجھکو میرے ساتھ پیدا ہوا ہے تیری عقل کی ریکیکی سے ہے پس میں خدا کے واسطے کام کرتی ہوں اور سوائے اُس کے بال برابر کوئی چیز نہیں لیتی ہوں چنانچہ اُس کے سوا کسی کی پرستش نہیں کرتی ہوں اور سوائے اُس کے کوئی چیز نہیں لیتی ہوں یہ کہا اور مجھ سے جُدا ہو گئی اس حکایت میں ایک لطیف باریکی ہے جو اُس عجوز نے کہا کہ میں کام اُس کے واسطے کرتی ہوں اور صدق محبت کی یہ دلیل ہے کیونکہ خلق معاملت میں دو طرح پر ہے ایک وہ کہ کام کرتی ہے جانتی ہے کہ اُس کے واسطے کرتی ہے اور وہ بھی اپنے واسطے کرتی ہے ہر چند کہ اُس کی خواہش اُس سے منقطع ہو دوسرے وہ کہ ارادت ثواب و عقاب اُس جہان کی اور اس عالم ریا اُس کی معاملت میں منقطع ہو اُس سے اور جو کچھ کرے خاص فرمان حق کی تعظیم کو کرے یعنی حق تعالیٰ کی محبت اُس کی مقتضا ہو اور اُس گروہ کو صورت حاصل ہوئی ہو کہ جو کچھ آخرت کے واسطے کریں اُس کو ہوا اور جانیں کہ طاعت میں خاصکر مطیع کو نصیب وافر اُس سے ہو جو معصیت میں ہو کیونکہ گناہوں کی راحت ایک گھڑی ہوا اور طاعت کی راحت ہمیشہ ہو اور خداوند تعالیٰ خلق کی مجاہدت سے کیا فائدہ رکھے اور اُس کے ترک سے کیا نقصان اگر تمام عالم نے صدق ابوبکرؓ اختیار کیا تو وہ خاصکر ان کو ہوا اور اگر کذب فرعون جیسا ہوا تو نقصان خاصکران کو ہوا جیسا کہ کہا اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَھَا یعنے اگر بھلائی کروگے اپنے واسطے اور اگر برائی کروگے اپنے واسطے

اور نیز کہا وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ یعنی جو شخص مجاہدہ کرے وہ اپنے واسطے کرتا ہے تحقیق اللہ تعالےٰ عالم سے بے پرواہی ملک ابدی خاصکر اپنے واسطے مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کے واسطے ہم کرتے ہیں لیکن دوستی کی راہ لینا ایک امر دیگر ہے اور اُن کو فرمان کے ادا کرنے سے حصول امر دوست کی حفاظت کرنا ہے اور اُن کی آنکھیں کسی دوسری چیز پر نہ ہوں اور اس کتاب میں اس کی مثل کلام اخلاص کے معاملہ میں نہ آدیگا اور بعض اُن میں سے امیر الامراء اسالک طریق تقا ابو اسحٰق ابراہیم بن ادہم منصور رضہ یگانہ تھے اپنے طریق میں اور اپنے زمانہ میں اپنے ہمعصروں کے پیشوا تھے حضرت خضر علیہ السلام کے مرید تھے۔ اور پہلے زمانہ کے اکثر مشائخوں سے ملاقات کی تھی اور امام ابو حنیفہ رضہ کے ساتھ اختلاط رکھتے تھے اور اُن سے علم پڑھا تھا اور شروع زمانہ میں وہ بلخ کے امیر تھے ایک روز آپ شکار کو گئے تھے اور اپنے لشکر سے جُدا ہو گئے اور ایک ہرن کے پیچھے آپ نے گھوڑا ڈال دیا خدائے تعالےٰ نے اُس ہرن کو گویا فرمایا اُس نے زبان فصیح سے کہا اَلِهٰذَا خُلِقْتَ اَوْ بِهٰذَا اُمِرْتَ یعنے کیا اس کام کے واسطے تجھ کو پیدا کیا ہے یہ اُنکے واسطے توبہ پر دلیل ہوئی اور آپ نے اپنا ہاتھ سب سے اُٹھالیا اور زہد و ورع کا طریقہ اختیار کیا اور فضیل بن عیاض اور سفیان ثوری کو پایا اور اُن کے ہمنشین رہے اور اپنی تمام عمر میں توبہ کے بعد سوائے اپنے کسب کے نہ کھایا تمامی اُن کے معاملت سے ظاہر ہی اور کرامات مشہور ہے اور حقائق تصوف میں آپ کے کلمات بدیع اور لطیف نفیس ہیں اور حضرت جنید رح کہتے ہیں مَفَاتِيْحُ الْعُلُوْمِ اِبْرَاهِيْمُ یعنے اس طریقت کے سب علموں کی کنجی ابراہیم ہے اور اُن سے روایت ہے کہ کہا اِتَّخِذِ اللّٰهَ صَاحِبًا وَّ ذَرِ النَّاسَ جَانِبًا یعنی ابراہیم ادہم نے کہا کہ خداوند کو اپنا یار رکھ اور خلق کو ایک طرف چھوڑ مراد اس سے یہ ہے کہ جب بندہ کا اقبال حق کے ساتھ درست ہو اور

حق تعالےٰ کی دوستی میں مخلص ہو پس حق کی طرف توجہ کا صحیح ہونا خلق سے اعراض
کا متقاضی ہی اس سبب سے کہ خلق کی صحبت کو حق کی حدیث سے کوئی کام نہیں ہے اور
حق کی صحبت اخلاص سے ہووے اس کے حکم کے ادا کرنے میں اور اخلاص طاعت
میں خلوص محبت سے ہو اور خلوص محبت حق نفس و ہوا کی دشمنی سے پیدا ہو کیونکہ
جو کوئی ہوا کے ساتھ آشنا ہو خدا سے جدا ہو اور جو کہ ہوا سے جدا ہو خدا کے ساتھ
ملا ہوا ہو پس اپنی حق میں تمام خلق تو ہی ہے تو جو اپنے آپ سے منہ پھیرے گویا تمام۔
خلق سے اعراض کرے اور جو کوئی کہ خلق سے اعراض کرے اور اپنی طرف توجہ کرے
یہ ظلم ہے اس واسطے کہ تمام مخلوق خدا جس طرح سے کہ بحکم اور تقدیر کے ساتھ راست
ہے یعنے تجھکو کام تیرے ساتھ پڑا ہے اور ظاہر باطن کی استقامت کی بنا طالب کے
واسطے دو چیز پر ہے ایک اُن سے پہچانتا ہے اور دوسرے کرتا ہے پس وہ جو پہچانتا
ہے وہ تقدیر حق کی رؤیت ہے یعنے خیر و شر سے ہے یعنے تمام ملک میں کوئی چیز متحرک
اور ساکن نہ ہووے اور کوئی ساکن متحرک نہ ہووے مگر اُس حرکت سے کہ خداوند
نے اُس میں پیدا کی ہے اور اُس سکون سے کہ حق تعالےٰ نے اُس میں رکھا
ہے اور وہ جو کرتا ہے ادا کرنا فرمان حق کا ہے اور معاملہ کی صحت اور حفاظت تکلیف
کی اور کسی حال میں ترک فرمان میں اُس کی تقدیر حجت نہیں ہو سکتی ہے یعنے جبتک خلق
سے اعراض درست نہو۔ جب آپ سے اعراض نہو تو اعراض کیا ہے یعنی تمام
مخلوق حصول مراد حق سے ہو اور جب حق تعالیٰ کی طرف تو نے توجہ کی تو امر حق کو تو قائم
کر پس خلق سے ملنا جائز نہیں کیونکہ شیخ ابوالحسن سالبہ کہتے ہیں کہ مرید کو حکم گریہ میں
ہونا بہتر ہے اُس سے کہ اپنے حکم میں ہو اس سبب سے کہ صحبت غیر کے ساتھ خدا کے
واسطے ہو اور صحبت اپنے ساتھ واسطے پالنے ہوا کے ہو اور اس معاملہ میں کلام اپنے
موقع پر انشاء اللہ تعالےٰ بیان ہو گا اور ابراہیم ادہم کی حکایتوں میں مذکور ہی

کہ جب میں ایک جنگل میں گیا تو ایک بوڑھا آیا اور مجھ سے کہا اے ابراہیم تو جانتا ہے کہ یہ کیا مقام ہے جو زادراہ کے ساتھ تو جاتا ہی کہا میں نے جانا کہ یہ شیطان ہے یعنے چار دانگ چاندی میرے پاس تھی کہ کوفہ میں میں نے ایک زنبیل فروخت کی تھی میں نے اُس کو جیب سے نکال کر زمین پر ڈال دیا اور شرط کی میں نے کہ ہر میل پر چار سو رکعت نماز ادا کروں گا یعنی چار برس تک میں جنگل میں رہا اور خداوند تعالےٰ نے ایک وقت بے تکلف مجھ کو کھانا پہونچایا اُس درمیان میں خضرؑ نے میرے ہمراہی کی اور مجھ کو نام بزرگ خداوند تعالےٰ کا سکھلایا یعنی اسم اعظم اُس وقت میرا دل ایک بارگی غیر سے فارغ ہو گیا آپ کی مناقب بہت ہیں اور بعض اُن میں سے سر بر معرفت اور تاج اہل معاملت حضرت بشر بن الحافیؒ ہیں مجاہدہ میں آپ شان عظیم اور برہان کبیر رکھتے تھے اور معاملت میں آپکا پورا حصہ تھا اور صحبت حضرت فضیل کی پائی تھی اور اپنے ماموں کے مرید تھے جن کا نام بوعلی بن خشرم تھا اور علم اصول اور فروع میں عالم تھے اور اُن کی توبہ کی ابتدا یہ تھی کہ ایک روز ایک مست آتا تھا راستہ میں ایک ٹکڑا کاغذ کا پایا اُس کو تعظیم سے اُٹھایا اُس پر لکھا تھا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم آپ نے اُس کو معطر کیا اور ایک پاک جگہ پر رکھا اُس رات کو خواب میں دیکھا کہ خداوند تعالےٰ نے اُن سے کہا یا بِشر طَیَّبْتَ اِسْمِیْ فَبِعِزَّتِیْ لَاُطَیِّبَنَّ اِسْمَکَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ یعنے میرے نام کو تو نے خوشبو سے معطر کیا پس میں تیرے نام کو خوشبو سے معطر کرونگا دنیا اور آخرت میں تاکہ کوئی تیرا نام نہ سُنے مگر کہ اُس کے دل میں راحت آوے اُس وقت آپ نے توبہ کی اور زہد کا طریقہ اختیار کیا اور شدت غلبہ سے حق تعالےٰ کے مشاہدہ کے واسطے ہرگز کوئی چیز اُس کے پیر کے نیچے نہ آتی اسکا سبب دریافت کیا تو کہا زمین اُن کا بچھونا ہے اور میں جائز نہ رکھوں کہ اُس کا بچھونا طے کروں اور میرے پانوں میں اور اُسکے بچھونے میں واسطہ ہوں اور یہ بات اُن کے

غرائب معاملات سے ہے اور اُن سے منقول ہے کہ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّکُوْنَ عَزِیْزًا
فِی الدُّنْیَا وَشَرِیْفًا فِی الْاٰخِرَۃِ فَلْیَجْتَنِبْ ثَلٰثًا لَا یَسْأَلُ اَحَدًا حَاجَۃً وَّلَا یَذْکُرُ اَحَدًا
بِسُوْءٍ وَّلَا یُجِیْبُ اَحَدًا اِلٰی طَعَامٍ یعنی جو شخص چاہے کہ دنیا میں عزیز ہو اور آخرت
میں شریف اُس کو چاہیے کہ تین چیزوں سے پرہیز کرے ایک مخلوق سے حاجت نہ
چاہے اور کسیکو بُرا نہ کہے اور کسی کی مہمانی میں نہ جائے کیونکہ جو شخص خداوند تعالیٰ
کی طرف راہ جانتا ہے وہ خلق سے حاجت روائی نہیں چاہتا بلکہ خلق سے حاجت مانگنا
اُس کی بے عزتی کی دلیل ہے یعنی اگر وہ اپنے قاضی الحاجات کو جانتا تو اپنی مثل
مخلوق سے سوال نہ کرتا بلکہ خدا ہی سے سوال کرتا اور اپنی حاجت مانگتا لِاَنَّ
اِسْتِعَانَۃَ الْمَخْلُوْقِ اِلَی الْمَخْلُوْقِ کَاسْتِعَانَۃِ الْمَسْجُوْنِ اِلَی الْمَسْجُوْنِ یعنی مخلوق کا مخلوق
سے مدد مانگنا ایسا ہے کہ قیدی کی قیدی سے مدد مانگنا ہے اور جو کوئی کسیکو بُرا کہے وہ
تصرف ہے کہ خدا کے حکم میں کرتا ہے اس سبب سے کہ وہ آدمی اور اُس کے فعل خدا کے
پیدا کئے ہوئے ہیں اُس کو کون رد کریگا اس واسطے کہ جو فعل کو عیب لگاوے گا
وہ فاعل کو عیب لگاویگا سوائے اس کے کہ اس کے فرمان کے مطابق کُفّار کو بُرا کہیں کہ یہ جائز
ہے اور یہ جو کہا کہ خلق کے کھانے سے پرہیز کرو اس واسطے کہ رازق خدائے
تعالیٰ ہے اگر مخلوق کو تیری روزی کا سبب کرے اُس کو مت دیکھ اور جان کہ
وہ روزی تیری ہے کہ خداوند تعالیٰ نے تجھکو پہونچائی نہ اُس کی جانب سے اور اگر وہ
جانے کہ اُس کی طرف سے ہے اور اُس روزی سے تجھ پر احسان رکھے اُس کو قبول
نہ کر کیونکہ آدمی کی روزی میں آدمی پر احسان نہیں ہے البتہ اہل سنت وجماعت
کے نزدیک روزی غذا ہے اور معتزلہ کے نزدیک ملک اور مخلوق کو خدائے تعالیٰ
غذاؤں سے پالتا ہے نہ مخلوق اور مجاز اس قول کو وجہ دوسری ہے واللہ اعلم
اور بعض اُن میں سے فلک معرفت اور کشتی محبت ابو یزید طیفور بن عیسی البسطامی رح

جملہ مشائخ اجل سے تھے اور ان کا حال سب سے بڑا تھا اور ان کی شان سب سے عظیم تھی یہاں تک کہ حضرت جنید رضی نے کہا اَبُوْیَزِیْدُ مِنَّا بِمَنْزِلَۃِ جِبْرَائِیْلَ مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ یعنے ابویزید ہم میں ایسے ہیں جیسے کہ حضرت جبرئیل ملائکہ میں اور آپ کے دادا مجوسی تھے اور آپ کے باپ بسطام کے بزرگوں سے ایک بزرگ تھے۔ اور ان سے اکثر روایات عالی منقول ہیں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں اور تصوف کے دس اماموں میں سے آپ مشہور ایک امام ہیں اور کسی آدمی کو ان سے زیادہ اس علم کے حقائق میں چنداں استنباط نہ تھا ہر حال میں محب العلم اور معظم الشریعت تھے اور اُن سے منقول ہی عَمِلْتُ فِی الْمُجَاھَدَۃِ ثَلٰثِیْنَ سَنَۃً فَمَا وَجَدْتُ شَیْئًا اَشَدَّ عَلَیَّ مِنَ الْعِلْمِ وَمُتَابَعَتِہٖ وَلَوْلَا اخْتِلَافُ الْعُلَمَاءِ لَبَقِیْتُ وَاخْتِلَافُ الْعُلَمَاءِ رَحْمَۃٌ اِلَّا فِیْ تَجْرِیْدِ التَّوْحِیْدِ یعنے کہا تیس برس میں نے مجاہدہ کیا کسی چیز کو علم اور اُس کی متابعت سے سخت نہ پایا اگر علمار کا اختلاف نہ ہوتا تو میں ہر چیز سے باز رہتا اور دین کا حق ادا نہ کرسکتا اور علمار کا اختلاف رحمت ہے۔ توحید اور تجرید توحید کے سوا میں اور حقیقت میں ایسا ہے کہ طبیعت جہل کی طرف مائل زیادہ ہو کیونکہ بے علم بباعث کثرت جہالت کے بے تکلف کام کرسکتا ہی اور اہل علم نے تکلیف کے ایک قدم نہیں اُٹھا سکتا اور شریعت کی صراط اُس جہان کی صراط سے بہت باریک اور پُر خطر ہے پس تجھکو چاہیے کہ ہر حال میں اس طرح سے رہ کہ اگر احوال رفیع اور مقامات خطیر سے باز رہے اور تو شریعت کے میدان میں پڑے اگر تجھ سے سب جاوے معاملت شرع ساتھ رہے کیونکہ تمام آفتوں سے بڑی آفت مرید کیواسطے ترک معاملت ہے یعنے سب دعوے مدعیوں کی شریعت کی ورزش میں متلاشی ہوں اور سب ارباب لسان اُس کے متقابل میں برہنہ ہوں اور اُن سے منقول ہیں۔ کہ کہا اَلْجَنَّۃُ لَا خَطَرَ لَھَا عِنْدَ اَھْلِ الْمَحَبَّۃِ وَاَھْلُ الْمَحَبَّۃِ مَحْجُوْبُوْنَ بِمَحَبَّتِھِمْ یعنی بہشت

کو خطر نہیں ہے اہل محبت کے نزدیک اور اہل محبت پوشش میں ہیں محبوب سے یعنے بہشت مخلوق ہے اگرچہ بزرگ ہی اور اسکی محبت اُسکی صفت ہے نامخلوق اور جو کہ نامخلوق سے مخلوق کیساتھ رہے بے خطر اور بے قدر ہو پس مخلوق دوستوں کے نزدیک کچھ خطر نہیں رکھتی اور دوست دوستی سے محجوب ہیں اس باعث سے کہ دوستی دوئی کو چاہتی ہے اور اصل توحید میں دوئی پیدا نہو اور دوستوں کی راہ وحدانیت سے وحدانیت کی طرف ہو اور دوستی کی راہ میں علت دوستی کی آوے اور آفت یہ ہے کہ دوستی میں مرید یا مراد چاہیئے یا مرید حق اور مراد بندہ یا مراد حق اور مرید بندہ اور اگر مرید حق ہو اور مراد بندہ تو ہستی بندہ کی ثابت ہو مراد حق میں اور مرید بندہ ہو اور مراد حق طلب اور ارادت مخلوق کو اُس میں راہ نہیں ہی رہی اس جگہ ہستی کی آفت محب میں دونوں حال کے ساتھ ہی پس فنا محب کی بقا محبت میں تمام تر ہے اُس سے کہ فنا اُس کی بقائی محبت میں ہی اور اُن سے منقول ہے کہ کہا ایک بار میں مکہ میں گیا میں نے اکیلا ایک گھر دیکھا میں نے کہا کہ حج مقبول نہیں ہی کیونکہ میں نے پتھر اس جنس سے بہت دیکھے ہیں دوسری بار گیا تو میں نے گھر کو اور گھر والے کو دیکھا میں نے کہا کہ ابھی تک حقیقت توحید کی نہیں ہے تیسری مرتبہ گیا میں تو خداوند خانہ کو دیکھا میں نے اور خانہ کو نہ دیکھا میں نے پس میرے سر میں ندا آئی کہ بایزید اگر آپ کو نہ دیکھتا اور تمام عالم کو دیکھتا تو مشرک نہ ہوتا تو اور جو تمام عالم کو نہ دیکھا تو نے اور آپ کو دیکھا تو نے مشرک ہو گا تو اُس وقت توبہ کی میں نے اور توبہ سے بھی توبہ کی میں نے اور اپنی ہستی کے دیکھنے سے بھی توبہ کی میں نے اور یہ حکایت لطیف ہی اُس کے حال کی صحت میں اور حال والوں کو عمدہ نشان ہے۔ اور بعض اُن میں سے امام فنون اور جاسوس ظنون ابو عبداللہ الحارث بن اسد المحاسبیؒ عالم تھے جو اصول و فروع میں ماہر اور تمام اہل علم کے

مرجع ہیں اور تصوف کے حاصل کرنے میں آپ نے ایک کتاب لکھی ہے جسکا رغایب
نام ہی اور سوائے اس کے تصنیف بہت ہی اور ہر فن میں عالی حال اور بزرگ ہمت
تھے اور اپنے وقت میں شیخ المشائخ بغداد کے تھے اُن سے روایت ہی کہا اَلْعِلْمُ
بِحَرَکَاتِ الْقُلُوْبِ فِیْ مُطَالَعَۃِ الْغُیُوْبِ اَشْرَفُ مِنَ الْعَمَلِ بِحَرَکَاتِ الْجَوَارِحِ یعنی دل
کی حرکتوں کے ساتھ محل غیب میں عالم ہو اُس سے بہتر ہے کہ جوارح کی حرکتوں کے ساتھ
عامل ہو مراد اس سے یہ ہے کہ علم محل کمال ہے اور جہل محل طلب اور علم پیشگاہ میں
اچھا ہے اُس سے کہ جہل درگاہ پر ہو کیونکہ علم مرد کو درجہ کمال پر پہونچا دی اور جہل
درگاہ سے باہر نکالے اور حقیقت میں علم عمل سے زیادہ بزرگ ہے اس سبب سے
کہ خداوند تعالےٰ کو علم سے پہچان سکتے ہیں اور عمل میں نہیں پا سکتے اور اگر عمل بغیر علم
کے اُس کی طرف راہ پاتا نصاریٰ اور رہبان تو شدت اجتہاد میں ہیں۔ جو
شان مشاہدہ میں ہوتے اور مومن معاصی مغایبہ میں ہوتے۔ پس
عمل صفت بندہ کی ہی اور علم صفت خداوند کی اس قول کے بعضے راویوں سے غلطی
واقع ہوئی ہے اور وہ دونوں جگہ عمل کو روایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں اَلْعَمَلُ بِحَرَکَاتِ
الْقُلُوْبِ اَشْرَفُ مِنَ الْعَمَلِ بِحَرَکَاتِ الْجَوَارِحِ یعنی عمل حرکات دل کے ساتھ زیادہ
بزرگ ہی عمل سے ساتھ حرکات جوارح کے یعنی یہ بات محال کیونکہ عمل بندہ کا دل کی
حرکتوں کے ساتھ تعلق نہیں پکڑتا اور اگر اس معنے سے فکر و مراقبہ باطن کے حالات کو
چاہتا ہے تحقیق یہ بات تعجب کی نہیں ہے کیونکہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
تَفَکُّرُ سَاعَۃٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ سِتِّیْنَ سَنَۃً یعنے فکر کرنا ایک ساعت کا اچھا ہے
ساٹھ برس کی عبادت سے اور حقیقت میں سر کے عمل زیادہ بزرگ ہیں جوارح سے
یعنے دیگر اعضا کے عملوں سے اور حقیقت میں باطن کے احوال و افعال کی تاثیر کامل اعمال
ظاہر کی تاثیر سے اس سبب سے ہو کہ کہا ہی نَوْمُ الْعَالِمِ عِبَادَۃٌ وَّسَہَرُ الْجَاہِلِ

مَعْصِيَةٌ یعنے عالم کی نیند عبادت ہے اور جاہل کی بیداری معصیت ہے اس سبب سے
کہ خواب و بیداری میں اُس کا سر مغلوب ہو اور جب سر مغلوب ہو تن مغلوب ہو پس
سر مغلوب غلبہ حق کے ساتھ اُس نفس سے جو حرکات ظاہر مجاہدت پر غالب ہو بہتر
ہے اور اُن سے منقول ہے کہ ایک روز ایک درویش سے کہا کُنْ لِلّٰہِ وَ اِلَّا فَلَا
تَكُنْ خداوند کا ہو وگرنہ خود نہ رہ یعنے حق کے ساتھ باقی رہ یا اپنے وجود کے ساتھ
فانی رہ یعنے صفوت کیساتھ مجتمع رہ یا فقر کے ساتھ متفرق حق کے ساتھ باقی رہ
یا آپ سے فانی یا اُس صفت کے ساتھ رہ کہ حق سبحانہ کہتا ہے اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ
یا اُس صفت کے رہ کہ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا
اگر تو حق کے واسطے ہو اپنے اختیار سے قیامت اپنی ساتھ ہو اور اگر اپنے اختیار سے نہ ہو
تو قیامت حق کے ساتھ ہو اور یہ معنی لطیف ہیں واللہ اعلم ۔ اور بعض اُن میں سے امام
خلق سے مُنہ پھیرنے والے اور ریاست کی طلب سے برطرف ہونے والے ابو سلیمان حضرت
داؤد الطائی رح بہت بڑے شیخ اور اہل تصوف کے پیشوا گذرے ہیں اور اپنے
زمانہ میں بیمثل اور امام ابو حنیفہ صاحبؒ کے شاگرد تھے اور فضیل اور ابراہیم ادھم رح
وغیرہ کے زمانہ کے قرین تھے اور طریقت میں حبیب راعی کے مرید تھے اور جملہ علوم میں
بڑا حصہ رکھتے تھے اور درجہ اعلے پر تھے اور فقہ میں فقیہ الفقہا تھے اور گوشہ نشینی
اختیار کی تھی اور ریاست کو ترک کیا تھا اور زہد و تقوے کو اختیار کیا تھا اُن کے مناقب
بہت ہیں اور فضائل مذکور ہیں کہ معاملات میں عالم تھے اور حقائق میں کامل اور اُن
سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ اپنی مریدوں میں سے ایک مرید سے کہا اِنْ اَرَدْتَ
السَّلَامَةَ سَلِّمْ عَلَى الدُّنْيَا وَ اِنْ اَرَدْتَ الْكَرَامَةَ كَبِّرْ عَلَى الْاٰخِرَةِ یعنی اگر سلامتی
چاہتا ہو تو دنیا کو رخصت کر اور اگر بزرگی چاہتا ہی تو آخرت پر تکبیر مرگ کہو یعنی یہ دونو محل
حجاب ہیں اور تمام فراغتیں ان دو چیز سے متعلق ہیں جو کہ چاہیے کہ دل سے فارغ ہو۔

اُس سے کہو غضبا کی ارادت دل سے باہر کرا اور حکایتوں میں مشہور ہے کہ وہ ہمیشہ محمد بن الحسن سے اختلاط رکھتے ہیں اور ابو یوسف القاضی کو اپنے پاس نہ آنے دیتے اُن سے کہا کہ یہ دونوں اہل علم ہیں کس واسطے ایک کو عزیز رکھتے ہو اور ایک کو روبرو نہیں آنے دیتے تو کہا اس سبب سے کہ محمد بن الحسن بسبب نعمت اور کثرت دنیا کے علم میں آیا ہے اور دین اُسکی عزت کا سبب اور اُس کی دنیا کی ذلت کا باعث ہے اور ابو یوسف درویشی کے حال سے علم میں آیا ہے اور علم کو باعث عزت وجاہ اپنا بنایا ہے پس اُس کی مانند نہیں ہوگا اور معروف کرخیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ کہا کسی آدمی کو نہ دیکھا میں نے کہ اُس کی آنکھ میں دنیا کا خطر داؤد طائی رضہ سے کمتر ہو کیونکہ تمام دنیا اور اُس کے رہنے والوں کی اُس کے نزدیک کچھ عزت نہ تھی اور فقرا کو بچشم کمال دیکھتے اور اُن کے مناقب بہت ہیں اور بعض اُن میں سے شیخ اہل حقائق کے اور جملہ تعلقات سے منقطع ابوالحسن سری بن مغلس سقطیؒ جنید کے ماموں تھے اور جملہ علوم میں اور بالخصوص تصوف میں اُن کی ایک شان عظیم تھی اور جس شخص نے ابتدا میں ترتیب مقامات اور بسط احوال میں خوض کیا وہ یہ ہی تھے اور اکثر عراق کے مشائخ ان کے مرید ہیں اور انہوں نے حبیب راعی کو دیکھا تھا اور اُن کے ہمنشین رہے اور معروف کرخی رحہ کے مرید تھے اور یہ بغداد کے بازار میں سقط فروشی کرتے تھے جب بغداد کا بازار جلا ان سے کہا کہ تمہاری دُکان جلی کہا میں اُس کے بند سے فارغ ہوا جب دیکھا گیا تو اُس کی دُکان نہ جلی تھی اور اُس دُکان کے چاروں طرف سے سب دُکانیں جل گئیں تھیں جب ایسا دیکھا جو کچھ رکھتا تھا فقیروں کو دیا اور تصوف کا طریق اختیار کیا اُن سے پوچھا کہ ابتدا ر حالت کیونکر تھی کہا ایک روز حبیب راعی میری دُکان پر آئے میں نے ٹوٹی روٹی اُس کو دی کہ فقیروں کو دے مجھ سے کہا خیرک اللہ اور اُن سے منقول ہے کہ کہا اَللّٰھُمَّ مَھْمَا عَذَّبْتَنِیْ بِہٖ مِنْ شَیْءٍ فَلَا تُعَذِّبْنِیْ بِذُلِّ الْحِجَابِ

یعنی بارِ خدایا اگر مجھے تو عذاب دینا چاہتا ہے تو مجھے حجاب کی ذلت کا عذاب نہ کر اس واسطے کہ جب تجھ سے مجھ پر حجاب نہ ہوگا تو تیری مشاہدہ سے عذاب اور بلا مجھ پر آسان ہوگی اور جو تجھ سے محجوب رہوں گا تو تیری نعمت میری ہلاکت کا باعث ہوگی پس جو بلا کہ مشاہدہ میں آسان ہو بلا نہ ہو لیکن وہ نعمت بلا ہوگی جو حجاب میں ہو اور دوزخ میں کوئی عذاب سخت زیادہ حجاب سے نہیں ہے کیونکہ اگر دوزخ میں دوزخ والے خداوند تعالے کے دیدار کو مشاہدہ کرتے تو مومن اور عاصی ہرگز بہشت کو یاد نہ کرتے کیونکہ حق تعالے کا دیدار اُن کو اس قدر خوشی دیتا کہ تن کی بلا اور کالبد کے عذاب سے خبر نہ رکھتے اور بہشت میں کوئی نعمت کامل زیادہ دیدار سے نہیں ہے۔ اگر وہ سب نعمتیں اور سوگنی ان کی بہشتیوں کو حاصل ہوئیں اور یہ لوگ خداوند تعالے سے محجوب ہوتے ہلاکت اُن کے دلوں سے باہر آتی پس خدائیتعالے کی سنت یہ ہے کہ ہر حال میں دوستوں کا دل اپنے ساتھ بنا رکھے تو تمام مشقت اور ریاضت اور بلائیں اُسکی شربت کیساتھ کھینچ سکتے ہیں لاجرم اُس وقت میں ان کی دعائیں ایسی ہونگی کہ ہم سب عذابوں کو تیرے حجاب سے دوست زیادہ رکھتے ہیں جبکہ تیرا جمال ہمارے دلوں پر مکشوف ہو واللہ اعلم۔ اور بعض اُن میں سے مایہ زہد و تقوے ابو علی شقیق بن ابراہیم الازدیؒ قوم کے عزیز اور اُن کے مقتدا تھے اور جملہ علوم شرعی اور معاملی اور حقیقی کے عالم تھے اور ان کی تصانیف فنون میں بہت ہیں آپ نے بہت سے مشائخوں کو دیکھا تھا اور اُن کے ساتھ ہم صحبت رہے اور اُن سے منقول ہے کہ کہا جَعَلَ اللّٰهُ اَهْلَ طَاعَتِهِ اَحْيَاءً فِيْ مَمَاتِهِمْ وَاَهْلَ الْمَعَاصِيْ اَمْوَاتاً فِيْ حَيٰوتِهِمْ یعنے خداوند تعالے نے اپنے اہل طاعت کو اُن کے مرگ کے حال میں زندہ کیا اور معصیت والوں کو اُن کی زندگی کے حال میں مردہ کیا یعنی اطاعت والا اگرچہ مردہ ہو زندہ ہے کیونکہ ملائکہ اُس کی طاعت پر آفرین کرتے ہیں قیامت تک پس وہ تا مرگ میں باقی ہو

جزا کی بقا کے ساتھ اور بیان کرتے ہیں کہ ایک پیر نزدیک آپ کے آیا اور کہا ایہا الشیخ میں نے گناہ بہت کئے ہیں تو یہ کرنا چاہتا ہوں اُس نے کہا کہ تو دیر میں آیا پیر نے کہا نہیں جلد آیا میں نے کہا کس واسطے کہا جو کوئی مرگ سے پہلے آوے اگرچہ دیر میں آیا جلد آیا ہوا اور کہتے ہیں کہ اُن کی توبہ کی ابتدا یوں تھی کہ ایک سال بلخ میں قحط پڑا تھا اور آدمیوں نے ایک دوسرے کو کھایا اور سب مسلمان غمگین تھے ایک غلام کو دیکھا کہ بازار میں ہنستا تھا اور خوشی کرتا تھا آدمیوں نے کہا کہ کیوں ہنستا ہے کیا تجھکو شرم نہیں آتی کہ سب مسلمان غم میں پھنسے ہوئے ہیں تو ایسی خوشی کرتا ہے۔ اُس نے کہا مجھ کو کچھ غم نہیں ہے میں اُس شخص کا غلام ہوں کہ جس کے ایک گاؤں ہی شقیق نے کہا بارخدایا یہ غلام ایک خواجہ کے سبب جو ایک گاؤں رکھتا ہے اس قدر خوشی کرتا ہے اور تو مالک الملوک ہے اور ہماری روزی قبول کی ہوئی ہے اور ہم نے اسقدر اندوہ دلپر اختیار کیا ہے دنیا کے شغل سے رجوع کیا ہے اور حق کے طریق پورے کرنے شروع کئے اور نیز ہرگز روزی کا غم نہ کھاتے اور ہمیشہ کہتے کہ میں شاگرد ایک غلام کا ہوں اور جو کچھ پایا میں نے اُس سے پایا اور یہ کہنا اُن کی عاجزی تھی اُن کی مناقب بہت ہیں جو مشہور ہیں۔ اور بعض اُن میں سے اپنے وقت کے شیخ اور طریق حق کے مجرد ابو سلیمان عبدالرحمٰن بن عطیۃ الدارانی رح عزیز قوم تھے۔ اور سخت مجاہدوں اور ریاضتوں کے ساتھ آپ مخصوص تھے اور علم وقت کے عالم تھے اور آفات نفس کی معرفت حاصل تھی اور ان کے معاملات اور حفظ قلوب اور رعایت جوارح میں کلام لطیف ہیں اور ان سے روایت ہے اِذَا غَلَبَ الرَّجَاءُ عَلَی الْخَوْفِ فَسَدَ الْوَقْتُ جب رجاء خوف پر غالب ہو وقت شوریدہ ہو اس واسطے کہ وقت رعایت حال سے ہو اور بندہ اُس وقت تک حال کیواسطے ہو کہ اُس کو خوف غالب ہو اور جب وہ چاہے کہ تارک الرعایت ہو اس کا وقت فاسد ہوا اور اگر خوف

رجا پر غلبہ کرے اُسکی توحید باطل ہو اس سبب سے کہ غلبہ خوف کا نا امیدی سے ہو
اور نا امیدی حق سے شرک ہو پس توحید کی صحت بندہ کی امید میں ہے اور حفاظت
وقت کی خوف کے صحت میں اور جو دونوں برابر ہوں دونوں محفوظ رہیں اور بندہ
توحید کی حفاظت سے مؤمن ہوا اور وقت کی حفاظت سے مطیع اور رجا کا تعلق صرف
مشاہدہ سے ہو کیونکہ اُس میں جملہ اضطراب ہے اور مشاہدہ مجاہدہ کی ارث ہوا ہو
یہ بات اس طور پر ہو کہ تمام امیدیں نا امیدی سے ظاہر ہوں اور جو کوئی اپنے کردار کے
سبب فلاح سے نا امید ہو وہ نا امیدی اُس کو نجات اور فلاح اور کرم حق تعالےٰ کی طرف
راہ دکھلاوے اور خوشی کا دروازہ اُسپر کھولے اور اسکے دل کو طبیعت کی آفتوں سے
دھووے اور تمام اسرار ربانی اُس پر مکشوف ہوں حضرت احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں
ایک رات خلوت میں نماز پڑہتا تھا اور اُس وقت میں مجھکو آرام بہت تھا اور دوسرے
روز ابو سلیمان سے میں نے کہا اُنہوں نے کہا تو ضعیف مرد ہے کہ ابھی تک خلق تیرے
آگے ہے اور دو جہان میں کسی چیز کو وہ خطر نہیں ہے کہ بندہ کو حق سے باز رکھ سکے اور
جب کسی عروس کو جلوہ دین خلق کے سامنے اس واسطے کہ تمام خلق اُس کو دیکھے اور
خلق کے دیدار سے اُس کو عزت زیادہ حاصل ہو لیکن اُسے نہ چاہیے کہ اپنے مقصود کے سوا
کسی کو دیکھے کیونکہ غیر کے دیکھنے سے اُس کو ذلت ہو اگر تمام مخلوق مطیع کی طاعت
کی عزت دیکھے اُس کو نقصان نہ دیوے اور اگر وہ اپنے حسن طاعت کو دیکھے ہلاک
ہو عیاذاً باللہ، بعض اُن میں سے متعلق درگاہ رضا اور پروردہ علی بن موسی الرضا رض
ابو المحفوظ معروف بن فیروز الکرخی رح ہیں جو قدما اور سادات مشائخ سے تھے اور مردانگی
میں مشہور تھے اور پرہیزگاری میں معروف اور ان کا ذکر اس ترتیب سے پہلے چاہیے
تھا لیکن میں نے دو شخصوں کے موافق ایک صاحب نقل دوسرے صاحب تصرف
میں اس جگہ تحریر کیا ہے ایک اُن میں سے شیخ متبرک ابو عبدالرحمن السلمی ہیں کہ اُسکی

کتابیں اس ترتیب سے ہیں اور دوسرے اُستاد امام ابوالقاسم القشیریؒ ہیں کہ اس کی سو کتابوں میں ان کا ذکر اسی طور سے ہے اور اس جگہ پر ثابت کیا میں نے اس سبب سے کہ وہ اُستاد حضرت سری سقطی اور حضرت داؤد طائی کے تھے رحمہم اللہ تعالےٰ اور ابتدا میں بیگانہ تھے آپ علی بن موسی الرضا کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ اور اُن کو یہ بہت عزیز تھے اور ستودہ اور ان کے مناقب و فضائل بہت ہیں۔ اور فنون علم میں قوم کے پیشوا تھے اور اُن سے روایت ہے کہ کہا اَلْفِتْیَانُ ثَلٰثُ عَلَامَاتٍ وَفَاءٌ بِلَا خِلَافٍ وَمَدْحٌ بِلَا جُوْدٍ وَعَطَاءٌ بِلَا سُوَالٍ یعنے جوان مردوں کی علامت تین چیز ہے ل ایک وفا بے خلاف اور دوسرے جود کے بغیر تعریف اور تیسرے بخشش بے سوال کے لیکن وفا بے خلاف کے وہ ہو کہ عبودیت کے زمانہ میں بندہ مخالفت اور معصیت اپنے اوپر حرام رکھے اور تعریف بے بخشش کے وہ ہو کہ کسی آدمی کو بغیر دیکھے اچھا کہے اور بخشش بے سوال کے وہ ہو کہ جو ہستی ہو عطا میں تمیز نہ کرے اور جو حال کسیکا معلوم ہو اُس کو سوال کا محتاج نہ کرے اور یہ سب ایک خلق سے دوسری خلق کے ساتھ ہو اور سب مخلوق تینوں صفتوں میں عاریت ہیں اور یہ تینوں صفتیں حق تعالےٰ عزوجل کی ہیں اور اُس کا فعل بندوں کے ساتھ اور اُس کی صفت حقیقت کے طور پر ہے کیونکہ دوستوں کی وفا کے ساتھ خلاف نہیں ہے پس جسقدر یہ اپنی وفا میں خلاف کریں اور وہ اُس کی جگہ لطف زیادہ کرے اور اُس کی وفا کی علامت یہ ہے۔ کہ ازل میں بغیر نیک فعل کے بندہ خاص کو بلاوے آج وہ فعل بد کے سبب اُس کو نہ نکالے اور مدح بے بخشش سوائے اُس کے کوئی نہ کرے کہ وہ محتاج بندہ فعل کا نہیں ہے اور بندہ کی اُس کے تھوڑے فعلوں سے تعریف کرے۔ اور عطا بے سوال کے سوا اُس کے نہ دے کیونکہ وہ کریم ہے اور ہر ایک کا حال جانتا ہے اور ہر ایک کا مقصود بدوں اُس کے سوال کے حاصل کرے پس جبکہ خداوند تعالےٰ

بندہ کو بزرگ کرے اور اپنے قربت کے ساتھ مخصوص کرے اور اُس کے ساتھ یہ تینوں
معاملے کرے اور وہ کوشش کے ساتھ بمقدار امکان اپنا معاملہ خلق کے ساتھ یہ ہی
کرے تو اُسوقت اُس کا نام فتوت رکھیں اور فتیان کے زمرہ میں اُس کا نام
لکھا جاوے اور یہ تینوں صفت ابراہیم پیغمبر کی تھیں صلوات اللہ علیہ حقیقت پر انشاء
اللہ اپنی جگہ پر بیان کرونگا انشاء اللہ تعالےٰ۔ اور بعض اُن میں سے عابدوں کی
زینت اور زاہدوں کے جمال حضرت ابوعبدالرحمٰن حاتم بن عنوان الاصم رحؒ بلخ کے
محتشموں میں سے ہوئی ہیں اور خراسان کے اگلے مشائخوں میں سے اور شقیق کے مرید
تھے اور احمد خضرویہ کے اُستاد ہیں اور اپنے تمام حالات میں ابتدا سے انتہا تک
صدق کے خلاف ایک قدم نہ رکھا تھا یہاں تک کہ جنید نے کہا صِدِّیْقُ زَمَانِنَا حَاتِمُ
الْاَصَمّ اور اُن کا کلام عالی ہے آفات نفس کی رویت اور رعونات طبع کی
باریکیوں میں اور علم معاملات میں اُن کی تصانیف مشہور ہیں اُس سے روایت ہے
کہا اَلشَّهْوَةُ ثَلٰثَةٌ شَهْوَةٌ فِی الْاَکْلِ وَشَهْوَةٌ فِی الْکَلَامِ وَشَهْوَةٌ فِی النَّظَرِ فَاحْفَظِ
الْاَکْلَ بِالثِّقَةِ وَاللِّسَانَ بِالصِّدْقِ وَالنَّظَرَ بِالْعِبْرَةِ یعنی شہوتیں تین ہیں۔ ایک
کھانے میں دوسری گفتار میں تیسری دیدار میں اپنے کھانے کو ساتھ باور رکھنے اور
خداوند پر بھروسہ کرنے کے نگاہ رکھو اور زبان کو سچ بولنے کے ساتھ اور آنکھ کو عبرت کے ساتھ
نے سے پس جو کوئی کھانے میں توکل کرے شہوت اکل سے رہائی پاویگا حقیقتاً
اور جو کوئی زبان سے سچ بولے شہوت زبان سے رہائی پاوے اور جو کوئی چشم راست
سے دیکھے آنکھ کی شہوت سے چھوٹ جاوے اور حقیقت توکل کے راست جاننے
سے ہو اور روزی دینے کو یقین رکھے اُس وقت اپنی راستی اور دانش پر عبادت
کرے اُسوقت راستی سے اپنی معرفت کو دیکھے تاکہ اکل اور شرب اُس کا سوائے
دوستی کے نہو اور اُس کی عبادت سوائے وجد کے نہیں اور نظر سوائے مشاہدہ

کے نہیں پس جو راست جانے حلال کھاوے جو راست کہے ذکر کرے اور جب راست دیکھے اُس کو دیکھے اس سبب سے کہ دیا ہوا اُس کا سوائے اُس کی دوستی کے کھانا حلال نہیں ہے اور اٹھارہ ہزار عالم میں اُسکے ذکر کے سوا کسی کا ذکر جائز نہیں اور موجودات میں اُسکے جمال و جلال کے سوا نظر کرنا جائز نہیں ہے اور جو کچھ اُس سے لے تو اُسکی دوستی میں کھاوے تو شہوت نہو اور جو اُس سے کہے تو اُس کی دوستی میں کہو شہوت نہ ہو اور جو اُسکے فعل کو دیکھے تو اُس کی دوستی میں دیکھ شہوت نہو اور پھر جو اپنی خواہش کے موافق کھاویگا اگرچہ حلال میں شہوت ہو اور جو اپنی خواہش سے کہے تو اگرچہ ذکر ہو اور دروغ اور شہوت ہو اور جب اپنی خواہش سے دیکھے تو اگرچہ استدلال کرے وبال اور شہوت ہو واللہ اعلم۔ اور بعض اُن میں سے امام مطلبی اور بن عم النبیؐ ابو عبداللہ بن ادریس الشافعیؓ اپنے وقت کی بزرگوں سے ہوئی ہیں اور سب علموں میں امام مشہور ہیں اور مردانگی اور پرہیزگاری میں اُنکے مناقب مشہور رہیں اور اُن کا کلام عالی تھا اور امام مالک کے شاگرد تھے اور مدینہ میں رہتے تھے جب عراق میں آئے اور محمد بن الحسن کیساتھ اختلاط کیا اور ان کی طبیعت میں گوشہ نشینی کا ارادہ رہتا تھا اور اس طریق کی تحقیق کو ڈھونڈھتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک گروہ اُن کے پاس جمع ہوا اور اُن سے بیعت کی اور احمد بن حنبلؓ ان سے تھے اپنے ہر حال میں محمود الخصال تھے اور ابتدا حال میں متصوفوں سے اُسکے دل میں ایک مخالفت رہتی تھی یہاں تک کہ سلیمان راعی کو دیکھا اور اُن سے قربت کی اور اُسکے بعد جس جگہ کہ جاتے طلبگار حقیقی رہتے اور اُن سے روایت ہے اِذَا رَاَیْتَ الْعَالِمَ یَشْتَغِلُ بِالرُّخَصِ وَ التَّاوِیْلِ فَلَنْ یَّجِیْءَ مِنْهُ شَیْءٌ یعنی جب کسی عالم کو دیکھے تو کہ رخصوں و تاویلات میں مشغول ہو ہرگز اُس سے کوئی شے نہ آوے یعنی علماء ہر قسم کی مخلوق کے پیشوا ہیں جائز نہو کہ کوئی ان سے آگے قدم رکھے کسی حالت

ہیں اور حق کی راہ میں سوائے احتیاط کے اور مبالغہ کے مجاہدہ میں کوئی نہیں جا سکتا اور علم کی رخصتیں طلب کرنا کام اُس آدمی کا ہو جو مجاہدہ سے بھاگے اور چاہے کہ آپ کو تخفیف اختیار کرے پس رخص طلب کرنا درجہ عوام ہو تا کہ شریعت کے دائرہ سے باہر نہ ہو وے اور مجاہدہ قبول کرنا درجہ خواص کا ہو تا کہ ثمرہ اُس کا سر میں پاویں اور علما خاص ہیں جبکہ خاص کو درجہ عام پر رضامندی ہو اُس سے کچھ نہ ہووے اور نیز رخص طلب کرنا سبک رکھنا فرمان حق کا ہوا اور حق کے دوست علما ہیں اور دوست دوستوں کے حکم کو سبک نہ رکھیں اور ادنے درجہ کو اُس کے اختیار نہ کریں اور اس میں احتیاط کریں اور ایک شخص مشائخوں میں سے روایت کرتے ہیں کہ ایک رات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہا یا رسول اللہ تم سے مجھکو روایت پہونچی ہے کہ خدائے عز و جل کی زمین میں اولیا اور اوتاد اور ابرار ہیں فرمایا اُس راوی نے جو خبر مجھ سے تجھکو پہنچائی ہے وہ صحیح پہونچائی ہے کہا میں نے یا رسول اللہ پس چاہیے کہ ان میں سے کسی کو دیکھوں فرمایا محمد بن ادریس ایک ان میں سے ہے اور ان کے مناقب اس کے سوا بہت ہیں۔ اور بعض اُن سے شیخ سنت اور قاہر اہل بدعت ابو محمد بن حنبل رح ہیں جو مخصوص تھے پرہیزگاری اور تقوے میں اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے حافظ تھے جو بڑے مشائخوں سے ہمنشین رہے ہے مثل ذوالنون مصری اور بشر الحافی اور سری السقطی اور معروف الکرخی وغیرہ کی اور آپ کی کرامتیں ظاہر اور آپ کی سمجھ بہت درست تھی اور وہ جو آجکل متشبہ ان سے تعلق ظاہر کرتے ہیں ان پر افترا ہے اور موضوع اور وہ ان سے بری ہیں اور اُن کو دین کی اصولوں میں اعتقاد ہے اور ان کا مذہب سب عالموں کو پسند ہے اور جبکہ معتزلہ نے بغداد پر غلبہ کیا اور کہا کہ اس کو تکلیف دینا چاہیئے تا کہ قرآن کو مخلوق کہے بوڑھے اور کمزور تھے اُن کے ہاتھ عقابین پر کھینچے اور ہزار تازیانے مارے کہ قرآن کو مخلوق کہو آپ نے نہ کہا

اور اس درمیان میں ان کا ازار بند کھل گیا اور ان کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے پس دو ہاتھ
دوسرے غیب سے پیدا ہوئے اور اسکا ازار بند باندھا جب یہ برہان آپکی دیکھی تو انہوں نے
چھوڑ دیا اور نیز اُس زخم میں فرمان حق پایا اور اُن کے اخیر زمانہ میں ایک قوم ان کے
پاس آئی اور کہا تو کیا کہتا ہے اس قوم کے حق میں جس نے تجھکو مارا کہا کیا کہوں خدا کے
واسطے مارا انہوں نے جانا کہ میں باطل پر ہوں اور وے حق پر ہیں۔ اور میں قیامت
میں تنہا زخم کے سبب ان سے دشمنی نہیں کروں گا اور ان کے کلام عالی ہیں
معاملات میں اور اگر جو کوئی اُن سے مسئلہ پوچھتا اور اگر معاملت ہوتی جواب
کہتا اور اگر حقائق سے ہوتا بشر حافی کے حوالہ کرتے چنانچہ اُن سے منقول ہے کہ ایک روز
ایک شخص آیا اور کہا مَا الْاِخْلَاصُ قَالَ الْاِخْلَاصُ هُوَ الْخَلَاصُ مِنْ آفَاتِ الْاَعْمَالِ
یعنے اخلاص کیا ہے کہا اعمال کی آفتوں سے خلاص پانا یعنی تیرا عمل لیے ریا ہو کہا توکل
کیا ہے کہا خدائے عزوجل پر اپنی روزی پہونچانے میں یقین رکھنا کہا رضا کیا ہے
کہا اپنے کاموں کو اللہ تعالےٰ کی سپرد کرنا کہا محبت کیا ہے کہا یہ بات بشر حافی سے
دریافت کر جبتک وہ زندہ ہے میں اس کا جواب نہ دونگا اور احمد بن حنبل ہر ایک حال
میں ممتحن تھے زندگی کے وقت میں معتزلہ کی طعن سے اور وفات کے وقت میں
مشبہہ کی تہمت سے اور وہ اس سے بری تھے اور چونکہ بعض اہل سنت و الجماعت انکے حال سے واقف
نہ ہوئے ہیں اُن کو تہمت لگاتے ہیں اور بعض اُن میں سے سراج وقت ابوالحسن احمد بن ابی الحواری منجملہ رؤسا
مشائخ شام کے تھے یہانتک کہ حضرت جنید نے اُنکے حق کہا احمد بن ابی الحواری ریحانۃ الشام اُنکا
کلام اور اشارات لطیفہ ہیں طریقت کے علم میں اور روایات صحیح ہیں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اور اہل وقت کا
رجوع ان کی طرف تھا ان کے واقعات ہیں اور یہ ابوسلیمان دارانی کے مرید تھے
اور سفیان عیینہ اور مروان بن معاویہ الغاری کی صحبت پائی تھی اور سیاحی کی تھی اور
ہر ایک سے ادب اور فائدہ حاصل کیا تھا اور اُن سے روایت ہے اَلدُّنْیَا مَزْبِلَۃٌ

وَمَجْمَعُ الْكِلَابِ وَاَقَلُّ مِنَ الْكِلَابِ مَنْ عَكَفَ عَلَيْهَا فَاِنَّ الْكَلْبَ يَاخُذُ مِنْهَا حَاجَتَهٗ
وَيَنْصَرِفُ وَالْمُحِبُّ لَهَا لَا يَنْزُوْلُ عَنْهَا وَلَا يَتْرُكُهَا بِحَالٍ یعنی دنیا مزبلہ ہے اور کتوں
کے جمع ہونیکی جگہ ہے اور کتوں سے بہت کم ہو وہ شخص کہ جو دنیا معتکف کے اوپر کھڑا ہو
اس واسطے کہ کتا مزبلہ سے حاجت اپنی روا کرے اور سیر ہوا اور لوٹ جاوے اور دوستدار
دنیا کا ہر گز دنیا سے نہ لوٹے اور نہ اُس کو ترک کرے اور یہ شخص حقیر ہوگا اُس جوانمرد
کے نزدیک جس نے دنیا کو مزبلہ سمجھا اور اُس کے رہنے والوں کو کتوں سے بہت کم
رکھا اس سبب سے کہ کتا جب اپنا حصہ مزبلہ سے لیوی چلا جاوے لیکن اہل دنیا جمع کرنے
کے خیال میں اور اُس کی محبت میں بیٹھے رہیں اور ہر گز نہ پھریں اور یہ سب علامتیں
انحراف دنیا سے اُس کے انقطاع کی اور دنیا والوں سے اُس کے مُنہ پھیرنے کی ہیں اور
خاصکر طریقت والوں کو دنیا سے قطع تعلق کرنا ایک محل خوش اور روضۂ خرم ہے اور
ابتدا میں علم کی طلب کی اور اماموں کے درجہ پر پہونچا اُس وقت اپنی اُن کتابوں کو اُٹھایا
اور دریا میں ڈبو دیا اور کہا اَلدَّلِیْلُ اَنْتَ وَاَمَّا الْاِشْتِغَالُ بِالدَّلِیْلِ بَعْدَ الْوُصُوْلِ اِلَی الْمَدْلُوْلِ
مُحَالٌ یعنے تو ہمارے واسطے ایک اچھی دلیل اور راہبری ہے اور مقصود پر پہونچنے
کے بعد دلیل کے ساتھ مشغول ہونا محال ہے کیونکہ دلیل اُس وقت تک چاہیئے
کہ مرید راستہ میں ہو جب پیشگاہ ظاہر ہوا اسوقت راہ نما کو کیا تعلق ہوا و مشائخوں
نے کہا ہے کہ یہ بات سکر کی حالت میں ہوا اور اس راہ میں اس نے کہا وَصَلْتُ نقد وصل
پس پہونچا جو پہونچتا باز رہتا ہو پس شغل شغل ہوا اور فراغت فراغت اور اصول
اصول شغل و فراغت میں ایک نسبت ہے کہ یہ دونوں صفت بندہ کی ہوا اور وصل
اور فصل اور عنایت حق اور ارادت ازلی اُس کے شغل و فراغت بندہ میں حاصل نہو۔
اور ملازمت قرب اور مجاورت اُس پر ناجائز ہوا اور اُس کا وصل بندہ کی بزرگی اور
اُس کا ہجر اُس کی اہانت اور اُس کی صفتوں کا تغیر جائز نہیں اور میں جو علی بن عثمان الجلابی ہوں

کہتاہوں کہ اُس پیر بزرگ کے لفظ وصول میں احتمال ہو کہ مراد وصول سے راہ حق ہو
اس واسطے کتابوں میں راہ حق سے مراد یہ ہے کہ جب طریق واضح ہو عبادت منقطع
ہو کیونکہ عبارت کو اس قدر فوت نہ ہو کہ غیبت میں مقصود ہو اور جب مشاہدہ حاصل ہو
عبارت متلاشی ہو اور جو صحت معرفت میں ہو توزبانیں گونگی ہوں کتابوں کی عبارت
اولیٰ زیادہ کہ ضائع ہو اور مشائخوں میں سے سوائے اسکے سب نے یہ ہی کیا مانند
شیخ المشائخ ابو سعید فضل اللہ بن محمد المہینی وغیرہؒ کی جنہوں نے اپنی کتابیں
دھوڈالیں اور ایک گروہ نے تقلید کی اور تحقیق اُن لوگوں نے اُن سے چاہا کہ تعلقات
کو قطع کریں اور التفات کو ترک اور سوائے حق کے ہر چیز سے دل فارغ ہو اور یہ بات ماسوائے
اللہ سے ترک توجہ اور فراغت دل کیلئے ہو اور یہ ابتدائی سکر ہے اور بچپن کی سوا
درست نہیں ہے اسواسطے کہ مکان پر پہونچنے والیکو دونوں جہان کا حجاب نہیں ہوتا تو کاغذ کیا
حجاب کریگا لیکن اس نے کہ کہا کتاب دھونے سے مراد نفی عبارت تحقیق معنی سے ہے
جیساکہ ہم نے کہا پس زیادہ اولیٰ یہ ہے کہ جو کچھ کتاب میں لکھا ہے زبان سے منفی
ہو اور زبان پر عبارت جاری اور عبارت عبارت سے اولیٰ زیادہ نہ ہو اور مجھ کو
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ احمد ابن ابی الحواری نے اپنی حال کے غلبہ میں نہ سُنا اور
اپنے حال کی شرح کاغذ پر لکھی جب بہت ہو گیا تو اُس کا اہل نہ پایا جو شہرت ...
پانی میں ڈبو دیا اور نیز احتمال ہوتا ہے کہ اُن کے پاس کتابیں بہت جمع ہو گئی تھیں
جو اوراد و معاملات میں کام سے باز رکھتی تھیں اور مشغول کرتی تھیں پس شغل اپنے
سامنے سے دور کیا اور فراغت دل کی معنے کے واسطے تلاش کی اور عبارت کو
ترک کیا واللہ اعلم۔

اور بعض اُن میں سے سرہنگ جوان مردان اور آفتاب خراسان ابو حامد احمد
ابن خضرویہ البلخیؒ تھے جو علو حال اور شرف وقت میں مخصوص تھے یعنے زمانہ میں

قوم کے مقتدا تھے اور عام و خاص کے پسندیدہ طریق ملامت کا برتتے اور سپاہی لشکری لوبا کی مثل پہنتے اور فاطمہ جو اُن کی بی بی تھی جو طریقت میں ایک بڑی شان رکھتی تھیں۔ اور وہ امیر بلخ کی لڑکی تھی جب اُن کو توبہ کا ارادہ دل میں پیدا ہوا تو احمد کے پاس ایک آدمی کو بھیجا کہ مجھ کو میرے باپ سے مانگ اُس نے قبول نہ کیا اور دوسری بار ایک آدمی کو بھیجا اور کہا اے احمد میں تجھ کو مردانہ زیادہ اس سے جانتی تھی کہ حق کی راہ میں ایک عورت کا راہ بر ہو تو نہ راہ قطع کرنے والا پس احمد نے ایک آدمی کو بھیجا اور اُس کے باپ سے اُس کو مانگا باپ نے بطور تبرک کے اُس کو احمد بن خضرویہ کو دیا اور فاطمہ نے دنیا کے شغل و مشغلہ کو ترک کر دیا اور بطور عزلت کے احمد کے ساتھ ہمنشین ہوئیں اور احمد کو بایزید کی زیارت کا قصد ہوا اور فاطمہ اُن کے ہمراہ ہوئیں جب بایزید کے روبرو آئے منہ پر سے نقاب کو اُٹھا دیا اور اُن سے گستاخانہ کلام کرنے لگیں پس احمد اس بات سے متعجب ہوئے اور اُن کے دل پر غیرت غالب ہوئی کہا اے فاطمہ یہ کیا گستاخی تھی کہ بایزید کے ساتھ کی تو نے پس مجھکو معلوم ہونا چاہیئے فاطمہ نے کہا اسواسطے کہ تو میری طبیعت کا محرم ہے اور وہ میری طریقت کا محرم پس تجھ سے خواہش کے ساتھ اور اُس سے خدا کے واسطے معاملہ ہے اور کہا اس بات پر دلیل یہ ہے کہ وہ میری صحبت سے بے نیاز ہے اور تو میری طرف محتاج ہے یہاں تک کہ وہ ہمیشہ ابو یزید کے ساتھ گستاخ رہتی ایک روز فاطمہ کے ہاتھ پر بایزیدؒ کی نظر پڑی مہندی لگی ہوئی تھی کہا اے فاطمہ ہاتھ پر مہندی تو نے کیوں لگائی فاطمہ نے کہا اے بایزید جبتک تو نے میرا ہاتھ اور مہندی کو نہ دیکھا تھا مجھکو تیرے ساتھ انبساط تھا۔ اب تیری آنکھ مجھ پر پڑی ہماری صحبت حرام ہوئی اور اُس جگہ سے واپس آئی۔ اور نیشاپور کو لوٹ گئے اور مقام کیا نیشاپور والے اور وہاں کے مشائخ احمد کے ساتھ خوش رہتے تھے اور جب یحییٰ بن معاذ الرازی نیشاپور میں آئے جو بلخ کا قصد رکھتے

تھے تو احمد نے چاہا کہ اُس کی دعوت کرے پس فاطمہ سے اس کا مشورہ کیا کہ یحییٰ کی دعوت کو کیا چاہیئے اُس نے کہا اتنی گائے اور بکری چاہیئے اور چندیں حوائج اور توابل اور اتنی شمع اور عطر اور باوجود اس کے بیس گدھے بھی چاہئیں احمد نے کہا گدھوں کو مارنا کیا معنے کہا جو ایک کریم گھر میں کریم کے مہمان آوے تو محلہ کے کتوں کو بھی اُس سے خبر ہو اور ابو یزید نے کہا ہے مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنَ الرِّجَالِ مَخْبُوْءٍ تَحْتَ لِبَاسِ النِّسْوَانِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی فَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا یعنے جو شخص چاہے کہ مرد کو دیکھے پوشیدہ عورتوں کے لباس میں اُس کو چاہیئے کہ فاطمہ کو دیکھے اور ابو حفص حداد کہتے ہیں کہ لَوْلَا اَحْمَدُ ابْنُ خِضْرَوَیْہِ مَا ظَهَرَتِ الْفُتُوَّةُ یعنے اگر احمد ابن خضرویہ نہ ہوتے تو فتوت اور مروت پیدا نہ ہوتی اور اُس کا کلام عالی اور انفاس مہذب ہے اور تصانیف مشہور ہیں جو ہر فن معاملات و آداب اور نکات سے ظاہر ہیں خلائق میں اور اُس سے منقول ہے کہ کہا اَلطَّرِیْقُ وَاضِحٌ وَّالْحَقُّ لَائِحٌ وَّالدَّاعِیْ قَدْ اَسْمَعَ فَمَا التَّحَیُّرُ بَعْدَ هٰذَا اِلَّا مِنَ الْعَمٰی یعنی راستہ ظاہر ہے اور حق آشکار اور نگاہبان سنا دیا پس اس جگہ میں تحیر سوائے نابینائی کے نہو یعنے وہ ڈھونڈھنا خطا ہے جو راہ حق مانند آفتاب کے روشن ہے تو آپ کو ڈھونڈھ کہاں ہے تو جو پاوے راہ کے سرے پر آوے تو کیونکہ حق زیادہ ظاہر اُس سے ہے کہ طلب طالب کے تحت میں آوے اور اُس سے منقول ہے کہ کہا اپنی درویشی کو پوشیدہ کر یعنی خلق سے مت کہہ کہ میں فقیر ہوں تاکہ بھید تیرا آشکارا نہو وے کیونکہ یہ خدائے تعالےٰ سے ایک کرامت عظیم ہے اور اُن سے روایت ہے کہ کہا ایک فقیر نے رمضان کے مہینہ میں ایک امیر کی دعوت کی اور اُس کے گھر میں سوائے ایک روٹی کے کچھ نہ تھا وہ بھی سوکھ گئی تھی جب امیر لوٹ کر گیا تو تھیلی روپیہ کی اُس کے پاس بھیجی اور کہا بھیجی اور کہا یہ سزا اُس آدمی کی ہے کہ اپنا بھید تجھ سے آدمی سے آشکار کرے

یا امیروں کی عزت کرے اور یہ اُن کے صدق فقر کی دلیل ہے واللہ اعلم۔
اور بعض اُن میں سے امام متوکلان اور برگزیدہ اہل زمان ابو تراب عسکر بن الحسین
بخشی النسفیؒ جو اجلہ مشائخ خراسان سے تھے اور اُن کے پیشوا اور جوانمردی اور زہد
اور پرہیزگاری میں مشہور اور اُن کی کرامتیں بہت ہیں اور عجائبات بیشمار کہ جنگل
میں دیکھے ہیں اور ہر جگہ پر اور بڑے دانا مسافران متصوفہ سے تھے اور جنگل میں
تنہا رہتے تھے ان کی وفات بصرہ کے جنگل میں ہوئی تھی اور چند سال کے
بعد ایک جماعت اُن کے پاس پہنچی اور پیروں پر کھڑا ہوا یا مُنہ قبلہ کی طرف اور
مرا ہوا اور خشک ہوا اور کوزہ آگے رکھے ہوئے اور عصا ہاتھ میں پکڑے ہوئے
اور درندہ کوئی اُس کے آس پاس نہ گیا تھا اور پیروں سے نہ گرا تھا اور اُن سے روایت
ہے کہ کہا اَلْفَقِیْرُ قُوْتُہٗ مَا وَجَدَ وَلِبَاسُہٗ مَا سَتَرَہٗ وَمَسْکَنُہٗ حَیْثُ نَزَلَ یعنی قوت فقیر
وہ ہووے جو ملجاوے اور اُس کا لباس وہ ہے کہ جو اُس کو چھپاوے اور اُس میں تصرف
نہ کرے اور اُس کے ٹھہرنے کی جگہ وہ ہے کہ جہاں اُترے اور وہیں منزل کرے اپنے
واسطے کوئی جگہ نہ بناوے اس واسطے کہ ان تین چیزمیں تصرف مشغولی ہوا اور
تمام دنیا ان تین چیز کی بلا میں ہے جب تکلف کریں۔ اور بسبب معاملہ کے ہو لیکن
تحقیق کی رو سے فقیر کی غذا وجد ہو اور لباس اُس کا تقویٰ اور مسکن اُس کا غیب
اس سبب سے کہ خداوند تعالےٰ نے فرمایا وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَی الطَّرِیْقَۃِ
لَاَسْقَیْنٰھُمْ مَّاءً غَدَقًا اور نیز کہا وَرِیْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ اور رسول
علیہ السلام نے فرمایا اَلْفَقْرُ وَطَنُ الْغَیْبِ پس جبکہ غذا اور مشرب اُس کا شراب
قربت سے ہو اور لباس اس کا تقویٰ اور مجاہدہ ہو اور وطن اُس کا غیب ہو۔ تو
کیا بات عمدہ ہے۔
اور بعض اُن میں سے لسان محبت و فاز بن طریقت وولا ابو ذکریا یحییٰ ابن

معاذ الرازیؒ تھے ان کا حال عالی تھا اور خصلت نیک اور حقیقت رجا میں حق تعالےٰ کے ساتھ پورا قدم رکھتے تھے حضرت حصری کہتے ہیں کہ خداوند تعالےٰ کے دو یحییٰ تھے ایک انبیاء سے اور ایک اولیاء سے یعنی یحییٰ بن زکریا علیہ السلام نے خوف کے مقام کو ایسا ادا کیا کہ سب مدعی خوف کی وجہ سے اپنی فلاح سے ناامید ہوئے اور یحییٰ بن معاذ نے رجا کے طریق کو ایسا پورا کیا کہ سب مدعیان رجا کے ہاتھ باندھے لوگوں نے کہا یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کا حال معلوم ہے اس یحییٰ کا حال کس طور پر ہوا ہے کہا مجھکو اس طرح پہونچا ہے کہ اُس میں جاہلیت ہرگز نہ تھی اور اُن سے گناہ کبیرہ کوئی نہ ہوا اور معاملات اور اُن کے برتاؤ میں ایسی پوری انتہار کھتے تھے کہ کوئی آدمی اُس کی طاقت نہ رکھتا تھا اُس سے ایک نے اصحاب سے کہا ایہا الشیخ تیرا مقام مقام رجا ہے اور تیرا معاملہ خوف والوں کا معاملہ ہے کہا جان اے لڑکے ترک عبودیت گمراہی ہوا اور خوف ورجا یہ دونوں ایمان کے رکن ہیں پس محال ہو کہ کوئی شخص کسی رکن کے اختیار کرنے سے ایمان کے رکنوں سے گمراہی میں پڑے اور خائف عبادت کرے سزا کے خوف سے اور امیدوار عبادت کرے وصل کی امید پر یعنے جبتک عبادت موجود نہو نہ خوف درست ہو اور نہ رجا اور جب عبادت حاصل ہو یہ خوف ورجا ایک عبارت ہو اور اُس جگہ کہ عبادت چاہیے عبارت کو فائدہ نہ دیوے اور اُن کی تصنیف بہت ہیں اور نکتے اور اشارے نادر ہیں یہ پہلے وہ آدمی ہیں کہ اس گروہ کے مشائخوں سے خلفار راشدین کے بعد منبر پر گیا وہ یہ ہی ہیں اور ان کا کلام بہت پیارا ہے اور طبیعت میں رقیق اور سننے میں مزیدار اور اصل میں باریک اور عبارت میں مفید اور اُن سے منقول ہے اَلدُّنْیَا دَارُ الْاَشْغَالِ وَ الْاٰخِرَۃُ دَارُ الْاَھْوَالِ وَلَا یَزَالُ الْعَبْدُ بَیْنَ الْاَشْغَالِ وَالْاَھْوَالِ حَتّٰی یَسْتَقِرَّ بِہٖ الْقَرَارُ اِمَّا اِلَی الْجَنَّۃِ وَاِمَّا اِلَی النَّارِ یعنے دنیا اشغال کی جگہ ہے اور عقبیٰ خوف کا مقام ہے

اور ہمیشہ بندہ درمیان مشغولی بیم و رجا کے ہے یہاں تک کہ جنت میں قرار پکڑے یا دوزخ میں پڑے وہ دل جو اشغال سے چھوٹ گیا ہو اور احوال سے بیخوف ہو اور ہمت ان دونوں مقاموں سے بلند ہو اور حق تعالےٰ کے ساتھ مل گیا ہو اور مذہب اُن کا یہ تھا کہ امیری کو فقیری پر بزرگی دینے اور جب مقام یسے میں انپر قرض بہت زیادہ ہوگیا تو خراسان کا قصد کیا جب بلخ میں پہونچے تو وہاں کے آدمیوں نے انکو روک لیا وہاں ایک مدت کلام کیا انہوں نے ان کو سو ہزار درم دئے جب آپ لوٹے تاکہ قرضہ سے بری ہوں تو چوروں نے ان کو لوٹ لیا اور وہ سب چاندی چرا لیگئے آپ نہا نیشاپور میں آئے اور انکی وفات اس جگہ واقع ہوئی اور ہر ایک حال میں آپ عزیز خلق تھے اور خلق میں خوبصورت تھے واللہ اعلم

اور بعض اُن میں سے شیخ المشائخ خراسان کے اور نادر زمین و زمان کے حضرت ابو حفص عمر بن سالم نیشاپوری الحدادی رہ تھے جو بزرگان اور سادات قوم سے تھے۔ اور جملہ مشائخ کے ممدوح ابو عبداللہ ابیوردی کے صاحب تھے اور احمد خضرویہ کے رفیق اور شاہ شجاع کرمان سے اُن کی زیارت کے واسطے آیا اور وہ مشائخ کی زیارت کے واسطے بغداد کو گئے عربی زبان نہیں جانتے تھے جب بغداد میں پہونچے۔ تو مریدوں نے آپس میں کہا کہ بڑی بُرائی کی بات ہوگی کہ شیخ الشیوخ خراسان کو ایک ترجمان چاہیئے جو ان کی بات کو سمجھا وے جب شونزیہ کی مسجد میں آئے۔ تو سب مشائخ جمع ہوئے اور وہ عربی ایسی فصیح بولتے تھے اُن سے کہ ان کی فصاحت سے سب لوگ عاجز ہوگئے اُن سے سوال کیا ما الفتوۃ انہوں نے کہا تم سے ایک شخص ابتدا کرے اور ایک بات کہے حضرت جنید علیہ الرحمۃ نے کہا الفتوۃ عندی ترک الرؤیۃ و اسقاط النسبۃ یعنے فتوت میرے نزدیک وہ ہے کہ فتوت کو نہ دیکھے تو اور جو کچھ کرے تو اپنے ساتھ اُس کو نسبت نہ کرے کہ میں یہ کرتا ہوں

تو ابوحفص نے کہا ما اَحسَنَ مَاقَالَ الشَّیخُ وَلٰکِنَّ الفُتُوَّۃ عِندِی اَدَاءُ الاِنصَافِ وَتَرکُ مُطَالَبَۃِ الاِنصَافِ یعنے اچھا ہے جو کچھ شیخ نے کہا لیکن فتوت میرے نزدیک انصاف کرنا ہے اور انصاف کے طلب کو ترک کرنا ہے حضرت جنید نے کہا قُومُوا یَا اَصحَابَنَا فَقَد زَادَ اَبُو حَفصٍ عَلٰی اٰدَمَ وَذُرِّیَّتِہٖ یعنے اُٹھو تم اے یاران من کہ ابوحفص آدم اور اُسکی ذریت سے زیادہ ہے جوانمردی میں اور کہتے ہیں کہ اُس کی توبہ کی ابتدا یہ تھی کہ ایک کنیزک پر شیفتہ ہوئے ان سے لوگوں نے کہا کہ نیشاپور کے شارستان میں ایک جہودی ہے اور تیرے اس شغل کے چیلے اُس کے پاس بہت ہیں ابوحفص اُس کے پاس آئے اور اپنا حال اُس سے کہا جہود نے کہا تجھکو چالیس روز نماز نہ پڑہنا چاہیئے اور کوئی خدا کا ذکر اور نیک کام اور نیک نیت دل اور زبان پر نہ لاوے تو میں ایک افسوں تجھکو بتلاؤں کہ جس سے تیری مراد حاصل ہو آپ نے ایسا ہی کیا جب چالیس روز پورے ہوئے تو جہودی نے اُس طلسم کو کیا اور اُس کی مراد پوری نہ ہوئی تو جہود نے کہا بالضرور تجھ سے کوئی کام نیک ہوا ہے سوچ کر جواب دے ابوحفص نے کہا میں نے کوئی کام ظاہر و باطن میں نہیں کیا جو نیک ہو لیکن البتہ ایک مرتبہ راستہ میں آتا تھا اور ایک پتھر پڑا تھا۔ اُس کو پاؤں سے پھینکدیا میں نے تاکہ کسیکا پاؤں اُس پر نہ آوے جہودی نے کہا مت آرزوہ کر اُس خدائے عزوجل کو کہ تو نے چالیس روز اُس کا فرمان ضائع کیا اور اُ سنے اسقدر رنج تیرا دور نہ کیا اُس نے توبہ کی اور جہودی مسلمان ہوکر اُن کے ساتھ آہن گری کرتا تھا یہاں تک کہ باورد میں گیا اور ابوعبداللہ باوردی کو دیکھا۔ اور اُن کی ارادت کا عہد اختیار کیا جب نیشاپور میں واپس آئے تو ایک روز بازار میں ایک اندہے کو دیکھا کہ قرآن پڑہتا تھا دروازہ کے سامنے اپنی دُکان پر آپ بیٹھے ہوئے تھے کہ اُس کی سماعت نے آپ پر غلبہ کیا اور آپ آپ سے غائب ہوگئے اور ہاتھ کو آگ میں رکھدیا اور بغیر اوزار کے لوہا گرم بھٹی سے باہر لائے جبکہ

شاگردوں نے آپ کو دیکھا تو ہوش اُن کے اُڑ گئے جب ابوحفص اپنے حال میں
نے تو ہاتھ کام سے روک دیا اور دُکان پر کبھی نہ آئے اور اُن سے روایت ہے
یہ کہا ترکت العمل ثم رجعت الیہ ثم ترکنی العمل فلم ارجع الیہ یعنی عمل سے ہاتھ
اُٹھایا میں نے اُس وقت اُس کی طرف پھر لوٹا میں پس عمل نے مجھکو چھوڑ دیا اُس کی طرف میں
بھی پھر نہ لوٹا میں اس سبب سے کہ جو کام کہ اُس کا ترک ساتھ تکلف اور کسب بندہ کے ہو
اُس کا چھوڑنا بہتر ہو اُس کے کرنے سے یعنی جملہ اکتساب محل آفات ہیں اور اُس معنی کی
قیمت ہو کہ جو بے تکلف غیب سے ظاہر ہو اور جس محل میں کہ ہو اختیار بندہ کا اُس کے
ساتھ متصل ہو اور حقیقت کا لطیفہ اُس سے زائل ہو پس ترک و اخذ کوئی چیز بندہ پر درست
نہ آوے اس سبب سے کہ عطا و زوال خداوند عزوجل کی طرف سے ہے اور اُس کے
حکم سے جب عطا حق سے آئی اخذ آیا اور جب زوال آیا حق سے ترک آیا جب ایسا
ہو قیمت خاصکر اُس معنے کی ہو یعنی کہ قیام اخذ و ترک کا اُس کیساتھ ہی پس اگر ہزار
سال مرید قول حق کہے ایسا نہ ہو کہ حق یک لمحہ اُس کا قول کہے کیونکہ لایزال کا قبول کرنا
قبول ازل کے متعلق ہے اور سرور سرمدی سعادت سابق میں ملا ہوا ہے اور بندہ کو اپنے
خلاصی کی طرف سوائے خلوص عنایت کے راہ نہیں ہے پس عزیز ہے وہ بندہ کہ
مسبب نے اسباب کو اُس کے حال سے دفع کیا ہو اور بعض اُن میں سے اہلِ ملامت
کے پیشوا ابوصالح حمدون بن احمد بن عمارة القصار قدمار مشائخ سے تھے اور ان
میں پرہیزگار فقہ اور علم میں درجہ اعلیٰ پر تھے اور مذاہب ثوری رکھتے تھے اور طریقت
میں ابوتراب نخشبی کے مرید تھے اور اُن کے بعد علی نصرآبادی کے اور اُن کا کلام
دقیق ہے اور مجاہدہ میں ایسا مذکور ہے کہ جب شان اُن کی علم میں بزرگ ہوئی تو نیشاپور
کے امام اور بزرگ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ تجھ کو منبر پر جانا چاہئے اور مخلوق کو پند
ونصائح کرنا چاہئے تاکہ تمہاری بات دلوں کو فائدہ پہونچاوے کہا مجھ کو بات کہنا

جائز نہیں ہے اُنہوں نے کہا کہ کیوں کہا اس سبب سے کہ میرا دل ابھی تک دنیا اور اُس
کے مرتبہ میں پھنسا ہوا ہے پس میری بات فائدہ نہ دیگی اور دلوں میں اثر نہ کریگی اور
جو بات کہ دلوں میں مؤثر نہ ہو تو علم کی حقارت کرنا ہے اور شریعت پر استہزا اور
بات کہنا اُس آدمی کو مسلم ہو کہ اُس کی خاموشی سے دین میں خلل واقع ہو اور جب
بیان کرے خلل دور ہو اور اُن سے پوچھا کہ پہلے لوگوں کا کلام دلوں کو کیوں زیادہ نفع
دیتا ہے بمقابلہ ہمارے کلام کے لِاَنَّهُمْ تَكَلَّمُوْا لِعِزِّ الْاِسْلَامِ وَنَجَاةِ النُّفُوْسِ وَرِضَاءِ
الرَّحْمٰنِ وَنَحْنُ نَتَكَلَّمُ لِعِزِّ النَّفْسِ وَطَلَبِ الدُّنْيَا وَقَبُوْلِ الْخَلْقِ یعنی اسواسطے کہ انہوں نے
بات واسطے عزت اسلام اور نجات نفوس اور رضامندی خداوند کے کہی اور ہم کلام
کرتے ہیں واسطے عزت نفس اور طلب دنیا اور قبول خلق کے پس جو کوئی بات مراد
حق کے موافق کہے اور حق کہے اُس بات میں ایک صولت اور قہر ہو جو شریروں پر
اثر کرے اور جو کوئی اپنی مراد کے موافق بات کہے اُس بات میں اہانت اور ذلت
ہو اور خلق کو اُس سے فائدہ نہو اور اُس کہنے سے نہ کہنا اچھا ہوتا ہے اسواسطے
کہ مراد اپنی عبارت سے فارغ ہو اور بیگانہ ہو اور بعض اُن میں سے شیخ یا وفار ابو
السری منصور بن عمار مشائخ بزرگان سے تھے اور ان میں بہت بڑے درویش تھے
اور اصحاب عراقیان کے مرتبہ پر تھے اور خراسان والوں کے مقبول اور انکا کلام موعظت
میں بہت اچھا ہے اور آدمیوں کو نصیحت کرتے اور فنون و علم اور روایات و احکام
و معاملات میں عالم تھے اور بعضے متصوفہ سے اُن کے معاملہ میں مبالغہ کرتے ہیں اور
حد سے زیادہ گذرتے ہیں اُن سے روایت ہے کہ کہا سُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ قُلُوْبَ الْعَارِفِيْنَ
اَوْعِيَةَ الذِّكْرِ وَقُلُوْبَ الزَّاهِدِيْنَ اَوْعِيَةَ التَّوَكُّلِ وَقُلُوْبَ الْمُتَوَكِّلِيْنَ اَوْعِيَةَ الرِّضَاءِ
وَقُلُوْبَ الْفُقَرَاءِ اَوْعِيَةَ الْقَنَاعَةِ وَقُلُوْبَ اَهْلِ الدُّنْيَا اَوْعِيَةَ الطَّمْعِ یعنے پاک ہے
وہ ذات کہ جس نے عارفوں کے دلکو محل ذکر بنایا اور زاہدوں کے دل کو توکل کا مقام

اور متوکلوں کے دل کو رضا کا منبع اور فقیروں کے دل کو قناعت کی جگہ اور اہلِ دنیا کے دل کو طمع کا محل بنایا اور اس میں عبرت ہے۔ کہ خداوند تعالےٰ نے جس عضو کو اور حس کو پیدا کیا ہے اُس میں اُسی جنس کے معنے رکھے ہیں چنانچہ ہاتھوں کو گرفت کا محل پیدا کیا ہے اور پاؤں کو چلنے کا محل اور آنکھوں کو دیکھنے کا محل اور کانوں کو سننے کا محل اور زبان کو گویائی کا محل بنایا ہے اور ان کی پیدایش اور ظہور میں ذرا بھی خلاف نہیں ہے اور پھر ہر ایک دل کو پیدا کیا اور اُن میں ہر ایک بات مختلف رکھی یعنے مختلف ارادے اور خواہشات رنگ برنگ رکھیں کسی دل کو محل معرفت کیا اور کسی دل کو تمام گمراہی بنایا اور کسی دل کو قناعت کی جگہ اور کسی دل کو محل طمع اور اسی کی مانند اور کسی چیز میں عجائب فعل حق کے دلوں سے زیادہ ظاہر نہیں ہیں اور نیز اُن سے مروی ہے اَلنَّاسُ رَجُلَانِ عَارِفٌ بِنَفْسِهٖ فَشُغْلُهٗ فِی الْمُجَاهَدَاتِ وَالرِّيَاضَةِ وَعَارِفٌ بِرَبِّهٖ فَشُغْلُهٗ بِخِدْمَتِهٖ وَعِبَادَتِهٖ وَمَرْضَاتِهٖ یعنے آدمی دو گروہ ہیں یا اپنے عارف ہوں یا خدا کے عارف جو اپنے عارف ہوں اُن کا شغل مجاہدہ اور ریاضت ہو اور جو حق تعالےٰ کے عارف ہوں اُن کا شغل خدمت اور عبادت اور طلب رضا ہو پس عارف بخود عبادت اور ریاضت میں ہو اور عارف بحق کی عبادت ریاست ہو اور یہ عبادت کرے تو درجہ پاوے اور وہ عبادت کرے تو آپ بالکل پایا جاوے واللہ اعلم اُن سے روایت ہے کہ کہا اَلنَّاسُ رَجُلَانِ مُفْتَقِرٌ اِلَی اللّٰهِ فَهُوَ فِی اَعْلَی الدَّرَجَاتِ عَلٰی لِسَانِ الشَّرِيْعَةِ وَالْاٰخَرُ لَا يَرٰی الْاِفْتِقَارَ لِمَا عَلِمَ مِنْ فَرَاغِ اللّٰهِ مِنَ الْخَلْقِ وَالرِّزْقِ وَالْاَجَلِ وَالْحَيٰوةِ وَالسَّعَادَةِ وَالشَّقَاوَةِ وَهُوَ فِی افْتِقَارِهٖ اِلَيْهِ وَاسْتِغْنَائِهٖ یعنی آدمی دو گروہ ہیں ایک محتاج طرف خدا کی وہ سب سے بزرگ درجہ میں ہے یعنی ظاہر شریعت کے موافق ہیں۔ اور دوسرا وہ ہے کہ افتقار کو نہ دیکھے اس واسطے کہ وہ جانتا ہے کہ خداے عزوجل نے قسمت کیا ہے۔ ازل میں خلق اور رزق اور اجل اور حیوۃ اور سعادت اور بدبختی سے سوائی اس کے نہ ہو کہ

یہ شخص عین افتقارہ میں ہے اُس کی طرف اور اُس کے غیر سے بے پروا ہے پس وہ گروہ اُن کے افتقار میں ہیں رؤیت افتقار سے یعنی وہ محجوب ہیں رؤیت تقدیر سے اور یہ گروہ ترک کرنے میں اُن کی رؤیت افتقار کے ہے اُن کی رؤیت افتقار کے ساتھ یعنے مکاشف اور اُس سے بے پروا پس ایک نعمت کے ساتھ اور دوسرا منعم کے ساتھ پس وہ جو نعمت کے ساتھ ہے نعمت کی رؤیت میں ہے اگرچہ غنی ہے فقیر ہے اور وہ جو منعم کے ساتھ ہے اُس کی رؤیت مشاہدہ میں ہے اگرچہ فقیر ہے تو غنی ہے۔ واللہ اعلم۔

اور بعض اُن میں سے اولیاء کے ممدوح اور اہل رضا کے پیشوا ابو عبداللہ احمد بن عاصم الانطاکیؒ رکن قوم کے تھے اور اُن کے سردار اور علوم شریعت کے عالم اور اصول و فروع کے ماہر اور معاملات سے خبردار تھے آپ نے عمر دراز پائی تھی اور پہلے لوگوں کی شرف صحبت سے فیضیاب تھے اور آپ نے تابعین کی اتباع کو حاصل کیا تھا اور حضرت بشر حافی و سری سقطی کی صحبت میں رہے ہوئے تھے اور حارث محاسبی کے مرید اور فضیل کو دیکھا تھا اور اُن کے ساتھ مصاحبت رہی اور سب زبانیں جانتے تھے اور اُن کا کلام عالی ہے اور لطیفے شافی اس قوم کے علوم و فنون میں اور اُن سے روایت ہے اَنْفَعُ الْفَقْرِ مَا کُنْتَ بِہٖ مُتَجَمِّلاً وَبِہٖ رَاضِیًا یعنے سب سے زیادہ نافع فقر وہ ہووے کہ تو اُس کے ساتھ متجمل ہووے اور اُس کے ساتھ راضی ہو یعنی جمال سب مخلوق کا اسباب کے اثبات میں ہو اور جمال فقیر کا اسباب کی نفی اور مسبب کے اثبات میں اور اُس کی طرف رجوع کرنے میں اور اُس کے احکام کی رضامندی ہی میں ہو اس سبب سے کہ سبب کے گم ہونے کا نام فقر ہے اور سبب کے وجود کا نام غنا ہے یعنے فقر بے سبب کے حق کے ساتھ ہو اور غنا ساتھ سبب کے اپنے ساتھ ہو پس سبب حجاب کا مقام ہے اور ترک اسباب کشف کی جگہ ہے اور جمال دونوں

ــه افتقار محتاج ہونا و افلاس فقیری ۱۲ منہ

جہان کا کشف ورضا میں ہے اور خرابی عالم کی حجاب میں ہے اور یہ بیان واضح ہے
تفضیل فقر کے واسطے واللہ اعلم۔

اور بعض اُن میں سے پرہیزگاری اور تقوے کے سالک ابو محمد عبداللہ بن خفیف رہ تھے
اور جو قوم کے زاہدوں سے اور اُن کے پرہیزگاروں سے تھے ہر حال میں اور اُن
کی روائتیں عالی احادیث میں ہیں آپ مذہب ثوری رکھتے تھے اور فقہ اور معاملت
اور حقیقت میں اور اُس کے اصحاب کو دیکھا تھا اور اُن کے ساتھ ہمنشینی کی تھی
اور اُن کا کلام طریقت کے مقالات اور معاملات میں لطیف ہے۔ اور اُن سے
منقول ہے کہ کہا مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّکُوْنَ حَیًّا فِیْ حَیٰوتِہٖ فَلَا یُسْکِنِ الطَّمَعَ فِیْ قَلْبِہٖ
یعنے جو کوئی چاہے کہ اپنی زندگانی میں زندہ ہو پس طمع کو اپنے قلب میں جگہ نہ دے
تاکہ کل سے آزاد ہووے کیونکہ لالچی مردہ دل اپنے طمع کی وجہ سے ہی پس طمع جسکے
دل میں مانند طبع کے ہو لامحالہ وہ دل مختوم مردہ ہو لیکن کہا ہے اچھا ہے وہ دل کہ جو مُردہ ہو بغیر حق کے
نزدیک زندہ ہو حق کے نزدیک اس واسطے کہ خدائے تعالٰے نے دل کے واسطے
عزت وذلت پیدا کی ہے اور اپنے ذکر کو دل کی عزت کیا ہے اور طمع کو دل کی
ذلت بنایا ہے جیسا کہ انہیں نے کہا خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی الْقُلُوْبَ مَسَاکِنَ الذِّکْرِ فَصَارَتْ
مَسَاکِنَ الشَّھَوَاتِ وَلَا یَمْحُو الشَّھَوَاتِ مِنَ الْقُلُوْبِ اِلَّا خَوْفٌ مُّزْعِجٌ اَوْ شَوْقٌ مُّقْلِقٌ یعنی
خداوند تعالٰے نے دلوں کو موضع ذکر کا پیدا کیا اور جب نفس کے ساتھ مصاحبت اختیار
کی تو مساکن شہوات ہوئی پس پاک نہیں کرتا شہوت کو دل سے مگر خوف
بیقرار کرنے والا یا شوق بے آرام کرنے والے کا یعنے خوف وشوق ایمان کے
دو رکن ہیں جب دل محل ایمان ہو اس کے نزدیک ذکر وقناعت ہو نہ کہ طمع اور غفلت
پس مومن کا دل لالچی اور شہوات کا تابع نہ ہو کیونکہ طمع اور شہوت نتیجہ وحشت کا ہے
اور دل متوحش اُس سے ہوتا ہے اور ایمان کی خبر نہیں رکھتا ۔۔۔۔۔۔۔

میں نے پیغام بھیجا جب بھی بات نہ کہی تو نے اب اس مرتبہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
نے حکم کیا تو اُن کے حکم کو قبول کر حضرت جنید نے کہا وہ خیال میرے سر سے
گذر گیا اور میں نے جانا کہ حضرت سری سقطی ہر حال ظاہر و باطن میں مجھ سے اونچے ہیں اور
اُن کا درجہ میرے درجہ سے اونچا ہے کیونکہ وہ میرے اسرار پر خبردار ہیں اور میں اُن کی
زمانہ سے بے خبر ہوں پس آپ اُن کے پاس آئے اور استغفار کی اور اُن سے
دریافت کیا کہ تم نے کس طرح جانا کہ میں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا
ہے فرمایا کہ میں نے خداوند تعالےٰ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتا ہے کہ میں نے محمد
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجا کہ جنید سے فرمائیں کہ وہ وعظ کہے تا کہ بغداد والوں
کی مراد اُس سے حاصل ہو پس ان حکایتوں سے ایک دلیل واضح ہے کہ پیر جس
صفت کے ساتھ ہوتے ہیں مریدوں کے حالات سے خبردار ہوتے ہیں اور اُن کے
کلام عالی ہیں اور رموز لطیف اُن سے منقول ہے کہ کہا کَلَامُ الْاَنْبِیَاءِ نَبَاءٌ عَنِ الْحُضُوْرِ
وَکَلَامُ الصِّدِّیْقِیْنَ اِشَارَۃٌ عَنِ الْمُشَاھَدَۃِ یعنی نبیوں کا کلام حضور حق کی خبر دیتا ہے اور
کلام صدیقوں کا نظر سے مشاہدہ کرنیکی طرف خبر سے اشارہ ہے اور اُس مشاہدہ سے فکر
کی طرف اور اُس سے اشارہ غیر کی طرف نہیں ہوتا ہے یعنے صدیقوں کا کمال انبیاءٔ
علیہم السلام کا ابتدائی حال ہوتا ہے پس نبی اور ولی میں جو فرق ہے وہ واضح ہے
اور انبیاء کی فضیلت اولیاء پر ظاہر ہے بخلاف اُن دو گروہ ملاحدہ کے کہ نبیوں کو فضل
میں موخر کرتے ہیں اور اولیاء کو مقدم اور اُن سے منقول ہے کہ کہا ایک وقت آرزو
کے ساتھ میں نے چاہا کہ ابلیس کو دیکھوں ایک روز مسجد کے دروازہ پر میں کھڑا ہوا
تھا کہ ایک بڈھا آیا اور دور سے وہ میری طرف متوجہ ہوا میں نے جب اُس کو دیکھا
تو ایک وحشت نے میرے دلمیں اثر کیا پس جب وہ میرے پاس آیا تو میں نے اُس
سے کہا کہ اے بڈھے تو کون ہے کہ میری آنکھیں تیرے مُنہ کو نہیں دیکھ سکتیں

کیونکہ ایمان کو حق کے ساتھ انس ہے اور غیر حق سے وحشت ہی جیسا کہ کہا ہی اَلطَّمَاعُ مُسْتَوْحِشٌ مِّنْهُ كُلُّ اَحَدٍ یعنی طمع کرنے والے سے ہر ایک متوحش ہوتا ہے

اور بعض اُن میں سے شیخ المشائخ طریقت میں اور اماموں کے امام شریعت میں ابوالقاسم الجنید بن محمد بن الجنید بغدادی ؒ مقبول اہل ظاہر اور ارباب قلوب کے تھے اور فنون علم میں کامل اور اصول و فروع و معاملات میں مفتی اور امام اصحاب ثوری سے تھے اور اُن کا کلام عالی اور احوال کامل ہے یہاں تک کہ جملہ طریقت والے اُن کی امامت پر متفق ہیں۔ اور کسی مدعی اور متصرف کو اُس پر اعتراض نہیں ہے۔ آپ سری سقطی کے بھانجے تھے اور اُن کے مرید نے ایک دن سری سقطی سے پوچھا کہ کسی مرید کا درجہ پیر سے زیادہ بلند ہو گا کہا ہاں اس کی برہان ظاہر ہے یعنے جنید کا درجہ بلند میرے درجہ سے ہے اور یہ قول اُس پیر سے بسبب عاجزی کے تھا یعنے جو کچھ اُن سے کہا نظر بصیرت سے کہا کہا لیکن کسی کو اپنے فوق پر دیدار نہ ہو گا کیونکہ دیدار تحت سے تعلق رکھتا ہے اور قول اُنکا دلیل واضح ہے یعنی جنید کو اپنے مرتبہ کے فوق پر دیکھا اگرچہ دید تحت کی ہے فوق پر تھی مشہور ہے کہ زندگی میں حضرت سری ؒ نے اپنے مریدوں سے خصوصاً حضرت جنید سے کہا کہ شیخ ہم سے کوئی بات کہے تو ہمارے دلوں کو راحت ہو اور اُنہوں نے قبول نہ کیا۔ اور کہا جبتک میرا شیخ زندہ ہے میں کوئی بات نہ کہوں گا یہاں تک ایک رات کو آپ سوتے تھے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہا اے جنید خلق سے کلام کر کیونکہ تیرے کلام کو خداوند تعالےٰ نے ایک عالم کی نجات کا سبب کیا ہے جب آپ بیدار ہوئے تو اُن کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ میرا درجہ سری کے درجہ سے گذر گیا کہ مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حکم ہوا جب صبح ہوئی تو حضرت سری نے ایک مرید کو بھیجا کہ جب جنید نماز سے فارغ ہو تو اُس سے کہو کہ مریدوں کے کہنے سے بات نہ کہی تو نے اور بغداد کے مشائخوں کی شفاعت کو بھی رد کیا تو نے اور

بسبب وحشت کے اور بباعث ہیبت کے میرا دل تیرے اندیشہ کی طاقت نہیں رکھتا ہے کہا میں ہوں کہ تجھکو میرے دیکھنے کی آرزو تھی کہا اے ملعون تجھ کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے باز رکھا آدم کے واسطے کہا اے جنید تجھ کو کیسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اُس کے غیر کو سجدہ کروں جنید نے کہا میں حیرت میں پڑ گیا اُس کی اس بات سے اُس کے بعد مجھ کو ایک آواز غیب سے معلوم ہوئی قُلْ لَّهٗ كَذَبْتَ لَوْ كُنْتَ عَبْدًا مَّامُوْرًا لَمَا خَرَجْتَ مِنْ اَمْرِهٖ وَنَهْيِهٖ فَسَمِعَ النِّدَاءَ مِنْ قَلْبِيْ فَصَاحَ وَقَالَ اَحْرَقْتَنِيْ بِاللّٰهِ وَغَابَ یعنے کہدے اے جنید کہ تو جھوٹ کہتا ہے اگر تو فرمانبردار بندہ ہوتا تو اُس کے حکم سے انکار نہ کرتا اور اُس کے نہی کے پاس نہ جاتا۔ پس یہ ندا میرے قلب سے سُنی۔ اور ایک آواز ماری اور کہا تو نے جلایا مجھ کو قسم ہے اللہ کی اے جنید اور غائب ہو گیا۔ یہ حکایت اُس کے حفظ و عصمت کی دلیل ہے اسواسطے کہ خداوند تعالےٰ اپنے اولیا اللہ کی شیطان کے مکروں سے ہر حال میں حفاظت کرتا ہے اور اُس سے محفوظ رکھتا ہے

روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے ایک مرید کے دل میں کچھ وسوسہ پیدا ہوا اور اُس نے سمجھا کہ میں کسی درجہ پر پہنچا ہوں جب حضرت جنید کی خدمت میں آیا تو اُس نے تجربہ چاہا آپ نے فرمایا کہ عبارتی جواب چاہتا ہے یا معنوی اگر تو نے اپنا تجربہ کیا ہے۔ تو میرے تجربہ کی حاجت نہیں اور اگر معنوی جواب چاہتا ہے تو میں نے تجھے مرتبہ ولایت سے موقوف کردیا اسی وقت اُس مُرید کا مُنہ سیاہ ہو گیا اُس نے ایک چیخ ماری اور کہا کہ یقین کی راحت میرے دل سے گئی اور استغفار میں مشغول ہوا اور ہاتھ اُس فضول گوئی سے اُٹھایا اُس وقت جنیدرہ نے اُس سے کہا کہ اُس کو تو نے نہ جانا کہ خداوند تعالےٰ کے اولیاء اسرار کے والی ہیں تو اُس کے زخم کی طاقت نہیں رکھتا ہے پھر آپ نے کچھ اُس کے اوپر دم کیا کہ وہ پھر اپنی مراد پر پہونچا۔ اور مشائخ میں تصرف کرنے سے توبہ کی اور بعض اُن میں طریقت میں مشائخوں کے۔

پیشوا اور شریعت میں اماموں کے امام تصوف والوں کے شاہ اور تکلف کی آفت سے بری ابوالحسن احمد بن محمد الخراسانی النوری حسن المعاملات اور ابین الکلمات اور اظہر المجاہدات تھے اور اُن کا ایک مذہب مخصوص ہے تصوف میں اور ایک گروہ ہی متصوفہ سے کہ اُنکو نوری کہتے ہیں جو اقتدا اور تولی اُن کے ساتھ کرتے ہیں اور جملہ متصوفہ بارہ گروہ ہیں۔

نوٹ گروہ صوفیہ میں چودہ خانوادی اصحاب الطریقت معدن ارباب حقیقت راس التابعین حضرت خواجہ حسن بصری سے مشہور ہوئے ہیں یعنی خواجہ حسن بصری مرید و خلیفہ حضرت علی علیہ السلام کی ہیں اور حضرت حسن بصری کے دو خلیفہ ہوئی ایک عبدالواحد بن زید دوسرے خواجہ حبیب عجمی اور حبیب عجمی سے پانچ خانوادی ظاہر ہوئے ایک عبدالواحد بن زید سے زیدیہ اور دوسرا عیاضیہ اور ادہمیہ ابراہیم ادہم سے اور ہبیریہ خواجہ ہبیرۃ البصری سے اور وہ خدیفۃ المرعشی تک اور وہ ابراہیم ادہم تک اور وہ فضیل بن عیاض تک اور وہ عبدالواحد بن زید تک اور وہ حسن بصری تک اور علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تک اور چشتیہ حضرت خواجہ مودود چشتی تک پہونچتے ہیں اور وہ اپنی باپ خواجہ یوسف تک اور وہ اپنی باپ خواجہ محمد چشتی تک اور وہ اپنی باپ احمد چشتی اور وہ اسحاق شامی تک اور وہ علو دینوری تک اور وہ ہبیرۃ البصری تک پہونچتے ہیں اور نو خانوادے حبیب عجمی سے نکلے ہیں یعنی حبیبیہ طیفوریہ کرخیہ سقطیہ جنیدیہ فردوسیہ وغیرہ جسکی مفصل کیفیت ہماری کتاب ظہیر الفقرا میں دیکھو ۱۲ منہ ظہیری مترجم

اور اُن سے دو مردود ہیں اور دس مقبول ایک اُن میں محاسبیاں ہیں اور دوسرا قصاریان تیسرے طیفوریاں ہیں چوتھے جنیدیاں پانچویں نوریاں چھٹے سہیلیاں ہیں ساتویں حکیمیاں آٹھویں خرازیاں نویں خفیفیہ ہیں دسویں سیاریاں ہیں۔ اور یہ سب محققوں سے ہیں اور یہ اہل سنت وجماعت سے ہیں لیکن وہ دو گروہ جو مردود ہیں ایک حلولیاں ہیں جو حلول اور امتزاج سے منسوب ہیں اور سالمیاں اور مشبہ ان کے ساتھ متعلق ہیں اور دوسری حلاجیان ہیں جنکا مذہب ترک شریعت ہے اور انہوں نے الحاد اور بیدینی کا طریقہ اختیار کیا ہے اور مردود ہو گئی ہیں اور اباحتی اور فارسی اُنسے تعلق رکھتی ہیں اور اس کتاب میں اپنی موقعہ پر ایک باب ان فرقوں کے فرق کے بیان میں لاؤنگا اور اُن دس گروہ کا اختلاف اور اُن دو گروہ کا اختلاف بیان ہوگا تاکہ پورا فائدہ ہو انشاء اللہ تعالےٰ لیکن اُسکا طریق ترک مداہنت اور

رفع مسامحت اور دوام مجاہدت میں ستودہ ہے کیونکہ اُن سے منقول ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت جنید کے پاس آیا تو اُس کو صدر نشین دیکھا میں نے کہا یا آبا القاسم غَشِیتَہُم فَصَدَّرُوکَ وَنَصَحتَہُم فَرَمَوْنِی بِالحِجَارَۃِ یعنے تو نے حق ان پر پوشیدہ کیا تو تجھکو صدر کیا اور میں نے ان کو نصیحت کی تو میرے پتھر مارے اس واسطے کہ مداہنت کو ہوا کے ساتھ موافقت ہے اور نصیحت کو مخالفت اور آدمی دشمن اسکا ہوتا ہے کہ اُس کی خواہش کی مخالف ہو اور دوست وہ ہے کہ اُس کی ہوا کے موافق ہو اور ابوالحسن نوری رفیق جنید کے تھے اور سری کے مرید اور بہت مشائخوں کو دیکھا تھا اور اُن کے ساتھ بیٹھے تھے اور احمد بن ابی الحواری کو پایا تھا اور اُن کی طریقت اور تصوف میں لطیف اشارے ہیں اور عالی نکتے اور اُن سے منقول ہے کہ کہا اَلجَمعُ بِالحَقِّ تَفَرُّقٌ عَن غَیرِہٖ وَالتَّفرِقَۃُ مِن غَیرِہٖ جَمعٌ بِہٖ یعنی جمع بحق تفرقہ ہو اُس کے ماسوا سے اور تفرقہ اُس کے غیر سے جمع ہے اُس کے ساتھ جس کسی کو حق تعالےٰ کے ساتھ ہمت جمع ہو اُس کی غیر سے منتفرق ہوا اور جو کوئی اُس کے غیر سے متفرق ہو اُس کے ساتھ جمع ہے پس حق کے ساتھ ہمت کو جمع کرنا اندیشہ مخلوقات سے جدائی ہے جبکہ مخلوقات سے اعراض درست ہوا تو حق کے ساتھ توجہ درست ہوئی اور جب حق کے ساتھ توجہ درست ہوئی تو خلق سے اعراض درست ہوا اور حکایتوں میں میں نے پایا کہ ایک وقت احمد نوری نے گھر میں ایک جگہ پر کھڑے ہو کر تین رات دن شور کیا تو لوگوں نے جنید سے کہا کہ اُٹھئے اور اُن کے پاس آیئے اور کہا اے ابوالحسن اگر تو جانتا ہے کہ اُس کے ساتھ شور کرنا فائدہ دیتا ہے کہہ تاکہ میں بھی خوب شور مچاؤں اور اگر جانے تو کہ رضا بدل سود مند ہی تو رضا کو اختیار کر تاکہ تیرا دل خُرم ہو حضرت نوری خروش سے رُک گئے اور کہا کہ تو ہمارے واسطے اچھا معلم ہے اے ابوالقاسم اور ان سے منقول ہے کہ کہا اَعَزُّ الاَشیَاءِ فِی زَمَانِنَا شَیئَانِ عَالِمٌ یَعمَلُ بِعِلمِہٖ وَعَارِفٌ یَنطِقُ عَن

عَنِ الحقیقۃِ یعنی سب سے زیادہ عزیز ہمارے زمانہ میں دو چیز ہیں ایک عالم جو اپنے علم کے ساتھ کام کریں اور دوسرا عارف کہ اپنی حقیقت حال سے بات کہے یعنی ہمارے زمانہ میں علم و معرفت دونوں عزیز ہیں اس سبب سے کہ علم بغیر عمل کے علم نہو اور معرفت بدون حقیقت کے معرفت نہو اور اس پیر نے اپنے زمانہ سے نشان دیا ہی اور حقیقت وہ تمام وقتوں میں عزیز رہا ہے اور آج کے دن بھی عزیز ہے اور جو کوئی عالم وعارف کی طلب میں مشغول ہو اُس کا زمانہ پراگندہ ہو اور آپ میں مشغول نہ ہونا چاہیے تاکہ تمام عالم کو عالم دیکھے اور اپنی آپ سے خداوند کی طرف رجوع کرے تاکہ تمام عالم کو عارف دیکھے اور اس سبب سے کہ عالم وعارف عزیز ہوتا ہے اور بہت کم وہ چیز پائی جاتی ہے جس کا وجود دشوار ہو اور اُسکی تلاش کرنا تضییع اوقات ہو اور علم ومعرفت آپ سے طلب کرنا چاہیئے یعنی اپنی خواہش پر موقوف ہے اور اُن سے منقول ہے کہ کہا مَنْ عَلِمَ الْاَشْیَاءَ بِاللّٰہِ فَرُجُوْعُہٗ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ اِلَی اللّٰہِ یعنی جو کہ چیزوں کو خداوند کے ساتھ جانے اور اس کی طرف سے جانے سب چیزوں میں رجوع اُس کا اُس کی طرف ہو نہ چیزوں کی طرف اس سبب سے کہ مِلک اور مُلک کی اقامت مالک سے ہو پس استراحت مکّوں کی رؤیت میں ہو نہ کون کی رؤیت میں اس واسطے کہ اگر اشیاء کو افعال کی علت جانے تو ہمیشہ بیمار ہو اور ہر ایک چیز کی طرف رجوع کرنا شرک ہو اور جو اشیاء کو فعل کا سبب جانے تو سبب آپ قائم نہ ہو بلکہ سبب کے ساتھ قائم ہو جب سبب الاسباب کی طرف رجوع کرے شغل سے نجات پاوے اور بعض اُن میں سے سلف سے متقدم اور اپنے سلف سے پیچھے ابو عثمان سعید بن اسمٰعیل الحیری رضی اجلہ صوفیان اور قدماء سے تھے اور اپنے زمانہ میں یکتا تھے اور سب کے دلوں میں اُس کی قدر و منزلت بہت بلند تھی شروع میں صحبت یحییٰ بن معاذ کے ساتھ رہی اُس وقت ایک مدت شاہ شجاع کرمانی کی صحبت میں رہے

اور اُن کے ساتھ ابو حفص کی زیارت کے واسطے نیشاپور میں آئے اور اُن کے پاس ٹھہرے اور عمر اُن کی صحبت میں گذرانی اُن سے روایت ہے کہ کہا میرا دل ہمیشہ طلب حقیقی کرتا تھا طفولیت کے زمانہ میں اور ظاہر والوں سے نفرت کرتا تھا۔ اور میں جانتا تھا کہ بالضرور سوائے اس ظاہر کے کہ عام لوگ اُس پر ہیں نیز ایک سر ہے شریعت کا ایک روز یحییٰ بن معاذ رازی کی مجلس میں میرا گذر ہوا اور اُس سر کو میں نے پایا اور مقصود حاصل ہوا اور اُس کی صحبت سے میں نے تعلق کیا یہانتک کہ ایک جماعت شاہ شجاع کرمانی کے پاس سے آئی اور اُن کا حال بیان کیا۔ اور اپنے دل کو میں نے اُن کی زیارت کے واسطے مائل پایا اور کرمان کا ارادہ کیا اور شاہ کی صحبت کا طور میں تلاش کرتا تھا اُس نے مجھکو اجازت نہ دی اور کہا کہ تیری طبیعت رجا پرورده ہے اور یحییٰ کی صحبت پائے ہوئے ہے اور اُس کا مقام رجا ہے۔ اور جس شخص نے کہ رجا کا مشرب پایا اُس سے طریقت کا اہتمام نہ ہووے اس سبب سے کہ رجا کی تقلید کرنا کاہلی کا پھل لاوے اور کہا کہ میں نے بہت تضرع اور زاری کی اور بیس روز اُس کی درگاہ پر میں نے مداومت کی تو مجھ کو اجازت دی اور صحبت میں قبول کیا اور ایک مدت تک اُس کی صحبت میں رہا اور وہ مرد غیرت دار تھا یہاں تک کہ اُن کو نیشاپور کا قصد ابو حفص کی زیارت کی غرض سے ہوا اور میں اُن کے ہمراہ آیا اُس روز کہ ابو حفص کے پاس اندر آیا شاہ قبا رکھتے تھے ابو حفص نے جو اُس کو دیکھا تو قدم بوسی کی اور رو برو اُس کے گیا اور کہا کہ وَجَدْتُ فِی الْقَبَاءِ مَا طَلَبْتُ فِی الْعَبَاءِ یعنے میں نے قبا میں پایا وہ جو عبا میں ڈھونڈھتا تھا ایک مدت اُس جگہ رہا اور میری سب ہمت نے ابو حفص کی صحبت کا بھید حاصل کیا اور حشمت شاہ نے مجھکو اُس کی خدمت کی مداومت سے باز رکھا اور ابو حفص نے وہ عقیدہ میرا مجھ میں دیکھا تھا اور میں نہایت عاجزی کے ساتھ خداوند تعالےٰ سے چاہتا تھا کہ صحبت

ابو حفص کی مجھ پر احسان کرے بغیر اس کے کہ شاہ آزردہ ہووے اُس روز کہ شاہ نے
واپسی کا قصد کیا اور میں نے اُن کے ساتھ چلنے کی غرض سے ٹوپی اور پائجامہ پہنا اور دل
بالکل ابو حفص کے پاس چھوڑا ابو حفص نے کہا بادشاہ انبساط کے واسطے اس لڑکے کی
صحبت کو اس جگہ چھوڑ کہ مجھکو اُس کے ساتھ پسند ہو شاہ نے میری طرف منہ کیا۔ اور کہا
اَحبِ الشَّیخ اور وہ گئے میں اُس جگہ رہا دیکھا میں نے جو کچھ دیکھا عجائبات سے اُس
کی صحبت میں اور اُن کو مقام شفقت تھا خداوند عزوجل نے ابو عثمان کو تین پیر کے
ساتھ تین مقام سے گذرانا اور یہ تینوں اشارے کہ ان سے کرتے آپ اُن کو تھے
مقام رجا یحییٰ کی صحبت میں اور مقام غیرت شاہ کی صحبت میں اور مقام شفقت
ابو حفصؒ کی صحبت میں اور جائز ہو کہ مرید پانچ یا چھ جگہ بلا زیادہ اس سے صحبت
حاصل کرے اور ہر ایک پیر اور صحبت سے اُس کو کشف اور کوئی مقام ہووے۔
لیکن زیادہ بہتر یہ ہووے کہ پیروں کو اپنے مقام میں آلودہ نہ کرے۔ اور ان
کی انتہا کو اُس مقام میں نشان نہ کرے اور کہے کہ ان کی صحبت سے میرا
حصہ یہ تھا اور یہ اس سے اونچی ہیں میرا اس سے زیادہ حصہ نہ تھا یہ بابت ادب
سے زیادہ نزدیک ہو اس سبب سے کہ حق کے پہونچنے والوں کو مقام و احوال سے
کوئی کام نہ ہو اور تصوف کے ظاہر ہونے میں سبب خراسان اور نیشاپور میں یہ
ہی تھی جنید اور رویم اور یوسف بن الحسین اور محمد بن فضل البلخیؒ کے ساتھ ہم صحبت
رہے تھے اور کسی آدمی نے اپنے پیروں سے یہ مرتبہ نہ پایا تھا کہ اُس نے اور
نیشاپور والوں نے اُس کے واسطے منبر رکھا کو تصوف کی زبان میں اُن سے کلام
کیا ان کی بڑی بڑی کتابیں ہیں اور اس علم میں طرح طرح کی روایتیں ہیں اور
اُن سے منقول ہے حَقٌّ لِمَنْ اَعَزَّہُ اللّٰہُ بِالْمَعْرِفَۃِ اَنْ لَّا یُذِلَّہٗ بِالْمَعْصِیَۃِ یعنی واجب
و سزاوار ہے اُس کو کہ خداوند نے معرفت سے عزیز کیا آپ کو معصیت سے ذلیل

نہ کرے اس سبب سے کہ معرفت اُس کی بخشش ہی اور معصیت فعل بندہ کا ہے
پس جس کسیکو حق تعالےٰ عزت عطا فرمائے محال ہو وے کہ اپنے فعل سے ذلیل ہو
جیسے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہ معرفت سے عزیز کیا اور ذلت سے اُن کو ذلیل
نہ کیا اور بعض اُن میں سے معرفت کے سہیل اور محبت کے قطب ابو عبداللہ احمد
بن یحییٰ قوم کے بزرگ اور اپنے وقت کے سرتار تھے اور اُن کا اچھا طریق اور عمدہ
سیرت تھی صاحب جنید اور ابوالحسن نوری اور ایک جماعت کے کبراسے تھے اُسکا
کلام عالی اور اشارہ لطیف ہے حقائق میں اُن سے منقول ہے کہ کہا هِمَّةُ الْعَارِفِ
إِلَى مَوْلَاهُ فَلَمْ يَعْطِفْ لِمَلِيّ شَيْءٍ سِوَاهُ یعنی عارف کی ہمت حق کے ساتھ ہو اور اُس
سے کسی چیز کی طرف نہ لوٹے کیونکہ عارف کو سوائے معرفت کے معلوم نہ ہو چونکہ اُسکی
دل کا سرمایہ معرفت ہو اُس کی ہمت کا مقصود رؤیت ہووے اس واسطے کہ
ہمتوں کی پراگندگی رنج وغم کا پھل دیتی ہے اور غم درگاہ حق سے باز رکھے اور
اُن سے ایک حکایت ہے کہ ایک روز ایک نصرانی لڑکے کو میں نے دیکھا کہ بہت خوبصورت
تھا میں اُس کے جمال میں متحیر ہوا اوس کے مقابلہ میں کھڑا رہا جنید نے
اُس وقت مجھ پر گذر کیا اُن سے میں نے کہا ای اُستاد خدا ایسے چہروں کو آگ
میں جلاویگا مجھ سے کہا اے پسر یہ بازار نفس کا ہی کہ تجھکو اس خیال میں رکھتا ہے
اگر تو عالم کے ہر ذرہ میں عبرت کیساتھ تو ملاحظہ کرے یہ ہی عجائبات موجود ہیں لیکن
اس بے حرمتی کے سبب بہت جلد معذب ہو گا کہا جبکہ جنید نے منہ میری طرف سے
پھیرا اُسی وقت میں قرآن بھول گیا آخر کو برسوں تک مدد مانگتا رہا میں خدا ئے
عز وجل سے اور تو بہ کرتا رہا تو قرآن کو دوبارہ پایا اب یہ مجال نہیں کہ موجودات سے
کسی چیز کی طرف توجہ کر سکوں اور اپنے وقت کو اشیاء میں نظر کر کے ضائع کروں
اور بعض اُن میں سے زمانہ کے یکتا اور دنیا کے امام ابو محمد رویم بن احمد مشائخوں کے

سرداروں میں سب سے بڑے سردار تھے اور صاحب سر اُن کے جنید تھے اور اقران اُن کے مذہب حضرت داؤد وفقیہ الفقہا کے تھے اور علم تفسیر و قرات میں پورا حصہ رکھتے تھے اور اُس زمانہ میں فنون علم میں ایسے تھے کہ علو حال اور رفعت مقام اور سفرہائے نیکو اور ریاضت شدید اور تفرید میں مشہور تھے اور آخر عمر میں آپ کو دنیا میں پوشیدہ کیا اور معتمد ہوئی یہانتک کہ جنید نے کہا کہ ہم تو فارغ مشغول ہیں اور رویم بظاہر مشغول اور تمام شغلوں سے فارغ ہیں اور اُنکی تصانیف ہیں اور خصوصًا اس طریقت میں ایک کتاب کہ اُسکا غلط الواجدین نام رکھا ہے لکھی ہے اُن سے منقول ہے کہ ایک روز کوئی آدمی اُن کے پاس آیا اور کہا کہ کَیْفَ حَالُکَ یعنی کیسا ہے تیرا حال اُنہوں نے کہا کَیْفَ حَالُ مَنْ دِیْنُہٗ ھَوَاہُ وَھِمَّتُہٗ دُنْیَاہُ لَیْسَ ھُوَ بِصَالِحٍ تَقِیٍّ وَلَا بِعَارِفٍ نَقِیٍّ یعنے کیسا ہوئے حال اُس شخص کا کہ دین اُس کا اُس کی خواہش ہو اور ہمت اُس کی دنیا اُس کی دنیا ہو وہ نہ نیکوکار ہو خلق سے بھاگا ہوا اور نہ عارف ہو حق قبول کئے ہوئے اور یہ اشارہ نفس کے عیبوں کی طرف کیا ہے کیونکہ نفس کے نزدیک دین ہوا ہوا اور نفس کے تابعداروں نے خواہش کا نام دین رکھا ہے اور اُس کی متابعت کو ورزش شریعت کہا ہے یعنے جو کوئی ان کی حسب مراد چلے اگرچہ گمراہ ہووے متدین ہو اُن کے نزدیک اور جو کوئی ان کے خلاف ہے اگرچہ متقی ہو ان کے نزدیک بے دین ہوا اور یہ آفت ہمارے زمانہ میں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوئی بلکہ رائج ہے پس ہم پناہ مانگتے ہیں اُس شخص کی صحبت سے کہ جس کی صفت ایسی ہو لیکن اُس پیر نے زمانہ کی تحقیق سے اشارہ کیا ہے۔ اور جائز ہو کہ اُس حال میں اُس کو چھوڑ دیا ہو تو اپنے وجود کے وصف سے بیان کیا ہے اور اپنی حقیقت کی صفت کا اتصاف کیا ہے واللہ اعلم

اور بعض اُن میں سے زمانہ کے نادر بلند مرتبہ ابو یعقوب یوسف بن الحسین الرازی رض اُس وقت کے بڑے اماموں اور قدمار مشائخ سے تھے اُنہوں نے عمر اچھی پائی

اور ذوالنون مصری کے مرید تھے اور بہت مشائخوں کے ہمنشین رہے اور سب کی خدمت
کی اُنؓ سے روایت ہے کہ کہا سب سے زیادہ ذلیل سب آدمیوں کا فقیر لالچی ہے جیسا کہ
شریف زیادہ ان میں فقیر سچا ہووے اور لالچ بالخصوص درویش کو دونوں جہان
کی ذلت میں ڈالے اس سبب سے کہ فقیر بالتحقیق دنیا والوں کی نظروں میں حقیر
ہیں جب ان سے لالچ کریں گے تو زیادہ حقیر ہوں گے پس بے پروائی سے فقیر
پوری عزت ہوتی ہے اور طمع خاصکر فقیر کو صرف جھوٹ کے ساتھ منسوب کرتا ہے
اور دوسرے محب خاصکر اپنے محبوب کو بھی تمام مخلوق سے زیادہ ذلیل ہو۔ جو اپنے
محب کو اپنے محبوب کے مقابلہ میں سخت حقیر پہچانتے اور یہ بھی طمع کے نتیجوں سے ہی
جب طمع ترک کی جاوے ذلت بالکل عزت سے بدل جاوے چنانچہ جبتک حضرت
زلیخا کو حضرت یوسف سے طمع تھی ہر وقت زیادہ ذلیل رہتی تھی جبکہ طمع جاتی رہی
تو خداوند تعالےٰ نے حسن وجوانی اُس کو پھیر دیا اور طریقہ ایسا ہی جاری ہے کہ اقبال محب
اعراض محبوب ہو یعنے جب محب دوستی کو اختیار کرے اور دوست کی دوستی
سے فارغ ہو اور دوستی کے ساتھ آرام پاوے تو دوست اُس کی طرف
توجہ کرے اور حقیقت میں محب زیادہ عزت دار رہے یعنے جبتک وصل کی طمع نہ
ہو اور جب محب کو وصال کی طمع ہو تو دیر نہ ہووے کہ اُس کی عزت بالکل ذلت سے
بدل جاوے اور بعض اُن میں سے آفتاب محبت والوں کے پیشوا مودت والوں کے
ابوالحسن سمنون بن عبداللہ الخواصؓ ہیں جو اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے اور محبت میں
بلند مرتبہ رکھتے تھے اور سب مشائخ اُن کو بزرگ رکھتے تھے اور اُن کو سمنون المحب کہتے
تھے اور انھوں نے اپنا نام سمنون الکذاب رکھا تھا اور غلام الخلیل سے بہت تکلیفیں
اُٹھائی تھیں اور خلیفہ وقت کے روبرو محال گواہیاں دیں اور مشائخ اُن سے رنجیدہ
دل رہتے تھے اور غلام الخلیل ایک ریاکار آدمی تھا اور دعوےٰ پارسائی اور تصوف

کا کرتا اور آپ کو خلیفہ کے پاس مشہور کیا تھا اور دین کو دنیا کے عوض فروخت کیا کرتا تھا جیسا کہ اُس زمانہ میں بعض مشائخ دین کو دنیا کے ہاتھ بیچتے ہیں اور اُس وقت کے مشائخوں اور درویشوں کی مساوات حاصل کی تھی اور درویشوں کی برائی اور عیب امیروں کے سامنے بیان کیا کرتا تھا اس سے اُس کی یہ غرض تھی کہ ان کی کوئی نزدیک تک نہ جائے اور کوئی ان سے برکت نہ حاصل کرے اور امرا کے نزدیک میرا ہی مرتبہ قائم رہے اور وہ مشائخ کہ خاص کر ان کے وقت میں ایک آدمی اس صفت پر تھا اور اس زمانہ میں ہر ایک محقق کے پاس سو ہزار غلام الخلیل ہیں اور جبکہ ممنون بغداد شریف میں بزرگ سمجھے گئے اور ہر شخص اُن کے پاس آنے لگا تو غلام الخلیل کو اس بات سے نہایت رنج ہوا یہاں تک کہ ایک عورت کی نگاہ ممنون کے جمال پر پڑی اور اُس نے آپ کو ان کے سامنے پیش کیا تو ممنون نے انکار کیا پس وہ عورت حضرت جنید رح کے پاس گئی کہ ممنون سے کہیں کہ مجھ کو زوجیت میں قبول کریں حضرت جنید رح اُس سے ناخوش ہوئے اور اُس کو جھڑکا اور بُرا کہا وہاں سے وہ عورت غلام الخلیل کے پاس آئی اور جیسے کہ عورات تہمت لگاتی ہیں اسی طرح اُس نے تہمت بیان کی اور جیسے کہ دشمن سنتے ہیں اُس نے اُس عورت کے کہنے کو سُنا اور بُرا کہا اور خلیفہ وقت کو اُس پر برہم کیا یہاں تک کہ اُس نے کہا کہ اُس کو مار ڈالیں جبکہ جلاد کو بلایا اور خلیفہ نے چاہا کہ حکم دے تو اُس کی زبان کو روک دیا اور جب اُس رات میں وہ سویا تو خواب میں دیکھا کہ ممنون کی جان کا زوال تیرے ملک کے زوال سے متعلق ہے۔ پس دوسرے روز معذرت کی اور خوبی کے ساتھ اُن کو واپس کیا۔ اُن کا کلام عالی ہے اور محبت کی حقیقت میں اشارے باریک ہیں ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ حجاز سے آتے تھے تو فید والوں نے کہا ہم سے بات کرو آپ منبر پر چڑھ گئے اور بات کہنے لگے مگر سننے والا کوئی نہ تھا آپ نے قندیلوں کی طرف منہ کیا اور کہا

تم سے میں کہتا ہوں پس وہ سب قندیل آپس میں گر کے ٹوٹ گئیں اور اُن سے منقول ہے کہ کہا لَا یُعَبِّرُ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا بِمَا هُوَ اَرَقُّ مِنْهُ وَلَا شَیْءَ اَرَقُّ مِنَ الْمَحَبَّةِ فِیْمَ یُعَبَّرُ عَنْهَا یعنی مراد اس سے وہ ہے کہ عبارت محبت سے منقطع ہے اس سبب سے کہ عبارت صفت معبر کی ہے اور محبت صفت محبوب کی ہے پس عبارت سے محبت کی حقیقت نہیں معلوم ہو سکتی تھی واللہ اعلم۔

اور بعض اُن میں سے شیخوں کے شیخ ابو الفوارس شاہ شجاع الکرمانی بادشاہوں کے ابناسے تھے جو اپنے زمانہ میں بے نظیر اور ابو تراب نخشبی کی صحبت پائے ہوئے تھے اور بہت مشائخوں کو پایا تھا اور ہم نے ابوعثمان کے ذکر میں کچھ تھوڑا اُن کا حال بیان کیا ہے اور اُن کے رسالے تصوف میں مشہور ہیں اور ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے کہ جس کا نام مراٰۃ الحکماء ہے اور اُن کا کلام عالی ہے اور اُن سے منقول ہے لِاَهْلِ الْفَضْلِ فَضْلٌ مَا لَمْ يَرَوْهُ فَاِذَا رَاَوْهُ فَلَا فَضْلَ لَهُمْ وَلِاَهْلِ الْوِلَايَةِ وِلَايَةٌ مَا لَمْ يَرَوْهَا فَاِذَا رَاَوْهَا فَلَا وِلَايَةَ لَهُمْ یعنے اہل فضل کو فضل پر فضیلت ہے اُس وقت تک کہ وہ اپنا فضل نہ دیکھیں اور جب اپنا فضل دیکھا تو شان فضل کی دور ہوئی اور اسی طرح اہل ولایت کو ولایت ہوتی ہے۔ جبتک کہ وہ خود نہ دیکھیں جب دیکھیں تو شان ولایت کی نہیں رہتی اور مراد اس سے یہ ہے کہ جس جگہ کہ فضل ولایت کا ہو رؤیت اُس سے ساقط ہو اور جب رؤیت حاصل ہو تو معنے ساقط ہوں اس واسطے فضل ایک صفت ہے کہ فاضل نہ دیکھیں اور ولایت ایک صفت ہے کہ رویت ولایت کی نہ ہو یعنی جب کوئی آدمی کہے کہ فاضل ہوں یا ولی تو وہ نہ فاضل ہو نہ ولی اور اُن کے آثار میں لکھا ہے کہ وہ چالیس برس نہ سوئے اور خداوند تعالٰے کو خواب میں دیکھا اور کہا کہ بار خدایا بیداری شب میں ڈھونڈھتا تھا خواب میں میں نے تجھ کو پایا کہا اے شاہ خواب میں اُن راتوں کی بیداری

کے سبب تونے پایا اگر بیدار نہ رہتا تو اب خواب میں یہ مرتبہ نہ پاتا واللہ اعلم۔
اور بعض اُن میں سے دلوں کے سردار اور آنکھوں کے نور عمرو بن عثمان المکیؒ طریقت کے
سرداروں اور بزرگوں سے تھے اور اُن کی تصنیف مشہور ہے ان علوم کی حقیقتوں
میں ارادت کی نسبت حضرت جنید کے ساتھ کرتے تھے بعد اس کے کہ ابو سعید
خراز کو دیکھا تھا اور ناجی کے ہم صحبت تھے اور اصول میں امام وقت تھے۔ اور اُن
سے روایت ہے کہ لَا یَقَعُ عَلٰی کَیْفِیَّۃِ الْوَجْدِ عِبَارَۃٌ لِاَنَّہٗ سِرُّ اللّٰہِ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ یعنے
دوستوں کیفیت وجد پر عبارت نہ واقع ہو کیونکہ وہ سر حق ہے مومنوں کے نزدیک
اور جب قدر عبارت بندہ کی اُس میں تصرف کرسکے وہ سر حق نہ ہوا اس سبب سے
کہ کلیت تصرف اور تکلف بندہ اسرار ربانی سے منقطع ہوا اور کہتے ہیں کہ جب عمرو اصفہان
میں آئے تو اُن کی صحبت میں ایک نوجوان آیا کہ اُس کا باپ آپ کی صحبت سے مانع
تھا یہاں تک کہ وہ بیمار ہوا اور اُس کو ایک مدت گذر گئی ایک روز شیخ اُٹھے اور
ایک جماعت کے ساتھ عیادت کے واسطے اُس کے ہاں تشریف لے گئے اُس نے شیخ
کو اشارہ کیا تاکہ قوال سے کہیں کہ کچھ اشعار پڑھے عمرو نے قوال سے کہا تو اُس نے
پڑھا شعر مَالِیْ مَرِضْتُ فَلَمْ یَعُدْنِیْ عَائِدٌ مِنْکُمْ وَیَمْرَضُ عِنْدَکُمْ فَاَعُوْدُ یعنے
مجھے کیا ہے کہ جب میں بیمار ہوا تو تم سے کسی بیمار پرس نے میری بیمار پرسی نہ کی اور
جب تم بیمار ہوتے تو میں بیمار پرسی کرتا ہوں۔ بیمار نے جب یہ سُنا تو اُٹھ بیٹھا اور
اُس کی بیماری کم ہوگئی اور کہا زِدْنِیْ یعنے اور پڑھ جب قوال نے یہ دوسرا شعر پڑھا
کہ شعر وَاَشَدُّ مِنْ مَرَضِیْ عَلَیَّ صُدُوْدُکُمْ وَصُدُوْدُ عَبْدِکُمْ عَلَیَّ شَدِیْدٌ۔ یعنے
مجھ پر بندش تمہاری بیماری سے زیادہ سخت ہے پس یہ سُنکر بیمار اُٹھ کھڑا ہوا اور
بیماری اُس سے جاتی رہی اور اُس کے باپ نے اُس کو عمرو کی صحبت میں سپرد کیا
اور جو خیال کہ اُس کے دل میں تھا اُس سے توبہ کی اور وہ لڑکا ایک بزرگان دین

سے ہوا واللہ اعلم بالصواب،

اور بعض اُن میں سے مالک القلوب اور ماحی القلوب ابو محمد سہیل بن عبداللہ التستری ہیں وقت تھے اور سب زبانوں سے واقف اور سنودہ اور اُن کی ریاضت بہت تھی اور معاملات میں اچھے تھے اور آپ کا کلام لطیف عیوب افعال اور اخلاص میں ہے اور علمار ظاہر کہتے ہیں کہ ھُوَجَمَعَ بَیْنَ الشَّرِیْعَۃِ وَالْحَقِیْقَۃِ یعنی اُس نے جمع کیا ہے شریعت اور حقیقت کو اور یہ بات ان سے خطا ہے کیونکہ کسی نے فرق نہیں کیا ہے کہ شریعت حقیقت کا غیر نہیں حقیقت شریعت کے خلاف نہیں اور اس سبب سے کہ عبارت اُس پیر کی اور لوگوں سے زیادہ سہل ہے اسلئے یہ بات کہتے ہیں یعنی جبکہ حق تعالے نے جمع کیا ہے شریعت اور حقیقت کو تو یہ محال ہے کہ اولیار اُس میں فرق کریں تو لامحالہ جب فرق پیدا ہوا تو ایک کا رد اور دوسرے کا قبول لازم ہوا پس شریعت کا رد بے دینی ہے اور حقیقت کا رد کفر اور شرک ہے اور جو لوگ فرق کرتے ہیں وہ فرق معنے میں نہیں ہے بلکہ اثبات حقیقت کا ہی جیسا کہ کہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حَقِیْقَۃٌ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ شَرِیْعَۃٌ یعنی اگر کوئی چاہے کہ صحت کے وقت میں ایک کے ایمان کو دوسرے سے جدا کر سکے اور خواہش اُس کی باطل ہو اور حاصل یہ کہ شریعت فرع حقیقت کی ہے جیسے کہ اقرار توحید کا معرفت حقیقت کی ہے اور فرمان کا قبول کرنا شریعت کے معنے ہیں پس یہ ظاہر والے جس چیز میں کہ طبیعت نہ پڑے اُس کے منکر ہوں اور اصول راہ حق سے کسی اصل کا انکار خطرناک ہوتا ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلَی الْاِیْمَانِ اور اُن سے منقول ہے کہ کہا مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلٰی اَھْلِ وَجْہِ الْاَرْضِ اِلَّا وَھُمْ جُھَّالٌ بِاللّٰہِ اِلَّا مَنْ یُّؤْثِرُ اللّٰہَ عَلٰی نَفْسِہٖ وَرُوْحِہٖ وَدُنْیَاہُ وَاٰخِرَتِہٖ یعنے سورج نہ نکلا اور نہ ڈوبا کسی زمین والے پر کہ وہ خداوند تعالے کے ساتھ جاہل نہ ہو مگر وہ شخص کہ جس نے حق تعالے کو اپنے تن اور جان اور دنیا اور آخرت پر قبول کیا

ہو یعنے جو کوئی ہاتھ اپنے نصیب کے آغوش میں رکھے پس دلیل اس کی ہے کہ وہ جاہل ہے خداوند عزوجل کے ساتھ کیونکہ اُس کے معرفت ترک تدبیر کو چاہتی ہے اور ترک تدبیر تسلیم ہو اور اثبات تدبیر جہل سے ہو یعنے تقدیر کے ساتھ نزاع ہو واللہ اعلم

اور بعض اُن میں سے اہل حرمین اور جملہ مشائخ کے قرۃ العین ابو محمد عبداللہ محمد بن الفضل البلخی رہ اجلہ مشائخ سے تھے اور عراق والوں کے پسندیدہ اور خراسان والوں کے مقبول حضرت احمد بن حضرویہ کے مرید تھے اور ابو عثمان حیری کو اُن کے ساتھ ایک میل عظیم تھا جب لوگوں نے اُن کو بسبب مذہب عشق کے بلخ سے باہر نکال دیا۔ تو آپ سمرقند تشریف لے گئے اور بقیہ عمر اپنی آپ نے وہاں گذاری اُن سے منقول ہے کہ کہا اَعْرَفُ النَّاسِ بِاللّٰہِ اَشَدُّھُمْ مُجَاھَدَۃً فِیْ اَوَامِرِہٖ وَاَتْبَعُھُمْ لِسُنَّۃِ نَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنے معرفت والوں میں سب سے بزرگ وہ شخص ہے جو ان میں سب سے زیادہ مجتہد ہو اور شریعت کے ادا کرنے میں اور سنت کی حفاظت میں سب سے زیادہ رغبت رکھتا ہو اور جو کوئی حق سے زیادہ نزدیک ہو اُس کے حکم کا زیادہ دوست ہو اور جو کوئی اس سے دور زیادہ ہو اُس کے رسول کی تابعداری سے زیادہ مُنہ پھیرتا ہے اور اُس سے منقول ہے کہ کہا عَجِبْتُ مِمَّنْ یَقْطَعُ الْبَوَادِیَ وَالْقِفَارَ وَالْمَفَاوِزَ حَتّٰی یَصِلَ اِلٰی بَیْتِہٖ وَحَرَمِہٖ لِاَنَّ فِیْہِ اٰثَارَ اَنْبِیَآئِہٖ کَیْفَ لَا یَقْطَعُ بَادِیَۃَ نَفْسِہٖ وَھَوَاھَا حَتّٰی یَصِلَ اِلٰی قَلْبِہٖ لِاَنَّ فِیْہِ اٰثَارَ مَوْلَاہُ یعنے تعجب کرتا ہوں اُس آدمی سے کہ جس نے جنگلوں اور بیابانوں کو قطع کیا ہو تاکہ خدا کے گھر بیت اللہ تک کہ پہنچے کہ اُسمیں اُسکے انبیاء کی آثار ہیں کیوں اپنے نفس کے جنگل اور خواہش کے سمندر کو قطع نہیں کرتا کیونکہ اُسمیں اُسکے مولا کی آثار موجود ہیں یعنے دل کہ اُس کی معرفت کی جگہ ہے اور جو کعبہ سے زیادہ بزرگی کے لائق کیونکہ تیری خدمت کا قبلہ اسوجہ سے کعبہ ہے کہ ہمیشہ نظر بندہ کی اُس کی طرف ہے اور دل وہ ہے کہ ہمیشہ نظر حق کی اُس کی طرف ہو اور جہاں کہ دل ہے دوست اُسی جگہ ہے اور جہاں اُس کا حکم ہے پس میری مراد وہاں پر بھی ہے اور جس جگہ

کہ انبیاء علیہم السلام کا اثر ہے وہاں میرے دوستوں کا قبلہ ہے واللہ اعلم بالصواب

اور بعض اُن میں سے شیخ باخطر اور صفات بشر سے فانی ابو عبداللہ محمد بن علی الترمذی رحمۃ اللہ علیہ
فنون علم میں کامل اور امام تھے اور محتشمان شیخ مشائخ تھے اور ان کی تصنیفات
بہت ہیں اور کرامتیں ظاہر ہیں اور ہر کتاب کے بیان میں مثل ختم الولایت اور کتاب
النہج اور نوادر الاصول اور سوائے اس کے دوسری کتابیں بہت ہیں میرے نزدیک بہر اتمام
اس کا شکال ہے۔ اس نے کہا کہ محمدؐ در یتیم ہے جو تمام عالم میں مثال نہ رکھے اور
علوم ظاہر میں بھی اُن کی تصنیف ہے اور حدیثوں میں بڑے مرتبہ کی سند رکھتے
ہیں اور ایک تفسیر کی ابتدا کی تھی اور عمر نے وفا نہ کی جو اس کو پورا کرتے جس قدر کہ
تصنیف کی ہے اہل علم میں پھیلی ہوئی ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاص یاروں میں
سے ایک شخص کے پاس فقہ پڑھی تھی اور اُن کو ترمذی میں محمد حکیم کہتے ہیں اور
اُس ولایت کے لوگ اور صوفی اُن کی اقتدا کرتے ہیں اور اُن کے مناقب بہت ہیں
اور آپ نے حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے عالم خواب میں تعلیم پائی تھی۔
اور اُن کے مرید ابو بکر وراق روایت کرتے ہیں کہ ہر یکشنبہ کو خضرؑ اُن کے
پاس آتے اور اُن سے ایک دوسرے کے واقعات پوچھتے کہ کہا مَنْ جَهِلَ بِأَوْصَافِ
الْعُبُودِيَّةِ كَانَ أَجْهَلَ بِأَوْصَافِ الرُّبُوبِيَّةِ یعنے جو کہ شریعت کے علم اور بندگی کرنے کے اوصاف
میں جاہل ہو وہ شخص خداوند تعالےٰ کے اوصاف میں زیادہ جاہل ہو اور جو کہ
ظاہر میں معرفت نفس کی طرف راہ نہ جانے وہ حق تعالےٰ کی معرفت کی بالکل
راہ نہ جانے اور جو کوئی صفات بشریت کی آفات کو نہ دیکھے وہ حق کی صفات کے
لطیفوں کو نہ جانے کیونکہ ظاہر کا باطن کے ساتھ تعلق ہے اور جو کہ ظاہر کے
ساتھ تعلق کرے تو بے باطن کے محال ہو اور جو کوئی باطن کا دعویٰ کرے بغیر ظاہر کے وہ بھی محال ہو پس معرفت
وصاف ربوبیت کی ارکان عبودیت کی صحت سے متعلق ہے اور بغیر اس کے درست نہیں ہوتے

اور یہ بات اصل میں سخت اور مفید ہے جو اپنے مقام پر پوری بیان کی جاوے گی انشاء اللہ تعالےٰ۔

اور بعض اُن میں سے امت کے زاہدوں کی شرف اور فقر وصفوت والوں کے مزکی ابو بکر محمد بن عمر الوراقؒ بزرگان مشائخ سے تھے اور اُن کے زہد کے پیشوا اور احمد خضرویہ کو دیکھا تھا اور محمد بن علیؒ کے ساتھ صحبت کی تھی اور آداب ومعاملات میں اُن کی کتابیں ہیں اور مشائخ نے اُن کو موذب اولیاء کہا ہے اور وہ حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک روز محمد بن علی ترمذی نے چند جزو مجھ کو دیے کہ دریا میں اُن کو ڈال دے میرے دل نے اجازت نہ دی وہ گھر میں میں نے رکھی اور میں آیا اور کہا کہ ڈالا میں نے کہا کیا دیکھا تو نے میں نے کہا کچھ نہیں دیکھا کہا تو نے نہیں ڈالا لوٹ اور اُن کو پانی میں ڈال پھر لوٹا میں اور میرے دل کو برہان و وسواس نے پکڑا اور اُن اجزا کو میں نے پانی میں ڈالا پس پانی اُسی وقت دو ٹکڑے ہوگیا اور اُس میں سے ایک صندوق ظاہر ہوا کہ جس کا سر کھلا ہوا تھا جب وہ اجزا پانی میں پڑے اور صندوق میں آگئے تو سر اُس کا آپس میں مل گیا اور پانی بھی جمع ہوگیا اور صندوق گم ہوگیا۔ میں نے یہ تمام ماجرا آکر شیخ سے بیان کیا آپ نے فرمایا کہ اب بیشک تو نے اجزا کو پانی میں ڈالا میں نے عرض کیا کہ یا حضرت اس بات کا بھید مجھ سے فرمائیے کہ وہ کیا چیز تھی جو پانی میں ڈالی گئی اور وہ صندوق کیا تھا جو پانی سے برآمد ہوا اور خود ہی غائب ہوگیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک کتاب تصنیف کی تھی جس کا سمجھنا عقل پر مشکل تھا لہٰذا اُس کو حضرت خضر علیہ السلام نے طلب فرمایا تھا اور خدا تعالےٰ نے پانی کو حکم فرمایا تھا کہ اُن کو پہونچا دے چنانچہ اُس نے بموجب ارشاد باری ان اجزاء کو حضرت خضر کے پاس پہونچا دیا اور ابو بکر وراق سے منقول ہے کہ کہا

اَلنَّاسُ ثَلٰثَۃٌ اَلْعُلَمَاءُ وَالْاُمَرَاءُ وَالْفُقَرَاءُ فَاِذَا فَسَدَ الْعُلَمَاءُ فَسَدَ الطَّاعَۃُ

وَالشَّرابعتہٗ وَاِذَا فَسَدَ الْاُمَرَاءُ فَسَدَ الْمُعَاشُ وَاِذَا فَسَدَ الْفُقَرَاءُ فَسَدَ الْاَخْلَاقُ

یعنی آدمی تین گروہ ہیں ایک امیر دوسرے عالم تیسرے فقیر لوگ یعنی جب امیر تباہ ہوں تو معاش خلق کی تباہ ہو اور جب عالم تباہ ہوں تو شریعت کی طاعت خلق پر تباہ ہو اور جب فقرا تباہ ہوں تو خلق کی عادتیں تباہ ہوں پس امرا اور سلاطین کی تباہی ظلم سے ہو اور علما کی تباہی لالچ سے ہو اور فقیروں کی تباہی ریاست طلبی سے ہے اور جبتک بادشاہ علماء سے روگردانی نہ کریں تباہ نہ ہوں۔ اور جبتک علمار بادشاہوں سے صحبت نہ کریں تباہ نہ ہوں اور جبتک فقرار یاست نہ تلاش کریں تباہ نہ ہوں اس واسطے کہ ظلم بادشاہوں کا بے علمی سے ہو اور طمع علمار کی بیدیانتی سے اور ریاست فقرا کی بے توکلی سے ہو پس بادشاہ بے علم اور عالم بے عمل اور فقیر بے توکل شیطان کی نزدیکی کا باعث ہے اور فساد تمام خلق کا ان تین گروہ کے فساد سے متعلق ہے۔ اور بعض اُن میں سے توکل ورضا کے سفینہ اور طریق فنا کے سالک ابوسعید احمد بن عیسٰی الخرازؒ تھے جو مریدوں کے احوال بیان کرنے والے اور طالبوں کے اوقات کی برہان تھے پہلے آپ فنا اور بقا کے طریق کو بیان کرتے تھے اور آپ کے مناقب مشہور ہیں اور ریاضت اچھی ہے اور نکتہ مذکور اور تصانیف معلوم اور کلام رموز عالی سے ہے آپ نے حضرت ذوالنون مصریؒ کو پایا تھا اور بشر حافی اور سری سقطی کے ہم صحبت تھے اُن سے منقول ہے جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْہَا قَالَ وَاعَجَبًا مِمَّنْ لَا یَرٰی مُحْسِنًا غَیْرَ اللّٰہِ کَیْفَ لَا یَمِیْلُ بِکُلِّیَّتِہٖ اِلَی اللّٰہِ یعنی دلوں کی پیدائش اُس شخص کی دوستی پر ہے کہ جسکے ساتھ اچھائی کرے یعنی جوکوئی کسی کے مقابلہ میں بھلائی کرے بالضرور وہ شخص اُس نیکی کرنے والے کو دل میں دوست رکھے گا اور حضرت ابوسعید نے فرمایا ہے کہ تعجب اُس آدمی پر ہے کہ تمام عالم میں سوائے خداوند عزوجل کے محسن نہ جانے

اور کیونکر دل بالکلیہ اُس کے ساتھ موافقت نہیں کرتا اس واسطے کہ احسان حقیقت میں وہ شخص کرتا ہے کہ جو عین خیر کا مالک ہو کیونکہ اُس شخص کے حق میں نیکی کرتا ہے جو اس نیکی کا محتاج ہو اور جس شخص پر اور شخص احسان کرتا ہے تو اُس کو دیکھے وہ کیونکر کرتا ہے اور وہ کیونکر کسی کے ساتھ احسان کریگا پس ملک اور ملک خداوند تعالےٰ کا ہے اور وہ غیر سے بے نیاز ہے اور وہ وہی کہ غیر سے بے پرواہ ہے اور جب دوستوں نے حق اس بات کا جانا تو منعم کو انعام اور محسن کو احسان میں دیکھا اور بالکل اُس کی دوستی میں قید ہوگئے اور اُس کی غیر سے روگردانی کی۔ اور بعض اُن میں سے بشاہ محققان اور دلیل مریداں ابوالحسن علی بن محمد الاصفہانیؒ ہیں اور نیز کہتے ہیں کہ علی بن سہل کبار مشائخ سے تھے اور جنیدؒ کے انکے ساتھ مکاتبات لطیفہ ہیں اور عمرو بن عثمان مکی انکی زیارت کیلئے اصفہان گئے اور یہ طریق ظاہر میں ستودہ اور باطن میں صاف ریاضت سے آراستہ اور فتن و آفت سے محفوظ اور حقائق و معاملت میں زبان اچھی اور دقائق و اشارت میں زبان لطیف آپ کی تھی اور اُن سے منقول ہے اَلْحُضُوْرُ اَفْضَلُ مِنَ الْیَقِیْنِ لِاَنَّ الْحُضُوْرَ وَطَنَاتٌ وَالْیَقِیْنُ خَطَرَاتٌ یعنے حضور حق کے ساتھ زیادہ بزرگ ہے یقین حق سے اسواسطے کہ حضور متوطن ہے دل میں اور غفلت اُس کے ساتھ جائز نہ ہو اور یقین خاطر ہو کہ کبھی آوے اور کبھی جاوے پس حاضر لوگ پیشگاہ میں ہوں اور یقین والے درگاہ پر اور حضور و غیبت میں اس کتاب میں ایک باب تنہا آوے گی انشاء اللہ تعالےٰ اور نیز فرمایا مِنْ وَقْتِ اٰدَمَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ النَّاسُ یَقُوْلُوْنَ الْقَلْبُ وَ اَنَا اُحِبُّ اَنْ اَرٰی رَجُلًا یَّصِفُ اَیْشَ الْقَلْبُ اَوْ کَیْفَ الْقَلْبُ فَلَا اَرٰی یعنی آدم کے وقت سے قیامت قائم ہونے تک آدمی کہیں گے کہ دل اور میں دوست رکھتا ہوں اس بات کو کہ کوئی مرد دیکھوں کہ دل کی صفت کرے اور کہے کہ دل کیا ہے یا دل کیسا ہی پس نہیں دیکھتا ہوں میں اور عام لوگ اُس گوشت کے ٹکڑے کو دل کہتے ہیں اور وہ خاصکر مجنونوں

اور مغلوبوں اور طفلوں کے ہو لیکن بے دل ہوں پس دل کیا ہو کہ دل سے سوائے عبارت کے نہیں سنتا ہوں ہیں یعنے اگر عقل کو دل کہوں میں وہ دل نہیں ہی اور اگر روح کو دل کہوں وہ بھی دل نہیں اور اگر علم کو دل کہوں وہ بھی دل نہیں ہی یعنے تمام شواہد حق کا قیام ویسے ہی اور اس سے سوائے عبارت کے موجود نہیں آور بعض اُن میں سے پیر اہل تسلیم اور طریق محبت میں مستقیم ابوالحسن محمد بن اسماعیل خیر النساج بزرگان مشائخ سے تھے اور اپنے وقت میں معاملات میں ایک بیان اچھا بیان رکھتے تھے اور عبارت تہذیب اور عمر دراز پائی تھی اور شبلی اور ابراہیم رحمہم اللہ نے بالخصوص ان کی مجلس میں توبہ کی شبلی کو جنید کے پاس بھیجا خاصکر حرمت جنید کی حفاظت کے واسطے اور وے مرید سری سقطی کے تھے اور اقران جنید اور ابوالحسن نوری سے تھے اور جنید کے نزدیک محترم تھے اور ابوحمزہ بغدادی نے ان کا ایجاب تمام کیا تھا اور اس طرح منقول ہے کہ خیر النساج کہنے کا سبب یہ تھا کہ جب اپنی مولودگاہ سے سامرہ میں گئے اور ان کا گذر حج کے ارادہ سے کوفہ میں ہوا تو کوفہ کے دروازہ پر ایک دربان نے ان کو پکڑا کہ تو میرا بندہ ہے۔ اور خیر نام ہے انہوں نے یہ حق سے دیکھا اور اس مرد کے خلاف نہ کیا بہت برسوں تک اُس کا کام کرتے رہے جس وقت کہ ان سے کہتے یا خیر یہ کہتے لبیک تو وہ آخر مراد اپنے کئے ہوئے سے پشیمان ہوا ان سے کہا جا میں نے غلطی کی تھی تو میرا بندہ نہیں ہے پس گئے آپ اور اس مرتبہ پر پہونچے کہ جنید نے کہا خیر خیرنا زیادہ دوست رکھتے کہ ان کو خیر کہتا اور کہتے جائز نہ ہو کہ مرد مسلمان نے میرا کوئی نام رکھا ہو میں نے اس کو پھیرا اور کہتے ہیں کہ جب وفات اُن کی قریب ہوئی تو نماز شام کا وقت تھا جب موت کے پنجہ میں آئے اور آنکھ کھولی اور ملک الموت کو دیکھا تو کہا قِفْ عَافَاكَ اللّٰهُ اِنَّمَا اَنْتَ عَبْدٌ مَّامُوْرٌ وَّ اَنَا عَبْدٌ مَّامُوْرٌ وَّمَا اُمِرْتَ بِهٖ لَا يَفُوْتُكَ وَمَا اُمِرْتُ بِهٖ فَهُوَ شَيْءٌ يَّفُوْتُنِیْ فَدَعْنِیْ اَمْضِیْ فِيْمَا اُمِرْتُ بِهٖ ثُمَّ اَمْضِ بِمَا اُمِرْتَ بِهٖ یعنے

کھڑا ہو معاف کرے تجھکو اللہ کیونکہ تو بندہ فرماں بردار ہے اور میں بندہ فرمانبردار ہوں
وہ جو تیرے واسطے حکم دیا گیا ہے وہ تجھ سے فوت نہیں ہوتا ہے یعنی جان لینا اور وہ
جو میرے واسطے حکم دیا ہے مجھ سے فوت ہوتا ہے یعنی نماز شام پس مجھکو چھوڑ تا کہ
اپنا حکم ادا کر دوں تو میں تجھ کو چھوڑوں تاکہ تو اپنا حکم ادا کرے اُس وقت پانی مانگا اور
وضو کیا اور شام کی نماز ادا کی اور جان دی اور اُسی رات اُن سے خواب میں پوچھا۔ کہ
خداوند تعالےٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا کہا لَا تَسْأَلْنِي عَنْ هٰذَا وَلٰكِنِ اسْتَرَحْتُ مِنْ
دُنْيَاكُمْ یعنے مجھ سے اس معاملہ میں مت پوچھ ہاں مگر تمہاری دنیا سے چھوٹ گیا او
اُس سے منقول ہے کہ کہا اپنی مجلس میں شَرَحَ اللهُ صُدُوْرَ الْمُتَّقِيْنَ بِنُوْرِ الْيَقِيْنِ وَكَشَفَ
بَصَائِرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِنُوْرِ حَقَائِقِ الْاِيْمَانِ یعنی متقیوں کو یقین سے چارہ نہیں ہے کیونکہ
اُن کے دلوں کو یقین کے نور سے منشرح کیا ہے اور مؤمن کو حقائق ایمان سے چارہ نہیں
ہے کیونکہ اُس کے عقل کی بصارت ایمان کے نور سے ہی پس جس جگہ کہ ایمان ہو
یقین ہو اور جس جگہ کہ یقین ہو تقویٰ ہو اس سبب سے کہ یہ قرینہ ایک دوسرے کا ہے
یعنے ایک تابع دوسرے کا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

اور بعض اُن میں سے داعی عصر اور یگانہ دہر ابو حمزۃ الخراسانی خراسان کے قدیم مشائخوں
سے تھے اور ابو تراب کے ساتھ صحبت پائی تھی اور حضرت خراز کو دیکھا تھا
اور توکل میں پورا قدم رکھتے تھے اور حکایتوں میں مشہور ہے کہ وہ ایک دن
جاتے تھے اور کنوئیں میں گر پڑے جب تین روز اُس میں گذر گئے۔ تو
ایک گروہ مسافروں کا اُس کنوئیں پہ پہونچا اپنے دل میں کہا ان کو
آواز دوں پھر کہا یہ بات اچھی نہیں ہے کہ سوائے حق کے غیر سے
مدد چاہوں اور یہ شکایت ہوگی کہ خاص کر ان سے کہوں کہ میرے
خداوند نے مجھکو کنوئیں میں ڈالا ہے اب تم مجھے باہر نکالو اتفاقاً وہ خود ہی

سب لوگ کنوئے پر آگئے اور کنوئے کی جو من نہ دیکھی تو آپس میں مشورہ کیا کہ آؤ اس کا منہ کسی چیز سے ڈھانپ دیں تاکہ کوئی مسافر اس میں نہ گر پڑے۔ کہا میرا نفس اس حالت سے اضطراب میں آیا اور اپنی جان سے ناامید ہوا اور جب انہوں نے کنوئیں کے سر کو مضبوط کیا اور لوٹ گئے تو میں نے حق کے ساتھ مناجات شروع کی اور مرنے پر دل میں نے رکھا اور سب خلق سے ناامید ہوا میں جب صبح ہوئی تو کنوئیں سے میں نے آواز سُنی اور جب میں نے اوپر کو نگاہ کی کہ دیکھوں تو سہی۔ کہ کسی نے کنوئیں کے منہ کو کھولا اور ایک جانور عظیم میں نے دیکھا کہ مانند اژدہے کے کہ دُم اُس نے اندر کی میں نے جانا کہ میری نجات اس میں ہے اور یہ حق کا بھیجا ہوا ہے پس اُس کی دُم میں لٹک گیا تو مجھ کو کھینچا پس ایک ہاتف نے آواز دی کہ تیری اچھی نجات ہے یا ابا حمزہ ایک آفت کے ذریعے تجھ کو آفت نجات ہم نے دی اور اُن سے پوچھا کہ غریب کون ہے کہا اَلْمُسْتَوْحِشُ مِنَ الْاُلِفِ یعنے جو شخص الفت سے خوفناک ہو یعنے سب الفتیں اُس کی وحشت ہو جائیں وہ غریب ہی اس سبب سے کہ درویش دنیا اور عقبے میں وطن نہیں رکھتا ہے اور الفت وطن میں وحشت نہیں ہوتی جب اُس کی الفت کون سے منقطع ہو گئی تو وہ سب سے متوحش ہو گیا اور یہ درجہ بہت رفیع ہے واللہ اعلم بالصواب ۔

اور بعض اُن میں سے داعی مریدان بحکم فرمان ابو العباس احمد بن مسروق بزرگان اور اجلہ خراسان سے تھے اور جملہ اولیا کا اتفاق ہے کہ وہ اوتاد الارض تھے اور اُن کے قطب المدار علیہ الرحمۃ ہم صحبت تھے اُن سے پوچھا کہ ہم سے فرمایئے کہ قطب کون ہے آپ نے ظاہر نہ کیا لیکن کچھ اشارہ سے ایسا کیا کہ جنید ہے اور انہوں نے چالیس صاحب تمکین کی خدمت کی تھی اور ان سے فائدہ حاصل کیا تھا اور علوم ظاہر باطن میں کامل تھے اُن سے منقول ہے کہ کہا مَنْ کَانَ سُرُوْرُہٗ بِغَیْرِ الْحَقِّ سُرُوْرُہٗ

یُوْرِثُ الْھُمُوْمَ وَمَنْ لَّمْ یَکُنْ اُنْسُہٗ فِیْ خِدْمَۃِ رَبِّہٖ فَاُنْسُہٗ یُوْرِثُ الْوَحْشَۃَ یعنی جو کوئی سوائے خداوند کے شاد ہو اُس کی شادی جملہ اندوہ ہو اور جس کی خدمت خداوندی میں انس ہو انس اُس کی جملہ وحشت ہو یعنی جو چیز اُس کے سوا ہے فنا ہے اور جو کہ فنا کے ساتھ شاد ہو جب فنا کی فنا ہو وہ اندوہ گین ہو اور سوائے اُس کی عبادت کے عیب ناجائز ہے اور جب حقیری مکونات کی ظاہر ہو انس اُس کی جملہ وحشت ہو پس اندوہ و وحشت تمام عالم کی غیر کی رویت میں ہے واللہ اعلم۔

اور بعض اُن میں سے متوکلوں اور محققوں کے اُستاد شیخ ابو عبداللہ بن احمد اسمٰعیل المغربی رضہ ہیں جو بزرگان اور متقدمان وقت سے تھے اور اپنے زمانہ کے اُستاد اولیا کے مقبول اور اپنے مریدوں کے مراعی تھے اور ابراہیم خواص اور ابراہیم شیبانی رحمہم اللہ تعالےٰ دونوں اُس کے مرید تھے اور اُس کے کلام عالی اور براہین واضح ہیں اور تجرید دنیا میں قدم پورا رکھتے تھے اُس سے منقول ہے کہ کہا مَا رَاَیْتُ اَنْصَفَ مِنَ الدُّنْیَا اِنْ خَدَمْتَھَا خَدَمَتْکَ وَاِنْ تَرَکْتَھَا تَرَکَتْکَ یعنی ہرگز دنیا سے منصف زیادہ کوئی چیز نہ دیکھی میں نے کہ جبتک تو اُس کی خدمت کرے وہ تیری خدمت کرے اور جو اُس کو چھوڑے تو تجھ کو چھوڑے جبتک اُس کو طلب کرے تو تجھ کو طلب کرے اور جب اُس سے روگردانی کرے تو اور خداوند کی طلب اختیار کرے تو تجھ سے بھاگے اور اُس کا خیال تیرے دل میں آوے پس جو کوئی صدق کے ساتھ دنیا سے اعراض کرے اُس کے شر سے بے خوف ہو اور اُس کی آفت سے رہائی پاوے واللہ اعلم و باللہ التوفیق۔

اور بعض ان میں سے زمانہ کے پیر اور اپنے زمانہ میں یکتا ابو علی بن الحسن بن علی الجوزجانی ہیں اپنے وقت میں بے نظیر تھے اور اُن کی تصنیفات ظاہر ہیں علم اور معاملات اور رویت آفات میں محمد بن علی الترمذی کے مرید اور ابو بکر

وراق کی اللہ سے تھے اور ابراہیم سمرقندی اُن کے مرید تھے اُن سے منقول ہے کہ کہا اَلْخَلْقُ کُلُّھُمْ فِیْ مَیَادِیْنِ الْغَفْلَۃِ یَرْکُضُوْنَ وَعَلَی الظُّنُوْنِ یَعْتَمِدُوْنَ وَعِنْدَ ھُمْ اَنَّھُمْ فِی الْحَقِیْقَۃِ یَتَقَلَّبُوْنَ وَعَنِ الْمُکَاشَفَۃِ یَنْطِقُوْنَ یعنی قرار گاہ خلق کی بالکل غفلت کا میدان ہے اور بھروسا اُن کا ظن اور آفت پر ہی اور نزدیک اُن کے ایسا ہی کہ کردار اُنکی حقیقت پر ہے اور گویائی اسرار مکاشفہ سے ہی اور اشارہ ان کا پنداشت طبع اور رعونت نفس کی طرف ہے کیونکہ آدمی اگرچہ جاہل ہو اور خاصکر اپنی جہل کا معتقد ہو خصوصًا جاہل متصوف جیسے کہ علمار ان کے اَعَزُّ مَا خَلَقَ اللّٰہُ ہیں اور جہاں ان کے اَذَلُّ مَا خَلَقَ اللّٰہُ ہیں اس سبب سے کہ ان کے عالموں کو حقیقت ہو اور پنداشت نہیں اور ان کے جاہلوں کو پنداشت ہو اور حقیقت نہیں پس غفلت کے میدان میں رہتے ہیں اور اپنی دانست میں جانتے ہیں کہ ولایت کا میدان یہی ہے اور ظن پر بھروسا کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ یقین ہے اور رسم پر جاتے ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ وہ حقیقت ہے اور خواہش سے کہتے ہیں اور جانتے ہیں کہ مکاشفہ ہے، لیس اس باعث سے کہ پنداشت آدمی کے سر سے باہر نہیں ہوتی لیکن حق تعالےٰ کے جلال وجمال کی رؤیت میں کیونکہ جمال کے اظہار میں بالکل اُسکو دیکھیں اور ان کی پنداشت فانی ہووے اور جلال کے کشف میں آپ کو نہ دیکھیں اور ان کی پنداشت سر باہر نہ نکلے واللہ اعلم

اور بعض اُن میں سے باسط علوم اور واضح رسوم ابو محمد بن احمد بن الحسین الحریری رض ان کے صاحب سر جنید تھے اور سہل بن عبداللہ کی صحبت بھی پائی تھی اور ہر قسم کے علموں سے خبردار تھے اور فقہ میں امام وقت تھے اور اصول اچھا جانتے تھے اور تصوف کے طریق میں ایسے تھے کہ جنید رض نے اُن سے کہا تھا کہ میرے مریدوں کو ادب اور ریاضت سکھلاؤ اور جنید کے بعد ولیعہد وہ ہی تھے

کہ اُن کی جگہ پر بیٹھے اور اُن سے منقول ہے کہ کہا دَوَامُ الْاِیْمَانِ وَقِوَامُ الْاَدْیَانِ وَصَلَاحُ الْاَبْدَانِ فِیْ ثَلٰثَۃِ خِصَالٍ اَلْاِکْتِفَاءُ وَالْاِتِّقَاءُ وَالْاِحْتِمَاءُ فَمَنِ اکْتَفٰی بِاللہِ صَلُحَتْ سَرِیْرَتُہٗ وَمَنِ اتَّقٰی مَا نَھَی اللہُ عَنْہُ اِسْتَقَامَتْ سِیْرَتُہٗ وَمَنِ احْتَمٰی مَا لَمْ یُوَافِقْہُ اِرْتَاضَتْ طَبِیْعَتُہٗ فَثَمَرَۃُ الْاِکْتِفَاءِ صَفْوُ الْمَعْرِفَۃِ وَعَاقِبَۃُ الْاِتِّقَاءِ حُسْنُ الْخَلِیْقَۃِ وَغَایَۃُ الْاِحْتِمَاءِ اِعْتِدَالُ الطَّبِیْعَۃِ یعنی ایمان کی ہمیشگی اور دین کی مضبوطی اور بدن کی اصلاح تین چیزیں ہے ایک پسند کرنا اور دوسرے پرہیز کرنا اور تیسرے غذا نگاہ رکھنا جو کہ خدا کو پسند کرے اُس کا سر صلاح کے ساتھ ہو اور جو کوئی اُس کی نہی سے پرہیز کرے اُس کی سیرت اچھی ہو اور جو کہ اپنی غذا کو نگاہ رکھے اُس کا نفس ریاضت پاوے پس بدلا اکتفا کا معرفت کی صفوۃ ہو اور تقوےٰ کی انتہا نیک عادت ہو اور حفاظت غذا کی غایت تندرستی اور اعتدال طبیعت ہو جو کہ خداوند کے ساتھ پسندکار ہو اُس کی معرفت مصفا ہو اور جو کہ تقوےٰ کے معاملہ میں چنگل مارے اُس کا خلق اچھا ہو دنیا اور آخرت میں جیسا کہ حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ کَثُرَ صَلٰوتُہٗ بِاللَّیْلِ حَسُنَ وَجْھُہٗ فِی النَّھَارِ یعنی جس کسی کی رات کو نماز زیادہ ہو اس کا منہ دن میں بہت اچھا ہو اور حدیث میں ہے کہ قیامت میں متقی آئیں گے وُجُوْھُھُمْ نُوْرٌ عَلٰی مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ یعنی نورانی چہروں کے ساتھ اور جو کہ غذا کی حفاظت کے طریق کو اختیار کرے اُس کا بدن بیماریوں سے اور اُس کا نفس شہوت سے محفوظ ہو اور یہ بات جامع ہے اور اچھی ہے اور سننے کے قابل ہے واللہ اعلم بالصواب

اور بعض اُن میں سے طریقوں کے شیخ اور اہل صفا کے پیشوا ابو العباس احمد بن محمد بن سہل الآملی رضی اللہ عنہ بزرگان مشائخ سے تھے اور ان کے محتشموں سے تھے اور ہمیشہ کے بزرگ تھے اپنے اقران میں اور علم تفسیر و قرأت میں عالم تھے اور لطائف قرآن سے ماہر کہ وہ اس کے ساتھ مخصوص تھے اور حضرت جنید کے کبار مریدوں سے

تھے اور ابراہیم مارستانی کے ساتھ صحبت کی تھی۔ اور ابو سعید خراز اُن کی پوری بزرگی رکھتے تھے اور سوا اُن کے کسی کو تصوف میں تسلیم نہ کرتے اُن سے منقول ہے کہ کہا اَلسُّکُوْنُ عَلٰی مَا لُوْفَاتِ الطَّبَائِعِ یَقْطَعُ صَاحِبَھَا عَنْ بُلُوْغِ دَرَجَاتِ الْحَقَائِقِ یعنے اُن چیزوں سے آرام پکڑنا کہ طبیعت کو اُن کے ساتھ الفت ہو مرد کو درجات حقائق سے دور پھینکدیتا ہے یعنی جو کوئی مالوفات طبع سے آرام اُٹھاوے وہ حقیقت سے باز رہے اس واسطے کہ طبیعتیں ادوات اور آلات نفس ہیں اور نفس محل حجاب ہے اور حقیقت محل کشف اور مرید محجوب ساکن مثل مکاشف کے نہ ہو پس ادراک حقائق کا محل کشف ہے اُس سبب سے کہ طبیعتوں کی الفت دو چیز سے ہو ایک دنیا اور اُس کے اخوات سے اور دوسرے عقبےٰ اور اُس کے احوال سے جو شخص دنیا کے ساتھ الفت پکڑے بسبب جنسیت کے اور عقبےٰ کے الفت پکڑے بباعث پندار کے اور ناجنس و ناشناخت ہونے کے باعث یعنے الفت اُس کی پنداشت عقبےٰ کے ساتھ ہو نہ اُس کی عین کے ساتھ پس اگر حقیقت کو تونے پہچانا تو اس سرائے سے تعلق ترک کر اور جب اس سرائے سے علیحدگی ہوئی تو طبیعت کی ولایت تمام ہوئی اُس وقت حقیقتوں کا نتیجہ کو کشف ہو کیونکہ وہ سرائے بالطبع سوائے فنا رطبع کے ہے جو خوشی نہ رکھے لَا أُذُنٌ فِیْھَا مَا لَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ یعنے عقبےٰ کا خوف اس سبب سے ہی کہ اُسکی نہ پذیر خطر ہے اور پس خطر نہ رکھے وہ چیز کہ دلوں میں آوے اور چونکہ عقبےٰ کی حقیقت کی معرفت میں وہم عاجز ہو تو طبیعت کو اُس کی ذات کے ساتھ کیونکر الفت درست ہووے اور پس ثابت ہوا کہ طبیعت کی الفت عقبےٰ کے پندارے ساتھ ہے واللہ اعلم

اور بعض اُن میں سے معنی میں مستغرق اور دعوے کے مستھلک ابو المغیث الحسین بن

منصور الحلاج رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو مشتاقان اور مستان طریقت سے تھے اور حال قوی اور ہمت عالی رکھتے تھے اور اکثر مشائخ اس کی شان میں مختلف ہیں بلکہ ایک گروہ کے نزدیک وہ مردود ہیں اور ایک گروہ کے نزدیک وہ مقبول ہیں جن کے نزدیک مردود تھے وہ عمرو بن عثمان المکی اور ابو یعقوب نہرجوری اور ابو یعقوب اقطع اور علی بن سہل صفہانی کے اور سوائے ان کے اور ایک گروہ نے اُن کو قبول کیا ہے جیسے ابن عطا اور محمد بن خفیف اور ابو القاسم نصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور جملہ متاخرین نے اُن کو قبول کیا ہے۔ اور بعض گروہ نے اُن کے معاملہ میں توقف کیا ہے مثل حضرت جنید اور حضرت شیخ شبلی اور حریری اور حصری کے اور سوائے ان کے اور بعض گروہ نے سحر اور اس کے اسباب کے ساتھ اُس کو منسوب کیا ہے۔ لیکن ہمارے زمانہ میں شیخ المشائخ شیخ ابو سعید ابو الخیر اور شیخ ابو القاسم گرگانی اور شیخ ابو العباس شقانی رحمۃ اللہ علیہ ان کے معاملہ میں ایک سر رکھتے ہیں اور ان کے نزدیک وہ بزرگ تھے اور لیکن اُستاد ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ اگر ارباب معانی اور حقیقت سے ایک تھے تو خلق کے جدا کرنے سے وہ جدا نہیں ہو سکتے اور اگر طریقت کے مہجور اور حق کے مردود تھے تو خلق کے قبول کرنے سے مقبول نہیں ہو سکتے اور بسبب تسلیم کے اُن کو اُن کی طرف چھوڑتے ہیں اور بسبب اُس قدر نشان کے کہ حق سے اُن کے ساتھ ہیں ملتے پایا اس وجہ سے اُن کو ہم بزرگ کہتے ہیں لیکن ان سب مشائخوں سے سوائے تھوڑوں کے اُن کے فضل اور کمال اور صفائی حال اور کثرت اجتہاد و ریاضت شاقہ کے ہم منکر نہیں ہیں اور اس کتاب میں اُن کے ذکر کو تحریر نہ کرنا امانت کے خلاف تھا کیونکہ بعضے ظاہر آدمی اُن کی تکفیر کرتے ہیں اور اُس کے منکر ہوتے ہیں اور اُن کے حالات کو عذر و حیلہ اور سحر کے ساتھ منسوب کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ حسین بن

منصور حلاج وہ ملحد بغدادی ہے کہ جو استاد محمد بن زکریا کا ہے اور ابو سعید قرمطی کا دوست ہے اور یہ حسین کہ ہمکو اس کے معاملہ میں اختلاف ہے فارسی تھا اور مشائخ کا اسکو چھوڑ دینا اور رد کرنا اس واسطے نہیں کہ اس کے دین و مذہب میں طعن تھا بلکہ اس کے حال اور روزگار میں ہے کہ شروع میں سہل بن عبد اللہ کا مرید تھا اور اسکے پاس سے بلا اجازت کے چلا گیا اور عمرو بن عثمان مکی سے ملا اور اُن کے پاس سے بھی بلا اجازت چلا گیا اور حضرت جنیدؒ کے ساتھ تعلق پیدا کیا اور جب جنید ہی نے اس کو قبول نہ کیا تو اس سبب سے سب نے اس کو چھوڑ دیا ہے پس وہ مہجور معاملت میں ہے نہ مہجور اصل میں ہے اور یہ نہ دیکھا کہ شبلیؒ نے کہا اَنَا وَالْحَلَّاجُ فِیْ شَیْءٍ وَّاحِدٍ فَخَلَّصَنِیْ جُنُوْنِیْ وَاَهْلَكَهٗ عَقْلُهٗ یعنی میں اور حلاج ایک ہی بات پر ہیں لیکن میرے دیوانہ پن نے مجھے چھوڑا دیا اور اُس کی عقل نے اسے ہلاک کیا اگر وہ اس کے ساتھ مطعون ہوتا تو شبلی نہ کہتا کہ میں اور حلاج ایک چیز میں ہیں اور محمد بن خفیف نے کہا هُوَ عَالِمٌ رَبَّانِیٌّ یعنے وہ عالم ربانی ہے بس تا خوشنودی مشائخ کی اس طریقت میں ہجر اور وحشت کا پھل لاتی ہے اور ان کی تصنیف ظاہر ہے اور جو رموز و کلام مہذب اور اصول و فروع میں ہے اور میں کہ علی بن عثمان الجلابی ہوں میں نے پچاس رسالے ان کی تصنیف سے دیکھے ہیں کہ جو بغداد اور اُس کے نواحی اور خوزستان اور فارس اور خراسان کے بعض اطراف میں ہیں میں نے دیکھے ہیں یعنے جیسے کہ ابتدا مریدوں کی ہو اُن سے بعضے قوے زیادہ اور بعضے ضعیف زیادہ اور بعضے سہل زیادہ اور بعضے شنیع زیادہ ہوتے ہیں اور جبکہ کسی کو حق سے نمود ہو قوت حال بیان کر دیتا ہے اور اُس کی فضل حق سے مدد کرتا ہے اور یہ بات مثل معمے کے ہوتی ہے اور خاص کر کہ معتبر اپنی عبارت میں جلدی اور تعجب کرے اُس وقت اوہام کو اُس کے سننے سے نفرت زیادہ ہو اور عقلیں اُس کی ادراک سے باز رہیں اور اُس وقت کہیں کہ یہ بات بلند ہے اور ایک گروہ منکر ہو جہل سے اور ایک گروہ اقرار کرے جہل کے

ساتھ اور ان کا انکار مثل اقرار کے ہے لیکن جب محقق اور بصیرت والے دیکھیں تو عبارت میں نہ لٹکیں اور اُس کے تعجب میں مشغول نہ ہوں اور ذم و مدح سے فارغ ہوں اور انکار و اقرار سے آسودہ ہوں اور پھر وہ لوگ کہ اُس جوانمرد کے حال کو سحر کے ساتھ منسوب کرتے ہیں وہ محال ہے اس واسطے کہ سحر سنت وجماعت کے اصول میں حق ہے جیسے کہ کرامت حق ہے لیکن کمال کفر کے حال میں سحر ظاہر ہوتا ہے اور کمال معرفت کے حال میں کرامت کا ظہور ہوتا ... ہے اس واسطے کہ ایک تو غضب آلہی کا نتیجہ ہے اور دوسرا رضائے آلہی کا خزانہ ہے اور یہ بات اثبات کرامات کے باب میں اس سے زیادہ مشرح بیان کروں گا اور اہل بصیرت کا اس امر پر اتفاق ہی کہ مسلمان اہلِ سنت سے خاسر اور ساحر نہ ہوگا اور کافر اہلِ کرامت نہ ہوگا کیونکہ دو اضداد مجتمع نہیں ہوتے اور حسین رض جبتک رہے نیک لباس میں رہے اور نماز اچھی طور پر ادا کرتے رہے اور ذکر اور مناجات بہت کیا کرتے اور روزے ہمیشہ رکھتے اور حمد مہذب کرتے رہے اور توحید میں اُن سے نکتے لطیف ہیں اگر افعال اُن کے سحر ہوتے تو یہ سب اُن سے محال ہوتے پس یہ بات درست ہے کہ جو کچھ بات اُن سے صادر ہوئی وہ کرامات تھی اور کرامات سوائے ولی کے دوسرے سے نہیں ہوتی۔ اور بعضی اہل سنت سے اُن کا رد کرتے ہیں اور اُن پر اعتراض اُن کے کلمات میں کرتے ہیں کہ جو بمعنے امتزاج اور اتحاد کے وہ اور تشنیع عبارت میں ہے نہ معنے میں، کیونکہ مغلوب کو امکان عبارت کا نہ ہو تو کہ غلبۂ حال میں اُس کی عبارت صحیح ہو اور نیز جائز ہو کہ معنے میں عبارت مشکل ہو اور عبارت بنانے والے کا مقصود آسان طور پر نہ معلوم ہو سکے لیکن میں نے بغداد اور اُس کے نواح میں ملحدوں کے ایک گروہ کو دیکھا ہے کہ جو دعوے دوستی کا اُس کے ساتھ رکھتے تھے اور اُس کے کلام کو اپنے زندقہ پر اُنہوں نے دلیل کیا تھا اور اسم حلاجی کا آپ پر رکھتا تھا

اور اُس کے کلام میں غلو کرتے تھے مثل فرقہ روافضہ کو. حضرت علی کی دوستی میں اور میں ان کے کلمات کی رو میں ایک باب میں علیحدہ بیان کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ جس میں ان کے فرقوں کا فرق بیان کیا گیا ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ جاننا چاہیے کہ اُس کا کلام اقتدا کے لائق نہیں اس واسطے کہ مغلوب ہی اپنے حال میں نہ متمکن اور کلام متمکنی چاہیے تاکہ اُس کے ساتھ اقتدا کر سکیں۔ پس وہ ہمارے دل میں بحمد اللہ تعالیٰ عزیز ہے لیکن کسی اصل پر اُن کا طریق مستقیم نہیں ہے اور کسی جگہ پر حال اُس کا منفرد نہیں اور اُسکے احوال میں فتنہ بہت ہیں اور مجھ کو اپنی ابتدا نمو میں اُس سے قوت بہت ہوئی ہی یعنی دلیل اور برہان اور آگے اس سے اُس کے کلام کی شرح میں ایک کتاب میں نے درست کی ہے اور دلیلوں اور مجنوں کے ساتھ علو کلام اور اُس کے حال کی صحت ثابت کی ہے اور اُس کتاب میں کہ سوائے اس کے کہ میں نے تصنیف کی ہے اور اُس کا نام منہاج الدین ہی ابتدا اور انتہا میں اور اس جگہ پر بھی کچھ مختصر تذکرہ اُس کا میں نے کر دیا ہے پس اُس طریق کو کہ اتنے اعتراض سے ہو اُس کی اصل ثابت کرنا چاہیے کیونکہ اُس کے ساتھ تعلق و اقتدا کریں لیکن صاحب خواہش نفسانی کو راستی سے موافقت نہیں ہوتی ہمیشہ وہ کجی کی طرف دوڑتا ہے اور اُس سے تعلق پیدا کرتا ہے اور اُس سے منقول ہی کہ کہا اَلْاَلْسِنَۃُ مُسْتَنْطِقَاتٌ تَحْتَ نُطْقِھَا مُسْتَھْلِکَاتٌ یعنی زبانیں خاموش دلوں کی گویا ہلاک ہیں یہ عبارات بالکل آفت ہیں اور حقیقت میں یعنی عبارات کے لغو ہوں جب معنے حاصل ہوں تو عبارت سے مفقود نہ ہوں اور جب معنے مفقود ہوں تو عبارت سے موجود نہ ہوں سوائے اس کے کہ اُس میں ایک گمان ظاہر ہو اور طالب کو ہلاک کرے تو وہ عبارت کو جانے کہ یہ معنے ہیں۔ واللہ اعلم *

اور بعض اُن میں سے متوکلوں کے سرہنگ اور اہل تسلیم کے سالار ابو اسحٰق ابراہیم بن
احمد الخواص ہیں جو توکل میں ایک شان عظیم رکھتے تھے اور مقام بلند اور بہت مشایخوں
کو پایا تھا اور اُن کی آیات اور کرامات بہت ہیں اور تصنیف اچھی طریقت کے
معاملات میں اُن سے منقول ہے اَلْعِلْمُ کُلُّہٗ فِیْ کَلِمَتَیْنِ لَا تَتَکَلَّفْ فِیْمَا کُفِیْتَ وَلَا
تُضَیِّعْ مَا اسْتُکْفِیْتَ یعنی تمام علم دو کلموں میں مجتمع ہے ایک وہ ہی کہ وہ چیز کہ خدائے
تعالٰے نے اُس کا اندیشہ تیرے دل سے اُٹھا دیا ہے اور تو اُس میں تکلف نہ کرے
اور دوسری وہ چیز کہ تجھکو چاہیے کرنا اور تجھ پر فرض ہے تو ضایع نہ کرے۔ رتا کہ
دنیا و آخرت میں تو توفیق والا ہووے یعنے مراد اس بات سے یہ ہے کہ قسمت
میں تکلف مت کر کیونکہ ازلی قسمت تیرے تکلف کے ساتھ متغیر نہیں
ہوتی، اور اُس کے احکامات میں کمی نہ کر کیونکہ حکم کا ترک کرنا تیری واسطے عذاب
کا پھل لاتا ہے اور اُن سے جب کسی نے پوچھا کہ تم نے عجایبات سے کیا دیکھا۔ کہا
عجایب بہت دیکھے ہیں نے لیکن کوئی بات اس سے زیادہ عجیب نہ ہوگی۔ کہ
خضر پیغمبرؑ نے مجھ سے درخواست کی کہ تو میرا جلیس ہو لیکن اس کو ہیں نے قبول
نہ کیا کہا کس واسطے کہا اس سبب سے نہیں کہ اُس سے بہت اچھا دوست
میں تلاش کرتا تھا بلکہ اس بات سے ڈرا ہیں کہ بدون حق کے اُس پر
اعتماد کروں اور اُس کی صحبت میرے توکل کو نقصان پہونچاوے اور بسبب نافلہ
کے فریضہ سے باز رہوں میں اور یہ درجہ کمال کا ہو۔ اور بعض اُن میں سے
سراپردہ تمکین اور اساس اہل یقین ابو حمزۃ البغدادی البزاز رضہ کبرا اور متکلمان
مشایخ سے تھے اور حارث محاسبی کے مرید تھے اور سری سقطی کے ساتھ
رہے تھے اور نوری اور خیر منساج کے قران تھے اور مقتسمان مشایخ کی صحبت
سے فیض یاب تھے صحبت کی تھی .... اور بغداد کی مسجد رصافہ میں

وعظ کرنے تھے اور بڑے عالم تھے اور تفسیر اور قرأت میں بےمثل تھے اور اُن کی روایات عالی تھیں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں اور وہ وہ تھے کہ واقعہ نوری اور اُن کے بلا کے وقت میں اُن کے ساتھ تھے کہ خداوند نے سب کو خلاصی دی اور اُن کی حکایت مذہب نوری کی شرح میں بیان کرونگا اُن سے منقول ہے کہ کہا اِذَا اَسْلَمَتْ مِنْكَ نَفْسُكَ فَقَدْ اَدَّيْتَ حَقَّهَا وَاِذَا اَسْلَمَ مِنْكَ الْخَلْقُ قَضَيْتَ حُقُوْقَهُمْ یعنی جبکہ تیرے تن نے تجھ سے سلامتی پائی اور اُس کا حق ادا کیا تو نے اور جب خلق نے تجھ سے سلامتی پائی اور اُن کے حقوق ادا کیے تو نے یعنی حقوق دو ہیں ایک حق نفس کا تجھ پر اور ایک حق خلق کا تجھ پر یعنے جب نفس کو معصیت سے روکے تو اور طریق سلامتی نفس اُس جہان کی طلب کرے تو اُسکا حق ادا کرنے والا ہووے تو اور جب خلق کو اپنی بُرائی سے بےخوف کرے تو اور اُن کی بُرائی نہ چاہے تو اُن کا حق ادا کرنے والا ہووے تو اور جب خلق کو اپنی بُرائی سے بےخوف کرے تو اور اُن کی بُرائی نہ چاہے تو ان کا حق ادا کرنے والا ہووے یعنے اس بات کی تو کوشش کر کہ تجھکو اور خلق کو تیری ذات سے بُرائی نہ پہونچے پس اُس وقت حق تعالےٰ کے حق ادا کرنے میں تو مشغول ہو واللہ اعلم۔ اور بعض اُن میں سے اپنے فن میں امام اور عالی حال اور لطیف کلام ابوبکر محمد بن الموسی الواسطی رضی محققان مشائخ سے تھے اور حقائق میں ایک شان عظیم رکھتے تھے اور درجہ بلند اور جملہ مشائخ کے نزدیک ستودہ تھے اور قدیم اصحاب سے جنید رح کے تھے اور عبارت دقیق فرماتے تھے تاکہ ظاہر کے لوگ نہ سمجھیں اور کسی شہر میں آپ قیام نہ فرماتے تھے جب آپ مرو تشریف لائے تو مرو والوں نے بسبب لطافت طبع کے آپ کو قبول کیا اور آپ کی باتیں سُنیں اور بقیہ عمر آپ نے اُس جگہ اپنی گذاری اُن سے منقول ہے کہ کہا اَلذَّاكِرُ فِيْ ذِكْرِهِ اَكْثَرُ غَفْلَةً مِنَ النَّاسِيْ

لِذِکرِہٖ یعنی یاد کرنے والوں کو اُس کی یاد کرنے میں غفلت زیادہ ہوتی ہے اُس کے ذکر کے فراموش کرنے والے سے اس سبب سے کہ جب اُس کو یاد رکھے۔ اگر اُس کے ذکر کو فراموش کرے تو نقصان نہیں ہے اور یہ بات نقصان دیتی ہی کہ اُس کے ذکر کو یاد کریں اور اُس کو فراموش کریں کہ ذکر غیر کا مذکور ہی نہیں روگردانی عین مذکور سے پنداشت ذکر کے ساتھ غفلت سے زیادہ تر نزدیک ہو روگردانی کرنے سے ذکر مذکور کی بغیر پنداشت کے اور بھولنے والے کو نسیان اور غیبت میں پنداشت حضور حق کی نہیں ہے اور ذاکر کو ذکر وغیبت میں مذکور سے پنداشت حضور ہے پس پنداشت حضور کی بے حضور کے غفلت سے بہت نزدیک ہے یعنی غیبت سے بغیر پنداشت کے اس واسطے کہ حق کے طالبوں کی ہلاک ان کے پنداشت میں ہے اس جگہ کہ پنداشت بہت زیادہ معنے بہت کم اور اُس جگہ کہ معنے بہت زیادہ پنداشت بہت کم اور حقیقت ان کی پنداشت کی عقل کی تہمت سے ہو اور عقل کو تہمت سے تہمت نفس کی حاصل ہو اور ہمت کو تہمت کے ساتھ اور تہمت کسی کے ساتھ متقارن نہو اور اصل ذکر یا غیبت میں ہو اور یا حضور میں ہو یعنے جب غائب کو آپ سے غیبت ہو اور حق کے ساتھ حضور ہو تو وہ ذکر نہ ہو کیونکہ وہ مشاہدہ ہو اور جب حق سے غیبت ہو اور اپنے ساتھ حضور ہو تو وہ ذکر نہ ہو کیونکہ غیبت ہو اور غیبت غفلت سے ہو واللہ واعلم بالصواب اور بعض اُن میں سے سکینہ احوال اور سفینہ مقال ابوبکر بن دلف بن محمد بن شبلی رض بزرگان اور مشائخان مذکور سے تھے اور زمانہ کے مہذب اور ایک وقت مہذب رہتے تھے حق کے ساتھ اور ان کے لطیف اشارے ہیں۔ اور قابل تعریف جیسا کہ ایک متاخرین سے کہتے ہیں ثَلٰثَۃٌ مِّنْ عَجَائِبِ الدُّنْیَا اِشَارَاتُ الشِّبْلِیْ وَنُکَاتُ الْمُرْتَعِشِ وَحِکَایَاتُ الْجَعْفَرِ یعنی دنیا کی عجائبات سے شبلی کی اشارتیں

اور عزیز نفس کے نکتے اور جعفر کی حکایتیں ہیں اور آپ قوم کے بڑوں سے تھے اور طریقت والوں کے پیشوا تھے پہلے حاجب الحجاب خلیفہ کے تھے یعنی دربانان خلیفہ کے افسر تھے اور خیر النساج کی مجلس میں توبہ کی تھی اور عقیدہ کا تعلق جنید کے ساتھ رکھاتھا اور بہت مشائخوں کو آپ نے پایا تھا اُن سے منقول ہے کہ کہا تفسیر یعنی اس آیت کے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ اَىْ اَبْصَارِ رُءُوْسِهِمْ عَنِ الْمَحَارِمِ وَاَبْصَارِ الْقُلُوْبِ عَمَّا سِوَى اللّٰهِ تَعَالٰى یعنی کہ ای محمد مومنوں سے سر کی آنکھ کو نگاہ رکھیں شہوت کی نظر سے اور دل کی آنکھ کو سوائے اندیشہ رؤیت کے ہر طرح کی فکر سے پس شہوت کی متابعت اور محارم کا ملاحظہ غفلت سے ہی اور غفلت والوں کو مصیبت یہ ہے کہ اپنے عیبوں سے جاہل ہوں۔ اور جو کہ اس جگہ جاہل ہو اُس جگہ بھی جاہل ہو وَمَنْ كَانَ فِىْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا ہو گا وہ قیامت میں اندھا ہوگا اور حقیقت میں جبتک حق تعالیٰ ارادہ شہوت کا کسی کے دل سے پاک نہ کرے اُس کے سر کی آنکھ اُس کے نقصانات سے محفوظ نہ ہووے اور جبتک اپنا ارادہ کسی کے دل میں ثابت نہ کرے تو دل کی آنکھ غیر کے نظارہ سے محفوظ نہ رہے اور اُس سے منقول ہے کہ ایک روز بازار میں آئے ایک قوم نے کہا یہ مجنون ہیں کہا اَنَا عِنْدَكُمْ مَجْنُوْنٌ وَاَنْتُمْ عِنْدِىْ اَصِحَّاءُ فَزَادَ اللّٰهُ فِىْ جُنُوْنِىْ وَزَادَ فِىْ صِحَّتِكُمْ یعنی میں تمہارے نزدیک دیوانہ ہوں اور تم میری نزدیک ہشیار اور چونکہ جنون میرا محبت کے باعث سے ہی اور تمہاری صحت غفلت کی قوت سے ہی پس خدائے عز و جل میری دیوانگی میں زیادتی کرے تو میری قربت میری قربت پر زیادہ ہوا اور تمہاری ہشیاری میں زیادتی کرے تو بعد بعد پر زیادہ ہو یہ بات غیرت سے تھی کس واسطے کوئی اُس درجہ میں ہو کہ دوستی کو دیوانگی سے فرق نہ کرے اور اُس کا تمیز اُسکو دونوں جہان میں نہ ہووے واللہ واعلم۔

اور بعض اُن میں سے ماکی احوال اولیا بالطف اقوال ابو محمد بن جعفر بن نصیر الخالدی رضہ
حضرت جنید کے اصحاب کبار سے تھے اور اس علم کے فنون میں متبحر تھے اور انفاس
مشائخ کے حافظ اور ان کے حقوق کی رعایت کرنے والے اور اُن کا کلام عالی
بہت ہر فن میں ہے اور خاصکر ترک رعونت کے واسطے ہر مسئلہ میں حکایت متعلق
کی ہے اور حوالہ اُس کا کسی کے ساتھ کیا ہے اور اُس سے منقول ہے کہ کہا اَلتَّوَکُّلُ
اِسْتِوَاءُ الْقَلْبِ عِنْدَ الْوُجُوْدِ وَالْعَدَمِ یعنی توکل وہ ہووے کہ وجود و عدم رزق کا تیرے
دل کے نزدیک یکساں ہو رزق کی موجودگی سے خرّم نہ ہووے تو اور
اُس کے عدم سے اندوہگین نہ ہو اس واسطے کہ بدن مالک کی ملک ہے اور اُس کی
پرورش اور ہلاک کے واسطے حق تعالےٰ بہت اولےٰ ہے بمقابلہ تیرے جیسا کہ چاہتا ہے
رکھتا ہے تو بیچ میں دخل نہ دے اور ملک مالک کی سپرد کر اور اپنا تصرف منقطع کر
ابو محمد جعفر روایت کرتے ہیں کہ جنید کے نزدیک میں آیا اور اُن کو تپ میں پایا میں
نے کہا اے اُستاد حق سے کہو تاکہ تم کو آرام ہووے کہا کل رات میں نے کہا
تھا پس مجھے ندا آئی کہ تیرا بدن ہماری ملک ہے ہم چاہیں گے تو تندرست رکھیں گے
اور ہم نہ چاہیں گے تو بیمار رکھیں گے تو کون ہے کہ جو ہماری ملک میں دخل دیتا ہے
پس اپنا تصرف منقطع کر تو بندہ ہووے تو واللہ اعلم بالصواب اور بعض ان میں سے
شیخ محمود اور معدن جود ابو علی محمد بن القاسم الرودباری ہے بزرگان جوانمردان متصوفہ
سے تھے اور ان کے سرہنگ اور ابنار ملک سے تھے اور فنون معاملات میں
ایک شان عظیم رکھتے تھے اور اُن کی آیتیں اور مناقب بہت ہیں اور کلام لطیف
اس طریقت کے دقائق میں آیا ہے کہ کہا اَلْمُرِیْدُ لَا یُرِیْدُ لِنَفْسِہٖ اِلَّا مَا اَرَادَ اللّٰہُ
لَہٗ وَالْمُرَادُ لَا یُرِیْدُ مِنَ الْکَوْنَیْنِ شَیْئًا غَیْرَہٗ یعنی مرید وہ ہووے کہ کوئی چیز نہ چاہے
خاصکر اپنے واسطے سوائے اُس کے کہ حق تعالےٰ نے اُس کو چاہا ہے اور مراد وہ ہووے

کہ کوئی چیز نہ چاہے کونین سے بجز تبارک اور تعالے کے پس رضی بارادت حق تبارک وتعالیٰ ارادت اپنی چاہے تاکہ وہ مرید ہو اور محب کو آپ ارادت نہ ہو جیتک اُسکی مراد ہو وہ کہ حق کو چاہے سوائے اُس کے نہ چاہے کہ وہ چاہے اور وہ کہ حق اُس کو چاہے وہ سوائے حق کے اور کو نہ چاہے پس رضا مقامات ابتدا سے ہووے اور محبت احوال انتہا سے ہو اور مقامات کی نسبت عبودیت کی تحقیق کے ساتھ ہی اور مشرب درجات کا ربوبیت کی تائید کے ساتھ ہے اور جب ایسا ہو تو مرید اپنی ساتھ قائم ہو اور مراد حق کے ساتھ قائم ہو واللہ اعلم اور بعض اُن میں سے توحید کے خزانہ دار اور تفرید کے سمسار ابو العباس قاسم بن محمد السیاری رضی وقت کے اماموں سے تھے جو علوم ظاہر اور حقائق کے عالم تھے اور ابو بکر واسطی کے ساتھ صحبت کی تھی اور مشائخ سے بہت ادب حاصل کیا تھا اور اُن کا کلام عالی ہے اور تصانیف ستودہ اُس سے منقول ہے کہ کہا اَلتَّوحِیدُ اَن لَّا یَخطُرَ بِقَلبِکَ مَا دُونَہٗ یعنی تیری دل میں سوائی حق کے اور کچھ نہ آوے اور مخلوقات کا گذر تیرے دل کے پاس نہ ہووے اور تیرے معاملہ کی صفائی میں کدورت نہ ہووے۔ اُس سبب سے کہ اندیشہ غیر کا اُن کی اثبات سے ہو اور جب غیر ثابت ہوا تو حکم توحید کا ساقط ہوا اور وہ علم وریاست کے خاندان سے تھے اہل مرو سے مرتبہ میں کسی کو اُن کے اہل بیت پر تقدم نہ تھا اور باپ سے آپ کو بہت کچھ میراث ملی تھی وہ سب میراث دے کر دو تار موئے مبارک حضور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حاصل کی تھی خداوند تعالے نے اُس کی برکت سے اُن کو توبہ نصوح ارزانی فرمائی اور ابو بکر واسطی کی صحبت میں رہے اور اُس سے درجہ کمال پر پہونچے۔ کہ امام خیفی منتصوفہ سے کہلائے اور مرتے وقت وصیت فرمائی کہ موئے مبارک میرے منہ میں رکھ دینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جسکا اثر آج تک اُن کی قبر

سے ظاہر ہے کہ آدمی حاجت مانگنے کیواسطے اُس جگہ جاتے ہیں اور اپنی ضرورتیں
وہاں سے چاہتے ہیں اور پاتے ہیں واللہ اعلم ۔
اور بعض اُن میں سے مالک وقت تصوف ہیں اور تکلف اور تصرف سے خالی طبع ابوعبداللہ محمد
بن خفیف رضہ انواع علوم میں اپنے زمانہ میں امام وقت تھے اور مجاہدات میں شان
عالی رکھتے تھے بلکہ تمام زمانہ اُن کا تالیف و تصنیف میں گذرا اور ابن عطا اور شبلی
اور حسین بن منصور حلاج اور حریری کو دیکھا تھا اور مکہ شریف میں یعقوب نہرجوری سے مشرف
صحبت پایا تھا اور عالم تجرید میں ملکوں کی سیریں کیں تھیں چونکہ آپ خاندان شاہی سے
تھے جب خداوند تعالے نے آپ کو توفیق توبہ کی دی تو آپ نے بادشاہت کو ترک
کردیا اسی واسطے صاحبان اہل معنی آپ کی زیادہ قدر کرتے ہیں اور سب کے نزدیک
آپ کا مرتبہ بڑا ہے اُن سے منقول ہے کہ کہا اَلتَّوْحِیْدُ الْاِعْرَاضُ عَنِ الطَّبِیْعَۃِ یعنے
توحید اعراض کرنا ہے طبیعت سے اس واسطے کہ طبیعتیں جملہ محجوب ہیں اور اللہ کی نعمتوں سے
نابینا ہیں پس جبتک طبیعت سے اعراض نہ ہو حق کی طرف توجہ نہ ہو اور صاحب طبع
محجوب ہو یعنے توحید کی حقیقت سے اور جب آفت طبیعت کی دیکھی تو توحید کی حقیقت
پر پہونچے اور اُن کی آیتیں اور دلیلیں بہت ہیں واللہ اعلم بالصواب اور بعض اُن
میں سے سیادت کی سیف اور سعادت کے آفتاب ابوعثمان سعید بن سلام
المغربی رضہ بزرگان اہل تمکین سے تھے اور فنون علم میں حظ وافر رکھتے تھے اور
صاحب ریاست اور سیاست تھے اور رویت آفات میں اُن کی نشانیاں بہت
ہیں اور دلیلیں اچھی ہیں اور اُس سے منقول ہے کہ کہا مَنْ اٰثَرَ صُحْبَۃَ الْاَغْنِیَاءِ عَلٰی
مُجَالَسَۃِ الْفُقَرَاءِ اِبْتَلَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِمَوْتِ الْقَلْبِ یعنی جو کوئی امیروں کی صحبت قبول
کرے بمقابلہ درویشوں کے جلسے کے تو خدائے تعالے اُس کو مرگ دل میں مبتلا
کرے کیونکہ تونگروں کے ساتھ صحبت اختیار کرتا ہے اور فقیروں کے

ساتھ مجالست کرتا ہے اس سبب سے کہ فقرا سے وہ آدمی اعراض کرے جس نے ان کے ساتھ مجالست کی ہو نہ وہ آدمی کہ صحبت کی ہو اس واسطے کہ صحبت میں اعراض نہ ہو اور اگر اُن کی مجالست سے اغنیا کی صحبت میں جاوے تو اُس کا دل نیاز مندی ہونے سے مردہ ہو جاتا ہے اور گمان میں گرفتار ہو جاتا ہے یعنے جب مجالس چھوڑنے کا ثمرہ دل کا ہلاک ہوتا ہو تو صحبت سے کس طرح روگردانی ہو پس مجالست اور صحبت میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے واللہ اعلم ⁂

اور بعض اُن میں سے صوفیوں کی صفت کے مبارز اور عارفوں کے حالات کے معبر ابوالقاسم ابراہیم بن محمد بن محمود نصرآبادیؒ تھے اور یہ نیشاپور میں خوارزم شاہ کے مثل تھے اور شاہ حمویہ نشاہ پور میں تھے علو حال کے ساتھ سوائے اس کے کہ اُن کی عزت دنیا میں تھی اور اس کی آخرت میں ہے اور ان کا کلام نادر اور دلیلیں اونچی ہیں یہ حضرت شیخ شبلی کے مرید اور متاخرین اہل خراسان کے اُستاد تھے۔ اور اُس کے زمانہ میں اُن کی مثل کوئی نہ تھا اور اُس زمانہ کے لوگوں میں آپ بڑے عالم اور بڑے پرہیزگار تھے اور اُن سے منقول ہے کہ کہا اَنْتَ بَیْنَ النِّسْبَتَیْنِ نِسْبَۃٌ اِلٰی اٰدَمَ وَنِسْبَۃٌ اِلَی الْحَقِّ فَاِذَا انْتَسَبْتَ اِلٰی اٰدَمَ دَخَلْتَ فِیْ مَیَادِیْنِ الشَّهْوَاتِ وَمَوَاضِعِ الْاٰفَاتِ وَالزَّلَّاتِ وَهِیَ نِسْبَۃٌ تُحَقِّقُ الْبَشَرِیَّۃَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا فَاِذَا انْتَسَبْتَ اِلَی الْحَقِّ دَخَلْتَ فِیْ مَقَامَاتِ الْكَشْفِ وَالْبَرَاهِیْنِ وَالْعِصْمَۃِ وَالْوِلَایَۃِ وَهِیَ نِسْبَۃٌ تُحَقِّقُ الْعُبُوْدِیَّۃَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا یعنی تو دو نسبت کے درمیان میں ہے یعنی ایک نسبت حضرت آدم کی ہے اور دوسری نسبت حضرت حق کی ہے پس اگر تو نے حضرت آدم کے ساتھ نسبت کی تو خواہشوں کے میدانوں میں قدم رکھا اور آفتوں اور ذلتوں کے مقاموں میں جا پڑا کیونکہ نسبت طبیعت کے بے قیمت ہوتی ہے اور جب حق کے ساتھ تو نے نسبت کی تو کشف

اور برہان اور عصمت اور ولایت کے مقامات میں داخل ہوا ہیں جس نے کہ ایک نسبت پائی وہ بشریت سے ہے اور دوسری عبودیت کی تحقیق سے حاصل ہوتی ہے یعنی آدم کی نسبت قیامت میں منقطع ہو جائے گی اور عبودیت کی نسبت ہمیشہ قائم رہے گی اور اُس پر تغیر جائز نہ ہو گا یعنے جب بندہ آپ کو اپنے ساتھ نسبت کرے یا آدم کے ساتھ نسبت کمال ہو تو یہ کہے کہ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ یعنی تحقیق میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور جب حق کے ساتھ نسبت کرے تو آدمی اُس کا محل ہووے کہ حق کہے یَا عِبَادِیْ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ

اور بعض اُن میں سے سرِ سالکانِ طریق حق کے سرور اور اہل تحقیق حق کی جانوں کے جمال ابوالحسن علی بن ابراہیم الحصری رحمۃ اللہ علیہ درگاہ حق کے محتشمان اسرار سے تھے۔ اور کبرائے ائمہ متصوفہ سے اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے اُن کے کلام عالی ہیں اور عبارتیں اچھی ہیں کل معانی میں اور اُن سے منقول ہے دَعُوْنِیْ فِیْ بَلَآئِیْ هَاتُوْا مَالَکُمْ اَلَسْتُمْ مِنْ اَوْلَادِ آدَمَ الَّذِیْ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِیَدِهٖ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَاَسْجَدَ لَهُ الْمَلٰٓئِکَةَ ثُمَّ اَمَرَهٗ بِاَمْرٍ فَخَالَفَ اِذَا کَانَ اَوَّلُ الدَّنِّ دُرْدِیًّا فَکَیْفَ یَکُوْنُ آخِرُهٗ یعنی مجھ کو میری بلا میں چھوڑ دو تم اُس آدم کی اولاد سے نہیں ہو کہ خدا تعالیٰ نے اُس کو پیدا کیا خاص پیدائش اور ہاتھ کے ساتھ اور بے واسطہ غیر کے اُس کو زندہ کیا اور ملائکہ کو حکم کیا تاکہ اُس کو سجدہ کریں اور پھر اُس کو ایک امر کے واسطے حکم کیا اُس نے اُس پر مخالفت کی جبکہ اول خم میں دُرد تھا تو آخر اُس کا کیسا ہو گا یعنی جب آدمی کو اُس پر چھوڑ دیں تو بالکل مخالفت ہو اور جبکہ اپنی عنایت کو اُس کی طرف بھیجیں تو بالکل محبت ہو جائے اب عنایت حق کو حسن عنایت سے شمار کر اور اپنے معاملہ کی خرابی کا اُس کے ساتھ مقابلہ کر اور ہمیشہ عمر اس میں گذار دے وباللہ التوفیق یہ ہے بعضے متقدمین متصوفہ اور اُن کے پیشواؤں کا ذکر جو کیا گیا۔

اگر سب لوگوں کا ذکر میں اس کتاب میں لکھتا اور اُن کی حکایتیں بیان کرتا تو یہ کتاب ضخیم ہوجاتی اور میں اپنے مقصود اصلی سے رہجاتا لہذا ان کے ساتھ میں صوفیائے متاخرین کو ملاکر اس باب کو ختم کرتا ہوں اور اللہ تعالےٰ سے مدد کا خواستگار ہوں وباللہ التوفیق۔

الباب الثانی عشر

یعنی باب اُن اماموں کے ذکر میں جو اخیر کو ہوئے ہیں

پس اے طالب صادق جان کر نیک بخت کرے تجھ کو اللہ تعالےٰ کہ ہمارے زمانہ میں ایک گروہ ہی جو ریاضت کا بوجھ اُٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا ہے اور وہ ریاست کو ڈھونڈھتا ہے اور تمام صوفیائے کرام کو اپنی مثل جانتے ہیں اور جب گذرے ہوئے لوگوں کے یعنی صوفیہ کے واقعات سنتے ہیں اور ان کی بزرگی کو ملاحظہ کرتے ہیں او ان کے معاملات کو پڑھتے ہیں تو اپنے آپ میں نگاہ کرتے ہیں تو اُن سے دور پاتے ہیں پس اُس کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم وہ نہیں ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں اس قسم کے آدمی نہیں رہے ہیں اور قول ان کے محالات سے ہوتے ہیں اس واسطے کہ خداوند عالم ہرگز زمین کو بے حجت کے نہیں رکھتا ہے اور ہرگز اس امت کو بغیر ولی کے نہیں چھوڑتا ہے جیسے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یَزَالُ طَآئِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ عَلَی الْخَیْرِ وَالْحَقِّ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَۃُ یعنی ہمیشہ میری امت کے لوگ خیر اور حق پر رہیں گے جبتک کہ قیامت قایم ہوگی اور نیز پیغمبر صَلَّی اللہُ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یَزَالُ فِیْ اُمَّتِیْ اَرْبَعُوْنَ عَلٰی خُلُقِ اِبْرَاہِیْمَ یعنے ہمیشہ میری امت میں چالیس تن خوئے ابراہیم علیہ السلام پر رہیں گے اور ان میں سے ایک گروہ

کہ جس کا ذکر اس باب میں ہم کریں گے گذرا جنہوں نے روح کو رائت اور روح کے سپرد کیا ہے یعنے ان میں سے ایک گروہ رخصت ہوا اور دوسرا باقی رہا رضی اللہ عنہم اور بعض اُن میں سے تمام ہدایت والوں کے جمال ابوالعباس احمد بن محمد القصابؒ ہیں جنہوں نے ماورالنہر کے پہلے لوگوں کو پایا تھا اور ان کے ساتھ صحبت کی تھی اور وہ مشہور و معروف تھے اور صدق فراست اور علو حال اور کثرت برہان اور زہد و کرامت میں یکتا تھے اور ابو عبداللہ خیاطی جو طبرستان کے امام تھے کہتے ہیں کہ افضال خدائے عزوجل سے کون ایسا ہے۔ کہ جس کو بے تعلیم کے ایسا ہوا اگر ہم کو اصول دین اور دقائق توحید میں کوئی بات مشکل معلوم ہو تو اُس سے دریافت کریں پس وہ شخص ابوالعباس قصاب ہے اور وہ اُمی تھے۔ لیکن کلام اُن کی عالی اور نکتے لطیف تھے آپ علم تصوف اور اصول میں ابتدا اور انتہا میں عالی حال اور نیک سیرت رہے اور میں نے ان کی حکایتیں بہت سُنی ہیں لیکن میرا مذہب اس کتاب میں اختصار پر ہے کہتے ہیں کہ ایک لڑکے نے اونٹ کی مہار پکڑی تھی اور بار گراں کے ساتھ بازار میں جاتا تھا اور اُس جگہ ہمیشہ کیچڑ ہوتی تھی پس اونٹ کا پاؤں اُس جگہ سے پھسل گیا اور وہ گر پڑا اور ہڈی اُس کی ٹوٹ گئی تو لوگوں نے ارادہ کیا کہ اونٹ کے بوجھ کو اُس کی پیٹھ سے نیچے اُتاریں پس لڑکا خداوند تعالےٰ کے حضور میں ہاتھ اُٹھا کر فریاد کرتا تھا اور روتا تھا اور یہ اُس کے پاس گئے کہ کیا ہوا ہے تو لوگوں نے کہا اونٹ کا پاؤں ٹوٹ گیا انہوں نے اونٹ کی باگ پکڑی اور آسمان کی طرف مُنہ کیا اور کہا اے خدا تعالیٰ اس اونٹ کے پاؤں کو درست کر اور اگر تو درست کرنا نہ چاہے گا تو ایک قصاب کے دل کو ایک لڑکے کے رونے سے تو نے کیوں جلایا ہے اُسی

وقت اونٹ اُٹھا اور زمین پر چلنا شروع کیا اور اُن سے منقول ہے کہ کہا تمام دنیا کو اگر چاہے یا نہ چاہے اُس خداوند کے ساتھ عبادت کرنا چاہیئے والا تکلیف و رنج میں رہیں گے کیونکہ جب اُس کے ساتھ عبادت کریگا بلا نہ آوے گی اور اگر عبادت نہ کرے گا بلا آوے گی اور تو دل رنجیدہ ہوگا کیونکہ خداوند تعالےٰ ہماری رضا و نارضا سے جو تقدیر کی ہے اپنی تقدیر کو متغیر نہ کرے گا پس ہماری رضا اُس کے حکم پر ہماری راحت ہے یعنے جو کوئی اُس کے ساتھ نیک خوئی کریگا اُس کا دل راحت میں ہوگا اور جو کوئی اُس سے اعراض کریگا وہ بدور قضا سے رنجیدہ ہوگا۔ واللہ اعلم اور بعض اُن میں سے بیان مریدان اور برہان محققان ابوعلی بن الحسین بن محمد الدقاق رح تھے اور اپنے فن کے امام اور اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے اور بیان صریح اور زبان فصیح رکھتے تھے اور کشف میں راہ خداوند کے پابند تھے اور بہت مشائخوں کو آپ نے دیکھا تھا اور اُن کے ساتھ صحبت کی تھی اور نصر آبادی کے مرید تھے اور ہمیشہ ذکر کیا کرتے تھے اُن سے منقول ہے کہ کہا مَنْ اَنِسَ بِغَیْرِہٖ ضَعُفَ فِیْ حَالِہٖ وَمَنْ نَطَقَ مِنْ غَیْرِہٖ کَذَبَ فِیْ مَقَالِہٖ یعنی جس کسی کو بدوں حق کے انس ہو وہ اپنے حال میں ضعیف ہوا اور جو کوئی اُس کے غیر سے بات کرے وہ اپنے مقالات میں کاذب ہو اس واسطے کہ اُنس غیر کے ساتھ قلت معرفت سے ہے اور انس اُس کے ساتھ غیر سے وحشت ہے اور غیر سے متوحش ہو غیر سے نطق نہیں کرتا۔ روایت ہے کہ ایک روز ایک بزرگ اُن کی مجلس میں اس نیت سے آئے کہ متوکلوں کا حال اُن سے دریافت کریں وہ اُس وقت ایک طبری دستار عمدہ سر پر رکھے ہوئے تھے اُن کا دل اُس کی طرف مائل ہوا اور کہا اَیُّھَا الْاُسْتَاذُ مَا التَّوَکُّلُ یعنی توکل کیا ہے کہا توکل وہ ہے کہ آدمیوں کی دستار سے طمع کو کم کرے یہ کہا اور اُن کو آگے دستار کو ڈالدیا واللہ اعلم بالصواب۔

اور بعض ان میں سے اہل زمانہ کے شرف اور اپنے زمانہ میں یکتا ابوالحسن علی بن احمد الخرقانی رضہ اجلہ مشائخ سے تھے اور اُن کے قدمار سے اور ان کے وقت کے اولیا سب ان کی مدح کرتے رہے ہے ایک مرتبہ شیخ ابوسعید نے اُن کی زیارت کا قصد کیا اور اُن کے ساتھ ان کے محاورات لطیف ہر فن سے تھے اور جب لوٹے تو کہا کہ میں نے تجھ کو اپنے عہد کی ولایت میں قبول کیا اور شیخ نے حسن مودب سے سنا اور وہ شیخ ابوسعید کے خادم تھے پس وہ کہتے ہیں کہ حضرت اُن کے حضور میں پہنچے تو آپ نے اُن سے کوئی بات نہ کہی اور سوائے جواب سخن کے اور کچھ نہ فرماتے تھے میں نے اُس سے کہا اے شیخ کس واسطے ایسا خاموش ہوا تو کہا عبارت کی تحریک کرنے والے کو ایک بات کافی ہوتی ہے اور اُستاد ابوالقاسم قشیری رضہ سے میں نے سُنا کہ جب میں خرقان کی ولایت میں آیا تو فصاحت مجھ کو پہونچی اور عبارت مجھکو نہ رہی اور اُس کے دبدبہ سے میں نے جانا کہ اپنی ولایت سے میں معزول ہوگیا اُس سے منقول ہے کہ کہا راہ دو ہیں ایک راہ ضلالت اور دوسری راہ ہدایت پس جو ضلالت کی راہ ہے وہ راہ بندہ کی ہے یعنے خدا کی طرف اور وہ جو راہ ہدایت کی ہے وہ راہ خداوند کی ہے یعنی بندہ کی طرف ہے پس جو کوئی کہے کہ اُس کی طرف پہونچا میں نہ پہونچا وہ اور جو کہ کہے اُس کی طرف پہونچایا جان کہ پہونچا۔ اس سبب سے کہ پہونچنا نہ پہونچنے میں متعلق ہے اور نہ پہونچنا پہونچنے میں مستعمل ہے اور نارسیدہ رستن اور نارستن نہ متعلق ہے بلکہ پہونچانے اور نہ پہونچنے اور چھوڑنے اور نہ چھوٹنے میں متعلق ہے واللہ اعلم بالصواب اور بعض اُن میں بادشاہ وقت اور اپنے زمانہ کے یکتا عبارت اور اپنے بیان میں ابوعبداللہ محمد بن علی المعروف بالداستانی مقیماً بالبسطام رضہ تھے جو طرح طرح کے علموں کے عالم اور درگاہ حق کے محتشم اور اُن کا کلام تہذیب ہر اور اشرات

لطیفت ہیں اور شیخ سہلگی جو اُن شہروں کے امام اور ان کے اخلاق اچھے تھے اور میں نے تھوڑے اُس کے انفاس سے سہلگی سے سُنا منجملہ اُن کے یہ ہے اَلتَّوْحِیْدُ عَنْکَ مَوْجُوْدٌ وَّاَنْتَ فِی التَّوْحِیْدِ مَفْقُوْدٌ یعنی توحید تجھ سے درست ہی اور تو توحید میں نادرست ہی کیونکہ اُس کے حق کے موافق قیام نہ کرے تو اور سب سے کم درجہ توحید میں تیری تصرف کی نفی ہو تی ملک میں اور تیری تسلیم کا اثبات اپنے امور میں خاص کر حق عزوجل کا ہے اور شیخ سہلگی نے کہا ایک وقت بسطام میں ٹڈی آئی تھی اور سب درخت اور کھیت اس کی کثرت سے سیاہ ہوئے اور آدمیوں نے اُس وقت شور مچانا شروع کیا تو شیخ نے مجھ سے کہا یہ کیسا شور ہے میں نے کہا ٹڈی آئی ہے اور آدمی اُس سے غمگین اور رنجیدہ ہوتے ہیں۔ پس شیخ اُٹھے۔ اور بام پر آئے اور آسمان کی طرف منہ کیا اور دعا فرمائی کسی کا ایک پتے کا بھی نقصان نہ ہوا واللہ اعلم بالصواب۔

بعض اُن میں سے شاہنشاہ محبان اور ملک الملوک درصوفیان ابوسعید فضل اللہ بن محمد المہنی رضی اللہ سلطانِ وقت اور جمالِ طریقت تھے اور تمام زمانہ کے لوگ اُن کے مسخر تھے ایک گروہ دیدار کے واسطے درست اور ایک گروہ اعتقاد میں اچھا اور ایک گروہ حال میں قوی تھا آپ عالم تھے فنونِ علم میں ایک عجب زمانہ رکھتے تھے اور شانِ عظیم آپ کی تھی اور ان کے سوا کہ اُن کی آیتیں اور نشانیاں اور براہین بہت تھیں۔ جیسے کہ اُن کے آثار دنیا میں ظاہر ہیں اور ابتدا میں شروع زمانہ میں علم پڑھنے کیواسطے سرخس میں میہنہ سے آئے اور ابوعلی زاہد رضہ کے ساتھ تعلق کیا اور ایک روز میں تین روز کا سبق پڑھتے اور وہ تین روز عبادت میں گذارتے جبکہ اُس امام نے وہ رشد اُس میں دیکھا تو تعظیم اُن کی زیادہ کی اور اُس وقت میں سرخس کے والی شیخ ابوالفضل حسن تھے ایک روز سرخس کی ندی پر جاتے تھے ابوالفضل حسن

اُس کے آگے آئے اور کہا یا ابا سعید تیری راہ یہ نہیں ہے جو جاتا ہے اپنا راستہ اختیار کر شیخ
نے اُن سے کچھ تعلق نہ کیا اور اُس جگہ سے اپنی جگہ آئے اور ریاضت و مجاہدت میں مشغول
ہوئے یہاں تک کہ حق تعالےٰ نے ہدایت کا دروازہ آپ پر کھولا اور درجۂ اعلیٰ پر آپ
کو پہونچایا اور شیخ ابو مسلم فارسی سے میں نے سنا ہے کہ کہا مجھ کو اُن کے ساتھ ہمیشہ
ایک خصومت تھی ایک وقت اُن کی زیارت کا میں نے ارادہ کیا جب ان کے پاس میں آیا
تو میری گودڑی ایسی میلی تھی جیسے چمڑہ کا تسمہ ہوتا ہے اور اُن کو دیکھا کہ تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں
اور دیبائے مصری پہنے ہوئے ہیں پس اپنے دل میں میں نے کہا کہ یہ دعویٰ فقر کا کرتا ہے
باوجود ان تمام تعلقات کے اور میں دعوائے فقر کا کرتا ہوں اس تمام مجردی
کے ساتھ پس مجھ کو اس مرد کے ساتھ کیونکر موافقت ہوگی وہ میرے اس خیال سے
خبردار ہوئے اور سر اُٹھایا اور کہا اے ابا مسلم فِی اَیِّ دِیْوَانٍ وَجَدْتَ مَنْ کَانَ قَلْبُہٗ
قَائِمًا فِی مُشَاہَدَۃِ الْحَقِّ یَقَعُ عَلَیْہِ اِسْمُ الْفَقْرِ یعنے کس دیوان میں تو نے پایا کہ جس
آدمی کا دل مشاہدہ حق میں قائم ہووے اور اس پر نام فقر کا واقع ہو یعنے
مشاہدہ والے بے پروا ہیں حق کے ساتھ اور فقیر لوگ مجاہدہ والے ہیں کہا میں اپنے
دل میں پشیمان ہوا اور اپنے بیجا اندیشہ سے استغفار کیا اور اُن سے منقول ہے
ہے کہ کہا اَلتَّصَوُّفُ قِیَامُ الْقَلْبِ مَعَ اللّٰہِ بِلَا وَاسِطَۃٍ یعنے تصوف قیام کرنا دل کا
حق کے ساتھ بغیر واسطہ کے ہے اور یہ مشاہدہ کی طرف اشارہ ہے اور مشاہدہ غلبہ دوستی
سے ہو اور صفت تحقیق میں استغراق شوق رؤیت اور فناء صفت بقاء حق
کے ساتھ ہے اور کتاب اللمع میں مشاہدہ اور اُس کے وجود میں ایک بیان کروں
گا میں انشاء اللہ تعالےٰ۔ روایت ہے کہ ایک وقت نیشاپور سے طوس کا ارادہ
کیا اور اُس میں ایک راہ سرد تھی اور پاؤں اُن کا موزہ میں سردی پاتا تھا۔ ایک
فقیر نے کہا میں نے دل میں خیال کیا کہ اس اپنے دو پٹہ کو دو ٹکڑے

کروں اور اُن کے پاؤں پر لپیٹوں میرے دل نے اجازت نہ دی کہ دوپٹہ بہت اچھا تھا جب ہم طوس میں آئے اور مجلس میں اُن سے میں نے سوال کیا کہ شیخ مجھ سے فرق بیان کرے درمیان وسواس شیطان اور الہام حق کے کہا الہام وہ ہووے کہ تجھ سے کہا کہ دوپٹہ کو دو ٹکڑے کر تاکہ پاؤں بوسعید کا سردی نہ پاوے اور وسواس وہ ہے کہ تجھ کو منع کیا اُس سے اور اس قسم کی اُن سے متواتر روایتیں ہیں اور مردوں کا کام یہ ہے واللہ اعلم بالصواب۔

بعض اُن میں سے اوتادوں کی زینت اور عابدوں کے شیخ ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی ہیں میری اقتدا طریقت میں اُن کے ساتھ ہے اور علم تفسیر اور روایات کے عالم تھے اور تصوف میں مذہب جنید کا رکھتے تھے اور حصری کے مرید تھے اور صاحب سروانی اور ابو عمر قزوینی اور ابوالحسن بن سالبہ کے اقران سے تھے اور ساٹھ برس عزلت صادق کے حکم سے پہاڑوں میں بھاگ جاتے تھے اور اپنا نام خلق میں گم کیا تھا اور اکثر اوقات کوہ لکام میں رہتے تھے اور عمر اچھی پائی اُن کی آیتیں اور برہانیں بہت تھیں لیکن لباس اور رسوم متصوفہ کی نہیں رکھتے تھے۔ اور رسم والوں سے سخت مخالف تھے اور میں نے ہرگز اُن سے زیادہ مہیب کوئی آدمی نہ دیکھا تھا اور اُن سے منقول ہے کہ کہا اَلدُّنْیَا یَوْمٌ وَّلَنَا فِیْهَا صَوْمٌ یعنے دنیا ایک روز ہے اور ہم تحقیق کر اُس میں روزہ دار ہیں اور اُس سے کچھ حصہ نہیں لیتے ہیں اور اُس کی قید میں ہم نہیں آتے ہیں اس سبب سے کہ اُس کی آفت ہم نے دیکھی ہے اور اُس کے حجابوں پر واقف ہوئے ہیں اور اُس سے روگردانی کر کے ایک وقت اُن کے ہاتھ پر اُن کی طہارت کے واسطے پانی گراتا تھا میرے دل میں آیا کہ جو کام تقدیر و قسمت سے ہیں کس واسطے آزاد لوگ اپنے آپ کو پیروں کا بندہ بناویں خاص کر ایک کرامت کی امید کے واسطے کہا اے پسر میں جانتا وہ جو تونے

اندیشہ کیا ہے۔ مالک حبیب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ سپاہی بچہ کو بادشاہت دی تو اس کو توبہ کی توفیق دیتا ہے اور کسی دوست کی خدمت میں مشغول کرتا ہے اور وہ خدمت خاص کر اس کی کرامت کا سبب ہوتی ہے اور مثل اس کے بہت سے لطیفے ہر روز مجھ پر ظاہر ہوتی اور اس روز کہ اس کو کہ جس روز آپ کی وفات ہوئی آپ بیت الجن میں تھے جو کہ ایک موضع گھاٹی کے اوپر ہے اور بامیاں رود اور دمشق کے درمیان ہے اس وقت ان کا سر میری گود میں تھا اور مجھ کو دلیں تکلیف ہوتی تھی۔ اس وقت میں نے ایک دوست سے کہا جیسی کہ عادت آدمیوں کی ہوتی ہے تو آپ نے مجھ سے کہا کہ اے پسر اعتقاد کا مسئلہ تجھ سے کہتا ہوں۔ اگر آپ کو اس سے درست کرے تو تمام رنجوں سے رہائی پاوے نوجوان کہ سب جگہوں اور سب وقتوں میں خدائے تعالیٰ نیک و بد کو پیدا کرتا ہے۔ چاہیے کہ اس کے کام پر خصومت نہ کرے تو اور کوئی رنج دل میں اختیار نہ کرے تو اور سوائے اس کے وصیت دراز نہ کی اور راہ حق میں جان دی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بعض ان میں سے استاد و امام اور زینت اسلام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیریؒ ہیں اپنے زمانہ میں بدیع تھے اور مرتبہ ان کا بلند اور منزل اس کی بزرگ اور ان کا فضل و زمانہ ؟ تمام زمانہ کے لوگوں کو معلوم ہی اور ہر فن میں ان کے لطیفے بہت ہیں اور تصنیفات نفیس سب تحقیق کے ساتھ اور خداوند تعالیٰ نے ان کے حال و زبان کو زیادتیوں سے محفوظ کیا تھا اور میں نے ان سے سنا ہے کہ کہا مَثَلُ الصُّوفِی کَعِلَّةِ البِرْسَامِ اَوَّلُہٗ هِذْیَانٌ وَاٰخِرُہٗ سُکُوْتٌ فَاِذَا تَمَکَّنْتَ خَرِسْتَ مانند کیا صوفی کو برسام کی بیماری کے ساتھ کہ ابتدا اس کی ہذیان کہنا ہو اور انتہا اس کی سکوت اس میں پس صفوت کی دو طرف ہیں ایک وجد اور دوسری نمود

اور نمود خاص کر مبتدیوں کو ہوتی اور نمود میں عبارت نمود ہذیان سے ہووے اور
وجد منتہیوں کو ہو اور وجد میں عبارت وجد سے محال ہو پس جب تک طالب ہیں علو ہمت کے
ساتھ اور ناطق ہیں ہمت میں اور نطق بھی اہل ہمت کو ہذیان معلوم ہوتا ہے اُن کے پاس
عبارت اور اشارت نہ رہی اور اُن کی مثال یہ ہے کہ جب موسٰے صلوات اللہ
علیہ مبتدی تھے تمام ہمت اُن کی رؤیت تھی تو ہمت سے عبارت کی اور
کہا رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ یہ عبارت نہ پانے مقصود سے ہذیان کی تھی اور ہمارے
رسول صلے اللہ علیہ وسلم منتہی تھے اور متمکن اور جب وجود اُن کا مقام ہمت پر پہنچا۔
اور ہمت اُن کی فانی ہوئی تو کہا لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ اور یہ منزل بلند اور مقام
عالی ہے واللہ اعلم۔

اور بعض اُن میں سے شیخ اور امام اوحد اور اپنے طریق میں منفرد ابو العباس احمد
بن محمد الاشقانی ہیں جو فنون علم اصول و فروع میں امام تھے اور سب معانی میں بلند تھے
اور بہت مشائخوں کو دیکھا تھا اور کبرا اور اجلہ اہل تصوف سے تھے اپنی راہ کو فنا سے
عبارت کرتے تھے مشکل عبارت کے ساتھ اور وہ اس عبارت کے ساتھ مخصوص تھے اور
میں نے جاہلوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ انہوں نے اُن کی اس عبارت کے ساتھ
تقلید کی تھی اور اُن کے طریقے اختیار کئے تھے اور اُن کی پراگندہ عبارتیں لئے ہوئے
تھے اور وہ تقلید میں جس کہ وہ سے بری تھے مجھ سے کہا دیکھ کیسی عبارت ہے چونکہ
اُن کے ساتھ ایک خاص قسم سے اُنس تھا اور وہ میرے ساتھ نہایت شفقت فرماتے
تھے اور بعض علوم میں وہ میرے اُستاد تھے اور جب تک میں اُن کے پاس رہا
کسی آدمی کو نہ دیکھا میں نے کہ شریعت کی اُن کے نزدیک تعظیم زیادہ ہو جس طرح کہ
اُن کے نزدیک زیادہ تھی اور تمام موجودات سے ترک تعلق تھا اور سوائے امام محقق
کے اُن سے کسی کو فائدہ نہ ہوتا تھا اور عبارت اُن کی علم اصول میں بہت دقیق ہوتی

تھی اور ہمیشہ طبیعت اُن کی دنیا و عقبے سے نفرت کرنے والی رہتی تھی اور ہمیشہ شور
کرتے کہ اَشْتَھِیْ عَدَمًا لَّا وُجُوْدَ لَہٗ یعنی میں اُس عدم کو چاہتا ہوں جس کا وجود نہ ہو اور
فارسی میں کہتے ہر آدمی را بایست محال باشد و مرا نیز بایستنی محال است کہ بیقین
دانم کہ آں نباشد اور وہ وہ ہے کہ مجھ کو چاہیئے کہ خداوند تعالےٰ مجھ کو اُس عدم کی طرف
لے جاوے کہ ہرگز اُس امر کو وجود نہ ہووے کیونکہ جو کچھ مقامات اور کرامات سے
ہے سب محل حجاب و بلا ہیں یعنی آدمی عاشق اپنے حجاب کا ہوا اور نیستی آرزو وے
دیدار میں بہتر آرام حجابات سے ہے جو حق جل جلالہ کی ہستی ہے کہ عدم اُس پر جائز نہو
کیا نقصان اُس کے ملک کا اگر میں نے نیست جاؤں کہ ہرگز خاصکر اُس نیست کی ہستی نہو
اور یہ اصل قوی ہے یعنے صحت فنا میں واللہ اعلم بالصواب ۔

اور بعض اُن میں سے قطب زمانہ اور اپنے زمانہ میں یگانہ حضرت ابوالقاسم بن علی بن
عبداللہ الکرگانی ہیں ان کی ابتدا بہت اچھی اور قوی ہوئی ہے اور اُس وقت میں
سب کے دل کا مُنہ اُن کی درگاہ کی طرف تھا اور سب طالبوں کا اعتقاد اُن پر تھا ۔
اور کشف واقعات مریدین میں آپ ایک آیت تھے ۔ ظاہر اور فنون علم سے آراستہ اور
اُن کا مرید ہر ایک عالم کی زینت تھے اور ان کے بعد ان کا ایک جانشین اچھا
رہے گا انشاء اللہ تعالےٰ جو مقتدا قوم کا ہو اور وہ لسان الوقت ہیں ابو علی
الفضل بن محمد الفارمدی ابقاہ اللہ کہ اپنا حصہ اُس بزرگ کے حق میں نہ چھوڑا تھا
اور کل سے اعراض کیا تھا پس ایزد تعالےٰ نے خاص کر اُس کو اُس زبان حال کی برکتوں
سے وہ پیشوا کیا ہے کہ ایک روز میں شیخ کے روبرو بیٹھا ہوا تھا اور احوال اور نمود اپنی
کو شمار کرتا تھا میں اور وہ اپنی کرامت سے وہ مجھ سے سنتا تھا اور مجھ کو لڑکپن کا غرور
اور جوانی کی دانش اُس گفتار پر حریص کرتے تھے اور دل میں آتا تھا کہ اس
پیر کو ابتدا میں اس کو یہ گذر نہیں ہوا ہے کہ اس قدر عاجزی کرتا ہے میرے حق میں

اور عاجزی کرتا ہے میرے باطن میں پس میرا شیخ میرے اس راز کو سمجھ گیا۔ اور کہا کہ جان من یہ عجز نہ تیرے واسطے ہے اور نہ تیرے حال کی خاطر کے واسطے ہے بلکہ حال کا بدلنے والا محال کے محل پر آتا ہے اور یہ عجز و نیاز محول احوال کے آگے کرتا ہوں اور یہ عام ہے سب طالبوں کو اور نہ کہ خاص تجھ کو پس جب میں نے یہ سنا تو میں بیتاب ہو گیا تو اس وقت میرے شیخ نے کہا کہ اے بیٹا آدمی کو اس طریقت کے ساتھ نسبت زیادہ اس سے نہیں ہوتی کہ جب اس کو طریقت کے ساتھ متعلق کریں اور توجہ کا خیال اُسے پھیر دے اور جب اس کو اس سے جدا کریں تو اس کا خیال عبادت پر پہونچے پس نفی اور اثبات اور گم ہونا اور موجود ہونا دونوں عالم خیال سے ہوں۔ اور ہرگز آدمی پندار کی قید سے نہ چھوٹے پس اس کو چاہیئے کہ درگاہ بندگی کی اختیار کرے۔ اور تمام نسبتوں کو آپ سے دفع کرے سوائے نسبت بندگی اور فرمانبرداری کے اور اس کے بعد مجھ کو بہت سے اسرار تعلیم فرمائے اگر اُن کے ظاہر کرنے میں مشغول ہوں تو اصلی مقصد سے باز رہوں واللہ اعلم ٭

اور بعض اُن میں سے رئیس اولیاء اور ناصح اہل صفا ابو احمد المظفر بن احمد بن حمدان رضہ ہیں جب خداوند عالم نے تصوف کا دروازہ اُن پر کھولا اور تاج کرامت اُس کے سر پر رکھا تو مقام فنا اور بقا میں اُن کا بیان اچھا اور عبارت اعلیٰ ہوتی تھی اور شیخ المشائخ ابو سعید نے کہا کہ مجھ کو درگاہ میں بندگی کی راہ سے لائے اور خواجہ مظفر کو خداوندی کی راہ سے لائے یعنی ہم نے مجاہدہ سے مشاہدہ پایا اور مشاہدہ سے وہ مجاہدہ میں آیا میں نے اُس سے سُنا کہ کہا وہ جو بزرگوں کو قطع جنگلوں اور بیابانوں سے ظاہر ہوا ہے میں نے تکیہ اور مسند کے اوپر پایا ہے اور وہ لوگ جو رعونت والے ہیں اس قول کو اُس پیر سے دعویٰ کیساتھ اُٹھاویں گے اور وہ ان کے نقصان سے ہوگا اور کوئی حال عبارت اپنے صدق حال سے دعوے نہ ہو خاص کر کہ جو اہل معنے

سے ہوا اور آج اُن کا ایک بیٹا نیک رہا ہی اور بزرگوار خواجہ احمد سلمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ ایک روز میں اُن کے پاس تھا اور ایک شخص نیشاپور کے مدعیوں سے اُن کے پاس رہتا تھا اور کہتا تھا کہ جو اپنی عبارت میں فانی ہو وہ اُس وقت باقی ہو تو خواجہ مظفر نے کہا کہ فنا پر بقا کس طرح حاصل ہو کیونکہ فنا عبارت نیستی سے ہے اور بقا اشارہ ہستی سے ہے اور ہر ایک ان میں سے نفی کرنے والا اپنے صاحب کی ہے۔ پس فنا معلوم ہے لیکن جو یہ نیست ہو تو ہست ہو پس وہ عین نہ ہوگا بلکہ وہ آپ ایک چیز دوسری ہو اور روا نہ ہو کہ ذاتین فانی ہوں لیکن صفت کا فنا ہونا جائز ہوتا ہے اور سبب کا فنا ہونا ہو بھی تو جب سبب اور صفت فانی ہو جائے تو موصوف اور سبب رہجائیگا اور فنا اُس کی ذات پر درست نہ ہوگی اور میں جو علی بن عثمان الجلابی ہوں کہتا ہوں۔ کہ مجھے عبارت اُس خواجہ کی بعینہ یاد نہیں لیکن معنے یہی تھے کہ جو بیان کئے گئے اور خاصکر مراد عبارت کی زیادہ ظاہر کروں تاکہ عام لوگ واقف ہو جائیں پس مراد اس سے یہ ہے کہ بندہ کے اختیار میں اُس کی صفت ہوتی ہی پس اختیار حق سے اپنی اختیار میں مثل پردہ نشینوں کے ہے۔ پس صفت بندہ کی اُس کا حجاب ہوئی یعنے حق سے اور لامحالہ اختیار حق کا ازلی ہوا اور اُس بندہ سے محدث اور جو اختیار حق کا بندہ کے حق میں بقا ہوا تو لامحالہ اختیار اُس کا فانی ہوا اور تصرف اُس کا منقطع ہوا واللہ اعلم اور ایک روز میں شہر کرماں میں اُن کے پاس آیا تو آپ نے مجھ سے کہا یا ابا الحسن اس وقت کی خواہش بیان کر کہ کیا چاہتا ہے تو میں نے عرض کیا۔ کہ اس وقت مجھ کو سماع سننے کی خواہش ہے اُسی وقت آپ نے ایک آدمی کو قوال کے بلانے کو روانہ کیا اور ایک جماعت راگ سننے والوں کی اور ناچ دیکھنے والوں کی بھی اُس وقت موجود تھے میں جوش جوانی اور نور محبت کی وجہ سے پہلے کلمات کو ہی سُنکر بیقرار ہو گیا جب مجھ کو تھوڑا زمانہ گذرا اور وہ جوش کم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ

اس سماع کو تو نے کیسا پایا میں نے کہا ایہا الشیخ میں بہت خوش تھا تو آپ نے فرمایا کہ ایک وقت ایسا آویگا کہ یہ آواز کوا کی دونوں خاصکر تجھ کو یکساں ہوں گی کیونکہ قوت سماع کی اُس وقت تک ہوگی کہ مشاہدہ نہو گا جب مشاہدہ حاصل ہوگا تو ولایت سمع کی ناچیز ہو جائے گی اور ذکر کی جبتک تو عادت نہ کریگا تب تک تیری طبیعت قائم نہ ہوگی اور اُس کے ساتھ نہ رہے گی۔ واللہ اعلم بالصواب

الباب الثالث عشر

یعنی باب ذکر میں صوفیا رمتاخرین اہلِ بلدان کے بطور اختصار کے

پس اے طالب صادق اب میں اُن لوگوں کا ذکر کروں گا کہ جو میرے عہد میں ہوئے ہیں اگر میں ذکر اور شرح سب کے حال کی اس جگہ کروں تو یہ کتاب دراز ہو جائے گی اور اگر بعض کو چھوڑ دوں تو مقصود کتاب رہ جاوے لہذا اب نام اُن لوگوں کے جو میرے زمانہ میں ہوئے ہیں اور موجود ہیں اور جو افراد قوم سے ہیں۔ اور ان کے مشائخ اور ارباب معانی سے ہیں نہ رسوم سے ہیں اس کتاب میں لاتا ہوں تاکہ میں اپنی مراد حاصل ہونے سے زیادہ قریب ہوں انشاء اللہ تعالے یعنی وہ لوگ جو کہ عراق و شام میں ہوئے ہیں منجملہ اُن کے ایک شیخ محمد زکی بن العلا بزرگان مشائخ سے تھے اور زمانہ کے پیشواؤں سے اُس کو میں نے مثل شعلہ کے شعلہ ہائے محبت سے آیات اور براہین ظاہر کے ساتھ پایا اور شیخ بزرگ وار ابو جعفر محمد بن المصباح الصیدلانی رؤسا متصوفین سے تھے تحقیق میں آپ کی زبان اچھی تھی اور حسین بن منصور سے اُن کو بہت محبت تھی اور بعضے اُن کی تصانیف سے اُن کے روبرو میں نے پڑھی ہے اور ابوالقاسم سدسی ایک پیر با مجاہدت

تھے لیکن پارس

اور نیک حال تھے اور فقیروں کے معتقد اچھے اعتقاد کے ساتھ تھے لیکن پارس والوں سے شیخ الشیوخ ابوالحسن ابن سالبہ افصح اللسان تھے اور تصوف اور توحید میں اوضح البیان تھے اور آپ کے کلمات مشہور ہیں اور شیخ مرشد ابواسحٰق بن شہریار محتشمان قوم سے تھے اور سیاست پوری رکھتے تھے اور شیخ طریقت ابوالحسن علی بن بکران بزرگان متصوفہ سے تھے اور شیخ ابومسلم ایک مرد عزیز وقت تھے اور نیک زمانہ کے اور شیخ ابوالفتح سالبہ خاصکر باپ کے ایک بیٹے نیاب اور ولی عہد ہیں اور شیخ ابوطالب ایک مرد گرفتار کلمات حق کے تھے اور ان سب میں سے میں نے شیخ الشیوخ شیخ ابواسحٰق کو نہیں دیکھا ہے اور قہستان اور آذر بایجان اور طبرستان والوں سے شیخ شفیق فرح معروف باخی رنجانی ایک مرد نیک سیرت اور ستودہ طریقت تھے اور شیخ اس زمانہ میں بزرگان اس گروہ سے ہیں اور اُن سے خیرات بہت ہے اور یہ بادشاہ تائب ایک مرد راہ حق میں عیار تھے اور شیخ ابوعبداللہ جنیدی ایک پیر رفیق و محترم تھے اور شیخ ابوطاہر مکشوف اُس وقت کے اجلہ سے تھے اور خواجہ حسن سمنانی ایک مرد گرفتار ہے اور امیدوار اور شیخ سہلگی دانایان متصوفہ سے تھے اور احمد پسر شیخ خرقانی خاصکر اپنے باپ کے نیک خلف تھے اور اکندی ایک نیک سادات زمانہ سے تھے اور کرمان والوں سے خواجہ علی بن الحسین السیرکانی سیاح وقت کے تھے اور اچھے سفر رکھتے تھے اور اُن کا لڑکا ایک مرد حکیم عزیز ہے اور شیخ محمد بن سلمہ بزرگان وقت سے ہوئے ہیں اور ان سے آگے اور اولیا رخدائے عزوجل سے مکتومان ہوئے ہیں اور جوان والے کے امیدوار ہیں اور خراسان والوں سے جو اقبال حق کا سایہ اُس جگاہ ہے شیخ مجتہد ابوالعباس دامغانی تھے جو زمانہ کی خوبی رکھتے تھے اور آپ کا وقت اچھا تھا اور خواجہ ابوجعفر تھے

بن علی الجودینی تھے جو بزرگوں اور محققوں اس گروہ سے ہیں اور خواجہ ابوجعفر ترشیزی عزیزان وقت سے تھے اور خواجہ محمود نیشاپوری مقتدا وقت تھے جو نیک زبان رکھتے تھے اور شیخ محمد معشوق اچھی زندگانی رکھتے تھے اور وقت کو خوب گذارتے اور جیرۃ الحبیب تھے اور ایک پیر نیک باطن اور خرم تھے اور خواجہ رشید مظفر پسر شیخ ابوسعید کے امیدوار ہیں کہ مقتدا قوم اور قبلہ دلوں کے ہوں اور خواجہ شیخ احمد حمادی سرخسی مبارز وقت تھے اور ایک مدت میرے رفیق رہے۔ اور اُن کے کام سے میں نے عجائب بہت دیکھی ہیں اور جوانمردان متصوفہ سے تھے۔ اور شیخ احمد نجار سمرقندی جو مرو میں مقیم اور سلطان زمانہ تھے اور شیخ ابوالحسن علی بن ابی علی الاسود خاصکر اپنے باپ کے ایک اچھے خلف تھے اور علو ہمت اور صدق فراست میں اپنے زمانہ کے یکتا تھے اور خراسان والوں سے سب کو شمار کرنا تو مجھے دشوار ہے لیکن میں نے تین سو آدمی تنہا خراسان میں دیکھے ہیں جن میں ہر ایک ایک مشرب رکھتا تھا کہ ان میں سے ایک تمام دنیا کے واسطے کافی ہو اور یہ سب اس سبب سے ہے کہ طریقت کی محبت و اقبال کا آفتاب خراسان کی قسمت میں ہے اور ماوراء النہر کے رہنے والوں سے خواجہ مقبول خاص و عام ابوجعفر محمد بن الحسین الحرمی ایک مرد سُننے والا اور گرفتار ہے اور ہمت عالی رکھتا ہے اور زمانہ صافی اور درگاہ حق کے طالبوں پر پوری شفقت کرتا ہے۔ اور خواجہ فقیہ اپنے اصحاب میں وجیہہ ابو محمد پالغری اچھا زمانہ رکھتے تھے اور معاملات قوی اور احمد ایلاقی شیخ وقت تھے اور زمانہ کے بزرگ اور رسوم و عادتوں کے تارک اور خواجہ عارف وقت کے یکتا اور زمانہ کے نادر اور علی بن ابی اسحاق خواجہ روزگار تھے اور ایک مرد محتشم اور زبان اچھی رکھتے تھے اور یہ نام اُنکے میں نے بیان کئے ہیں جن کو میں نے دیکھا ہے اور مقام ہر ایک کا معلوم

کیا ہے اور یہ سب لوگ اہلِ تحقیق سے تھے لیکن غزنین والے شیخ عارف اپنے زمانہ میں منصف ابوالفضل بن الاسدی ایک پیر بزرگی کے لائق تھے اور اُن کی دلیلیں ظاہر ہیں اور کرامتیں باہر اور آتش محبت سے مانند شعلہ کے تھا۔ اور شیخ تعلقات سے علیحدہ اسمٰعیل الشاشی ایک پیر محتشم تھے اور ملامت کے طریق پر جاتے تھے اور شیخ سالار طبری علمار متصوفہ سے تھے اور زمانہ اچھا رکھتے تھے۔ اور شیخ عیار اور معدنِ اسرار ابو عبداللہ محمد بن الحکیم المعروف بہ مرید مستان حضرت حق سے تھے اور زمانہ میں اپنے فن میں ثانی نہ رکھتے تھے اور زمانہ اُن کا خلق پر پوشیدہ تھا اور اُن کی دلیلیں ظاہر ہیں اور آتیں ظاہر ہیں اور صحبت کیواسطے اُن کا زمانہ بہت اچھا تھا اور پہلے درویشوں سے سعید بن ابی سعید العیار پیغمبر علیہ السلام کی حدیث کے حافظ تھے اور ایک عمر اچھی پائی تھی اور بہت مشائخوں کو دیکھا تھا اور قوی الحال اور باخبر تھے لیکن پوشیدہ چلتے اور اپنے معنے کسی پر ظاہر نہ کرتے تھے۔ اور خواجہ بزرگ وار اور قاعدہ حرمت وقار ابوالعلا عبدالرحیم بن احمد السعدی عزیز قوم ہے اور سید وقت اور مہذب زمانہ اور حال اچھا اور فنون علم سے خبردار ہے اور شیخ یگانہ شورہ بن محمد الجردیزی اہلِ طریقت کے ساتھ شفقت پوری رکھتے ہیں اور ہر ایک کی اُن کے نزدیک بزرگی ہے اور مشائخ کو دیکھا اور بحکم اعتقاد عالم لوگ اور اُس شہر کے علمار خوب امید رکھتے ہیں کہ ان کی بعد آدمی اچھے ظاہر ہوں گے کہ اُن سے ہم کو اعتقاد ہو گا اور یہ گروہ پراگندوں کا کہ اس شہر میں موجود ہے اور اس راستہ کی صورت کو خراب کیا ہے اس شہر سے پاک ہوں اور وہ بھی قدم گاہ اولیار اور بزرگوں کی ہے اب ہم ان کے فرقوں کے فرق کو اور مذہب کو ظاہر کرتے ہیں تاکہ سب لوگ ان سے واقف ہو جائیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الباب الرابع عشر

یعنی باب اُن فرقوں کے فرق میں جو مذاہب میں ہیں

اس سے پہلے ابوالحسن نوریؒ کے ذکر میں میں نے کہا تھا کہ یہ بارہ گروہ ہیں ۔ ان میں سے دو گروہ مردود ہیں اور دس مقبول ہیں اور ہر ایک قسم کو ان دس گروہ سے ایک معاملہ اور ایک طریقہ اچھا مجاہدات میں ہے اور آداب لطیف مشاہدات میں ہے ہر چند کہ معاملات اور مجاہدات اور ان کی ریاضتین مختلف ہیں لیکن شریعت کے اصول و فروع اور توحید میں موافق ہیں اور ابویزید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اِخْتِلَافُ الْعُلَمَاءِ رَحْمَۃٌ اِلَّا فِیْ تَجْرِیْدِ التَّوْحِیْدِ اور اس کلمہ کے موافق ایک حدیث بھی مشہور ہے اور حقیقت تصوف کی مشائخوں کے اخبار میں موجود ہے جو از روے حقیقت اور مفہوم کے از روے مجاز اور رسوم کے ہے پس میں بطور اختصار کے ان کی باتوں کو اس بیان میں تقسیم کرتا ہوں اور اصل مذہب میں ہر ایک کے واسطے ایک بساط بچھاتا ہوں تاکہ طالب کو اس کا علم حاصل ہو اور علماء کو سلاح ہو اور مریدوں کو اصلاح اور محبوں کو فلاح اور عقلا اور خداوندان مروت کو تنبیہ اور مجھ کو دوجہان کا اللہ کی طرف سے ثواب حاصل ہو ۔ پس محاسبیان کی اقتدا ابی عبداللہ حارث بن اسد المحاسبیؒ کے ساتھ ہے اور اس پر سب زمانہ والوں کا اتفاق ہے کہ وہ مقبول النفس اور مقتول النفس تھے اور علم اصول اور فروع اور حقائق کے عالم تھے۔ اور اُن کا کلام تجرید توحید میں تھا اور صحت معاملت ظاہری اور باطنی میں یکتا تھے اور ایک اعتراض اُن کے مذہب پر یہ ہے کہ رضا کو جملہ مقامات سے نہیں کہتے ہاں کہتے ہیں وہ جملہ احوال سے ہے اور یہ خلاف کی ابتدا اُنہوں نے کی ہے اور اُس وقت

اہل خراسان نے یہ قول اُن کا اختیار کیا اور عراقیوں نے لیا کہ رضا جملہ مقامات سے
ہے اور یہ نہایت توکل ہی اور ان دونوں قوموں میں آجتک اختلاف پڑا ہوا ہے
اور اب میں اس قول کو بیان کرتا ہوں انشاء اللہ تعالےٰ اَلْکَلَامُ فِیْ حَقِیْقَۃِ الرِّضَآءِ
یعنے یہ کلام رضا کی حقیقت میں ہے اور اس مذہب کا بیان یوں ہی کہ پہلے رضا کی
حقیقت کو ہم ثابت کریں گے اور اُس کے اقسام بیان کریں گے اور اُس کے بعد
حقیقت حال اور مقام اور اُن میں فرق بیان کریں گے انشاء اللہ عزوجل لیکن جاننا چاہیے
کہ کتاب اور سنت رضا کے ساتھ ناطق ہے اور امت اُس پر جمع ہے جیسا کہ خدائے
عزوجل نے فرمایا ہے وَرَضُوْا عَنْہُ اور نیز کہا لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ
اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ یعنے تحقیق راضی ہوا اللہ مومنوں سے جس وقت تیری بیعت کرتی
تھے نیچے درخت کے اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ
مَنْ رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا یعنے چکھا مزا ایمان کا اُس شخص نے کہ جس جو. راضی ہوا اللہ کے رب ہونے پر پس
رضا دو قسم پر ہے یعنے ایک رضا خداوند تعالےٰ کی بندہ پر رضا ہے۔ اور دوسرے
بندہ کی خداوند تعالیٰ سے رضا ہے لیکن حقیقت رضا خداوند تعالےٰ کی ارادت ثواب
اور نعمت اور بزرگی بندہ کی ہے اور حقیقت رضائے بندہ کی قائم ہونا اُس کے فرمان
پر اور گردن رکھنا خاص کر اُس کے حکم پر ہے پس خداوند تعالیٰ کی رضا بندہ کی
رضا پر مقدم ہے کیونکہ جبتک اُس کی توفیق نہ ہووے گی بندہ خاص کر اُس کی حکم پر
گردن نہ رکھے گا اور اُس کے حکم پر اقامت نہ کریگا اس سبب سے کہ رضا بندہ کی خداوند کی
رضا کے ساتھ ہم قرین ہے اور اُس کے ساتھ بندہ کا قیام ہے اور حاصل یہ کہ رضا
بندہ کی استواری دل کی ہے قضا کے دو طرف پر یا منع ہے یا عطا ہے اور
استقامت اُس کے سر کی نظارہ احوال پر ہے یعنی یا جمال ہی اور یا جلال ہی پس
جیسا کہ اگر منع کے ساتھ واقف ہو یا عطا کے ساتھ ہو تو سابق ہو اُس کی رضا کے

نزدیک وہ متساوی ہے اور اگر حق کی ہیبتِ جلال کی آگ میں جلے یا اُس کے لطف و جمال کے نور سے روشن ہو اور جلنا اور روشن ہونا اُس کے دل کے نزدیک یکساں ہو اس واسطے کہ اُس کا شاہد حق ہے اور وہ جو اُس سے ہو وہ سب اچھا ہی اچھا ہے کسی نے ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین حسین بن علی کرم اللہ وجہہ سے حضرت بوذر غفاریؓ کا قول پوچھا کہ کہا اَلْفَقْرُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الْغِنَاءِ وَالسَّقَمُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الصِّحَّۃِ فَقَالَ رَحِمَ اللّٰہُ اَبَا ذَرٍّ اَمَّا اَنَا فَاَقُوْلُ مَنْ اَشْرَفَ عَلٰی حُسْنِ اخْتِیَارِ اللّٰہِ لَمْ یَتَمَنَّ غَیْرَ مَا اخْتَارَ اللّٰہُ لَہٗ یعنی فقیری میرے نزدیک زیادہ دوست ہے امیری سے اور بیماری زیادہ دوست ہے تندرستی سے پس امام حسینؓ نے کہا رحمت خدا کی ابوذر پر ہووے لیکن میں کہتا ہوں کہ جس کسی کو اوپر حسن اختیار حق کے اطلاع ہو تو کوئی تمنا نہ کرے سوائے اس کے کہ خدائے تعالٰے نے اختیار کیا ہو یعنی جب بندہ نے اختیار حق کو دیکھا اور اپنے اختیار سے اعراض کیا تو تمام غموں سے چھوٹ گیا اور یہ بات غیبت میں درست نہیں ہے کیونکہ اس کو حضوری چاہیئے اس واسطے کہ رضا و تسلیم مرد کو غم و درد سے رہائی دیتی ہے اور غفلت کے پنجہ سے چھوڑا دیتی ہے اور غیر کا اندیشہ اُس کے دل سے دور کر دیتی ہے اور تمام غم و الم سے رہائی دیتی ہے پس دنیا کی آزادگی رضا کی صفت ہی لیکن معاملات میں رضا کی حقیقت بندہ کو کفایت کرتی ہے اس وجہ سے کہ دنیا کی قبولیت اور اُس کا رد خداوند عالم کے علم سے ہی یعنی جانے کہ منع اور عطا علم خداوند عزوجل سے ہے اور اعتقاد کرے کہ خداوند تعالٰے تمام احوال میں اُس کا بینا ہے اور اس معنے والے چار قسم پر منقسم ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے کہ نعمتوں پر راضی ہی وہ دنیا ہے اور ایک گروہ وہ ہے کہ جو بلا پر راضی ہے اُس کو بیخ طرح طرح کے ہیں اور ایک گروہ ہے کہ اصطفا اور برگزیدگی پر راضی ہی اور وہ محبت ہے پس اُس نے کہ معطی سے عطا کی طرف دیکھا اُس کو جان کے ساتھ قبول کیا تو کلفت

اور مشقت اُس کے دل سے دور ہوئی اور جو عطیہ سے عطا کنندہ کی طرف نگاہ کرتا ہی تو وہ عطا میں ہی رہجاتا ہے اور رضا کے راستہ پر مشکل سے چلتا ہے اور تکلف سبب رنج اور مشقت ہوتا ہے اور معرفت اُس وقت حقیقت ہوتی ہے یعنے بندہ معرفت حق میں مکاشف ہوا اور جب معرفت اُس کے لئے قید اور حجاب ہو تو وہ معرفت مکروہ ہی اور وہ نعمت کم بختی ہے اور وہ عطا پردہ ہے یعنی جو شخص دنیا کے لئے اُس سے راضی ہو وہ ہلاکت اور زیاں کاری میں ہے اور اُس کی وہ رضا دوزخ کا باعث ہوتی ہے اسواسطے کہ دنیا اسقدر قدر نہیں رکھتی کہ جو کوئی اُس کی دوستی کا دم بھر سکے اور کوئی غم اُسکے دل پر نہ گذرے اور نعمت وہ نعمت ہوتی ہے کہ جو منعم کی طرف رہنما ہو اور جب منعم سے حجاب ہو تو وہ نعمت بلا ہو پس جو شخص بلا میں اُس سے راضی ہو وہ ایسا ہے کہ بلا میں بلا ڈالنے والے کو دیکھے اور اُس کے دیکھنے سے بلا اور اُسکی مشقت کی برداشت کرے اُس وقت اُس کا رنج دوست کے مشاہدہ کے باعث آزردہ نہیں ہوتا ہے اور جو لوگ کہ برگزیدہ ہونے کے باعث اُس سے راضی ہوں وہ اُس کے محب ہیں کہ رضا اور غضب میں اُن کی ہستی عاریتاً ہوتی ہے اور اُن کے دلوں کی منزلیں جناب پاک کے سوا نہیں ہوتیں اور اُن کے اسرار کا خیمہ روضۂ انس کے سوا نہیں ہوتا یعنی وہ حاضر ہوتے ہیں اور غائب صورت ہیں اور جسمانی وحشی عرش نشین روحانی ہیں اور موحدان ربانی مخلوق سے دل اُٹھائے ہوئے ہوتے ہیں اور احوال و مقامات کی قید سے نکلے ہوئے ہیں اور خاصکر حق کی دوستی میں کمر باندھے ہوئے ہیں اور دوست کی مہربانی کے منتظر بیٹھے ہوئے ہیں پس رضا بغیر خسران کے ہے اس واسطے کہ رضا ساتھ اُس کے ملک صریح ہے اور ہدایت عاقبت کی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ لَمْ یَرْضَ بِاللّٰہِ وَبِقَضَآئِہٖ شَغَلَ قَلْبَہٗ وَتَعِبَ بَدَنُہٗ یعنی وہ کہ نہ راضی ہو اُس کے حکم پر دل اُس کا مشغول ہوا سباب

ہیں اور تن اُس کا رنجیدہ ہو اُس کی طلب میں و اللہ اعلم بالصّواب۔

فصل دوسری

آثار میں ہے کہ موسیٰ صلوات اللہ علیہ نے کہا اَللّٰھُمَّ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُ رَضِیْتَ عَنِّیْ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّکَ لَا تُطِیْقُ ذٰلِکَ یَا مُوْسٰی فَخَرَّ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ سَاجِدًا مُتَضَرِّعًا فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَیْہِ یَا ابْنَ عِمْرَانَ اِنَّ رِضَائِیْ فِیْ رِضَائِکَ بِقَضَائِیْ یعنی بارِ خدایا مجھکو وہ کام بتلا کی طرف کہ جو میں اُس کو کروں تاکہ تو راضی ہووے مجھ سے پس خداوند تعالےٰ نے فرمایا کہ اے موسےٰ تو وہ نہیں کر سکتا ہے پس موسےٰ علیہ السلام نے سجدہ کیا۔ اور تضرع کی تو خداوند عزوجل نے اُن کی طرف وحی بھیجی کہ اے پسر عمران رضا اور خوشنودی میری تجھ سے اُس میں ہے کہ تو میرے حکم پر راضی ہو یعنے جب بندہ حق تعالےٰ کے حکموں پر راضی ہو تو علامت اس کی ہووے کہ خداوند تعالےٰ اُس سے راضی ہے اور بشر حافی رضی اللہ عنہ نے حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ زہد زیادہ بزرگ ہے یا رضا تو فضیل نے کہا اَلرِّضَاءُ اَفْضَلُ مِنَ الزُّھْدِ لِاَنَّ الرَّاضِیَ لَا یَتَمَنّٰی فَوْقَ مَنْزِلَتِہٖ یعنی زہد سے رضا زیادہ بزرگ ہے اس واسطے کہ راضی کو تمنّا نہیں ہوتی اوپر کی منزل کی یعنی زہد کی منزل کی اوپر ایک دوسری منزل ہے کہ زاہد کو اُس منزل کے ساتھ تمنا ہوتی ہے اور رضا کے اوپر کوئی منزل نہیں ہے تاکہ راضی کو اُس کے واسطے تمنّا ہووے پس پیشگاہ زیادہ فاضل ہی پایگاہ سے اور یہ حکایت قول محاسبیؒ کی صحت پر دلیل ہے کہ کہا رضا جملہ احوال سے ہے اور بخشش الٰہی سے نہ کسبوں اور منزلوں سے اور یہی احتمال ...... ہے کہ راضی کو تمنّا نہیں ہوتی اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَسْاَلُکَ الرِّضَاءَ بَعْدَ الْقَضَاءِ یعنے بارِ خدایا تجھ سے چاہتا ہوں کہ مجھ کو راضی رکھے بعد اسکی

له اس میں اُن آثار کا بیان ہے جو موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے دعا کی ہے ۱۲

کہ حکم آوے میری طرف یعنی مجھ کو ایسی صفت پر رکھ کہ جب قضا تجھ سے آوے میرا مقدر تقدیر
تو مجھکو اُس کے دوہ سے راضی پاوے اس جگہ درست ہوا کہ رضا قبل ورود قضا کے درست
نہیں ہے اس سبب سے کہ وہ عزم رضا پر ہے اور عزم رضا کا عین رضا نہیں ہے اور
ابوالعباس بن عطا رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ اَلرِّضَا نَظَرُ الْقَلْبِ اِلٰی قَدِیْمِ اخْتِیَارِ اللّٰہِ لِلْعَبْدِ یعنی رضا
نظر دل کی ہے طرف اختیار قدیم خدا کے خاصکر بندہ کو یعنے جو کچھ اُس کی طرف سے پہونچے۔ تو
جانے کہ اس کا ارادہ قدیم اور حکم سابق ہی مجھ پر۔ پس مضطرب نہ ہو بلکہ خوش دل
ہو اور حضرت حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ صاحب مذہب کہتے ہیں اَلرِّضَا سُکُوْنُ الْقَلْبِ تَحْتَ
مَجَارِی الْاَحْکَامِ یعنی رضا سکون قلب ہے نیچے مجاری احکام کے جو کچھ کہ ہوں اور اس
بات میں مذہب اُس کا قوی ہے اس سبب سے کہ سکون اور طمانیت اور سکون دل
کسب بندہ سے نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ کی بخششوں سے ہے اور دلیل یہ ہے کہ
رضا احوال سے ہے نہ مقام سے اور کہیں کہ عتبۃ الغلام ایک رات نہ سویا اور صبح تک
کہتا تھا اِنْ تُعَذِّبْنِیْ فَاَنَا لَکَ مُحِبٌّ وَاِنْ تَرْحَمْنِیْ فَاَنَا لَکَ مُحِبٌّ یعنی اگر دوزخ میں مجھ
کو عذاب کرے تو میں تیرا دوست ہوں یعنے الم عذاب کا اور لذت نعمت کی بدن پر
ہو اور قلق دوستی کا دل میں ہو اور یہ خاصکر اُس کی مخالفت نہ کرے اور یہ قول
محاسبی کی تاکید ہے کیونکہ رضا محبت کا نتیجہ ہے کہ محب راضی ہووے اُس پر کہ
جو محبوب کرے اگر عذاب میں رکھے دوستی کے ساتھ تو محجوب نہ ہووے بلکہ خوش
دل ہو اور اگر نعمت میں رکھے تو دوستی سے محجوب نہ ہو اور اپنا اختیار ترک کرے
مقابلہ میں اختیار حق کے اور ابوعثمان حیری کہتے ہیں مُنْذُ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً مَا
اَقَامَنِیَ اللّٰہُ فِیْ حَالٍ فَکَرِھْتُہٗ وَمَا نَقَلَنِیْ اِلٰی غَیْرِہٖ فَسَخِطْتُہٗ یعنی چالیس سال ہوئے
ہیں کہ خاصکر خدائے عزوجل نے جس حال میں کو رکھا ہے کراہیت کرنے والا نہیں ہوں
اور کسی حال سے طرف دوسرے حال کے مجھ کو نقل نہیں کیا ہے کہ میں اُس

حال میں غضبناک ہوا ہوں اور بہ اشارہ دوام رضا اور کمال محبت کی طرف ہے۔ اور حکایت میں مشہور ہے کہ ایک فقیر دجلہ میں گرفتار ہوا اور تیرنا نہ جانتا تھا کہ ایک شخص نے کنارہ پر سے کہا کہ کسی کو بلا کر لاؤں تاکہ تجھ کو باہر نکال کر لاوے تو اس نے کہا کہ نہیں پھر کہا کیا تو ڈوبنا چاہتا ہے کہا نہیں کہا پس تو کیا چاہتا ہے کہا وہ جو خدا چاہے مجھکو اپنی خواہش سے کیا غرض اور رضا میں مشائخوں کے بہت قول ہیں کہ جو عبارات کے اختلاف کے ساتھ ہیں۔ لیکن قاعدے یہ دو اصل ہیں کہ جو بیان کیئے اور اختصار کی غرض سے طوالت کو ترک کیا لیکن اس جگہ چاہیئے کہ مقام و احوال میں فرق بیان کروں اور اس کی تعریفیں لکھوں تاکہ تجھکو اور پڑھنے والے کو یہ بات آسان زیادہ ہو جاوے اور اس کی تعریف کو جانیں انشاء اللہ تعالے۔ اَلْفَرْقُ بَیْنَ الْحَالِ وَالْمُقَامِ یعنی حال و مقام میں فرق جان کہ یہ دو لفظ مستعمل ہیں ان دو گروہ میں اور ان کی عبارتوں میں جاری اور مستعمل ہیں اور علوم اور بیان حقائق میں اور خصوصاً طالبوں کو اس کے علم سے چارہ نہیں ہے لیکن یہ باب ان کے اثبات کی جگہ نہیں ہے لیکن علوم بیان کرنے سے اس جگہ میں چارہ نہیں ہے اور اللہ سے توفیق ہے اور عصمت اور عون ہے پس جاننا چاہیئے کہ مقام ضمہ میم کے ساتھ اقامت اور جائے اقامت ہے اور زبر میم کے ساتھ قیام اور جائے قیام ہے یہ تفصیل و معنے لفظ مقام کے سہواً ہیں جو عربی زبان کے خلاف ہے اور مقام بضم اقامت اور جائے اقامت بندہ ہے اور مقام فتح میم کے ساتھ قیام ہے اور جائے قیام ہے نہ جائے اقامت بندہ کی راہ حق میں ہے اور حق ادا کرنا اور رعایت کرنا خاصکر اس کا اس مقام کو تاکہ اس کے کمال کا ادراک کرے اس قدر کہ ظاہر ہو وے آدمی پر اور یہ بات جائز نہیں کہ اپنے مقام سے درگذرے اور بغیر اس کے کہ حق اس کا ادا کرے جیسا کہ شروع مقامات میں توبہ ہے اس کے بعد انابت اس کے بعد زہد اس کے بعد توکل مثل اس کی جائز نہیں کہ بے توبہ کے دعوے انابت کا کرے اور بے انابت

کے دعوے زہد کا کرے اور بغیر زہد کے دعوے توکل کا کرے اور خدائے عزوجل نے
ہمکو خبر دی جبرئیلؑ سے کہ انہوں نے کہا وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ اور کوئی ...
نہیں ہے ہم سے مگر اُس کو ایک مقام معلوم ہے اور پھر حال معنی ہو کہ حق کی طرف سے دل میں
پیدا ہو بغیر اس کے کہ آپ سے اُس کو کسب کے ساتھ دفع کرسکے یعنے جب آوے
تکلف کے ساتھ کھینچ سکیں اور جب جاوے تو واپس نہیں کیا جاسکتا ہے پس مقام سے
مراد ہے طالب کی راہ اور محل اجتہاد میں اُس کی قدمگاہ اور درجہ اُس کا ہے
اس کے اکتساب کے مقدار کے موافق حق جل و علا کی حضرت میں ہے اور حال سے مراد یہ
ہوئے کہ خداوند تعالےٰ کے فضل اور اُس کے لطف سے بندہ کے دل میں آئے بغیر تعلق
اُس کے مجاہدہ کے اور جان اُس سبب سے کہ مقام جملہ اعمال سے ہو اور حال جملہ افضال
سے ہو اور مقام جملہ مکاسب سے ہو اور حال جملہ مواہب سے پس صاحب مقام اپنے
مجاہدہ کے ساتھ قائم ہو اور صاحب حال آپ سے فانی ہو اور قیام اُس کا اُس حال
کے ساتھ ہو کہ حق تعالےٰ نے اُس میں پیدا کیا ہے اور مشائخ رحمٰ اس جگہ مختلف ہیں اور
ایک گروہ دوام حال کو جائز رکھتا ہے اور ایک گروہ جائز نہیں رکھتا ہے اور حارث
محاسبیؒ دوام حال کو جائز رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ محبت اور شوق اور قبض اور بسط
جملہ احوال میں اگر دوام اُس کا جائز نہ ہوتا تو محب محب ہوتا نہ مشتاق مشتاق اور
یہ حال جبتک بندہ کی صفت نہ ہو اُس کا اسم اُس پر واقع نہ ہو اور انہیں سے ہے
کہ وہ رضا کو جملہ احوال سے کہتے تھے اور وہ جو ابو عثمانؒ نے کہا ہے اُس سے اشارہ
اسی کی طرف ہے کہ مُنْذُ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً مَا اَقَامَنِیَ اللّٰہُ عَلٰی حَالٍ فَکَرِھْتُہٗ اور دوسرے
گروہ دوام حال اور بقا کو جائز نہیں رکھتا ہے جیسا کہ جنیدؒ نے کہا ہے اَلْاَحْوَالُ کَالْبُرُوْقِ فَاِنْ
بَقِیَتْ فَحَدِیْثُ النَّفْسِ یعنی احوال مثل بجلی کے ہے کہ چمکے اور غائب ہو کیونکہ وہ جو باقی
ہو نہ حال ہو کیونکہ وہ حدیث نفس اور ہوس طبیعت کی ہے اور ایک گروہ نے اس معاملہ

میں کہا ہے الاحوال کالبرق یعنی نزول حال اُس کی نام کی مثل ہے یعنی حال میں حلول کے
دل کے ساتھ متصل ہو اور ثانی میں حال زائل ہو اور جو کچھ باقی ہو صفت ہو اور قیام
صفت کا موصوف کے ساتھ ہو اور چاہیئے کہ موصوف کامل زیادہ اُس کی صفت سے
ہو اور یہ سب محال ہو اور یہ فرق میں اس واسطے بیان کرتا ہوں کہ اس طائفہ کی عبارات
اور اس کتاب میں جس جگہ کہ حال و مقام دیکھے تو جانے تو کہ مراد اُس سے کیا چیز ہے
بالجملہ جان لے تو کہ رضا نہایت مقامات ہے اور ابتدار احوال ہے۔ اور یہ ایک محل
ہے کہ ایک طرف اُس کے کسب و اجتہاد میں ہے اور ایک طرف محبت اور اُس کی غلیان
میں ہے اور اوپر اُس کے مقام نہیں ہے اور مجاہدوں کا انقطاع اُس سے ہے
پس ابتدا اُس کی مکاسب سے ہے اور انتہا مواہب سے اب احتمال ہوتا ہے۔ کہ
جس نے ابتدا میں اپنی رضا اپنے ساتھ دیکھی کہا مقام اور جس نے کہ انتہا میں رضار
اپنے حق کے ساتھ دیکھی کہا حال ہے پس حکم حضرت محاسبیؒ کے مذہب کا اصل
تصوف میں ہے لیکن معاملات میں کوئی خلاف نہیں کیا ہے بجز اُس کے کہ مریدوں
کو زجر کرتا تھا عبارات اور معاملات سے جو موہم خطا ہوتی ہر چند اصل اُس کی
درست ہوتی جیسا کہ ایک روز ابو حمزہ بغدادی جو اُن کا مرید تھا اُن کے پاس
آیا وہ ایک مرد مستمع اور صاحب حال تھا اور حارث شاہ ایک مرغ رکھتے تھے
جو بانگ دیتا تھا جس وقت ابوحمزہ آئے تو اُس وقت مرغ نے بانگ دی۔
پس حارث اُٹھے اور اُس کے مارڈالنے کا قصد کیا اور کہا کفرت یعنے تو کافر
ہو گیا اُس وقت مرید لوگ شیخ کے پاؤں میں گر پڑے اور اُس کو اُس سے جدا کیا۔
ابوحمزہ سے کہا اسلم یا مطرود سب نے کہا ایہا الشیخ ہم سب اُس کو جملہ خاصان
اولیا اور موحدوں سے جانتے ہیں آپ نے اُس کے ساتھ یہ تردد کیوں کیا۔
حارث نے کہا مجھکو اُس کے معاملہ میں تردد نہیں ہے اور اُس میں سوائے خوبی کی

اور کچھ معلوم نہیں ہوتا اور اس کے باطن کو سوائے مستغرق توحید کے نہیں جانتا ہوں لیکن
کس واسطے اس کو ایسا کام کرنا چاہیے جو حلولیوں کے فعل کی مثل ہو تو ان کے مقالات
سے ان کے معاملات میں ایک نشان ہو یعنے ایک مرغ جو عقل نہیں رکھتا۔ اپنی
عادت اور اپنی خواہش کے موافق اذان دیتا ہے اس کو حق کے ساتھ سماع کیوں
معلوم ہوتا ہے اور حق جل و علا متجزی نہیں اور اس کے دوستوں کے واسطے
سوائے اس کے کلام پر آرام نہیں اور سوائے اس کے اسلام پر وقت اور
حال نہیں اس کو کسی چیز کے ساتھ حلول اور نزول نہیں اور اتحاد و امتزاج قدیم پر
جائز نہیں جب ابوحمزہ نے اس وقت نظر شیخ کی دیکھی کہا ایہا الشیخ ہر چند کہ میں
اصل میں درست تھا لیکن جو میرا فعل ایک قوم کے فعل سے مشابہ ہوا میں نے
توبہ کی اور لوٹتا ہوں اور اس قسم کے ان کے طریقے بہت ہیں میں نے مختصراً ذکر
کیا مگر یہ طریق بہت پسندیدہ ہے سلامتی کی راہ میں بغیر تکسیر کے صحو میں کمال
پر اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ کَانَ مِنْکُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ
الْاٰخِرِ فَلَا یَقِفَنَّ مَوَاقِفَ التُّھَمِ یعنی جو کوئی کہ خدا پر ایمان لاوے اور قیامت
کے دن پر تہمت کے مقاموں پر نہ کھڑا ہو اور میں کہ علی بن عثمان الجلابی ہوں۔
ہمیشہ خداوند تعالے سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے ایسا معاملہ دے اور یہ صفت
رسمی لوگوں کی صحبت سے نہیں ملتی کیونکہ اگر ان کے ساتھ معصیت و ریا میں
موافقت نہ کرے تو تیرے دشمن ہوں نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْجَھْلِ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

گروہ قصاریہ یعنی قصاریوں کے پیشوا ابو صالح بن حمدون بن احمد بن
عمارۃ القصار تھے اور وہ علماء بزرگ سے تھے اور اس طریق کے سادات سے تھے اور
طریق ان کا اظہار اور نشر ملامت تھا اور فنون معاملات میں ان کا کلام عالی ہے
اور وہ کہتے تھے چاہیے کہ علم خدائے عزوجل تیرے ساتھ بہت اچھا ہو اس سے

کہ علم خلق کا چاہیے کہ خلا میں معاملت حق کے ساتھ.........
اُس سے زیادہ اچھی کرے تو کہ بلا میں خلق کے ساتھ کیونکہ حجاب اعظم حق سے تیرے دل کا شغل ہے ملامت کے باب میں اور ابتدا رکتاب میں احوال وحکایات اُن کی بیان کرچکا ہوں اور میں نے اختصار کیا تھا کہ کتاب دراز نہ ہو اور اُن کی نادر حکایتوں سے ایک یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نیشاپور کی حیرہ نہر میں جارہا تھا کہ نوح نام ایک چور جواں مردی میں مشہور تھا اور نیشاپور کے سب چور اُس کے تابع تھے وہ راستہ میں مجھے ملا میں نے کہا کہ اے نوح جواں مردی کیا چیز ہے اُس نے کہا کہ میری جوانمردی دریافت کرتا ہے یا اپنی پوچھتا ہے میں نے کہا دونوں دریافت کرتا ہوں اُس نے کہا کہ میری جواں مردی وہ ہے کہ میں نیچے مرقعہ پہنتا ہوں اور اوپر قبا اور معاملہ وہ اختیار کرتا ہوں کہ صوفی ہو جاؤں اور خدا سے شرم کرتا ہوں اور اس مرقعہ میں پرہیز کرتا ہوں اور تیری جوانمردی وہ ہے کہ تو مرقعہ باہر پہنتا ہے تا تو خلقت پر اور خلقت تجھ پر مبتلا ہو جائے پس میری جواں مردی شریعت کی حفاظت ہے اور تیری جوانمردی در پردہ حقیقت کی حفاظت ہے اور یہ اصل بہت قوی ہے واللہ اعلم۔

گروہ طیفوریہ اور یہ گروہ ابویزیدؒ طیفور بن عیسیٰ بن سروشان البسطامی کے ساتھ تولا رکھتے ہیں اور وہ رؤسا صوفیہ سے تھے اور ان کا غلبہ شوق اور مستی اور بڑا اچھا طریق تھا اور حضرت عزوجل کے ساتھ طریق شوق اور سکر کا مقام رکھتے تھے کہ جو آدمی کی کسی دوستی کی جنس سے نہیں ہے اور جو چیز کہ کسب باہر ہو اُس کا دعوے باطل ہوتا ہے اور اُس سے تقلید کرنا محال ہے پس صاحب ہوش کو مقام سکر صفت نہیں ہو سکتا ہے اور آدمی اپنی طرف سکر کی کشش کرنے کا اختیار نہیں رکھتا ہے اور اُس کا سکر خود مغلوب ہوتا ہے بلکہ اُس کو خلقت کی طرف مطلق

توجہ نہیں ہوتی ہے تاکہ کسی صفت کی طرف تکلف ظاہر ہو اور اس طریقت کے مشائخ اس بات پر ہیں کہ افتدا سوائے ایسے مستقیم کے کہ اور نئے احوال سے چھوٹا ہو درست نہیں ہے مگر ایک گروہ جائز رکھتا ہے کہ کوئی آدمی تکلف کے ساتھ غلبہ اور سکر کی راہ پاتا ہے اس سبب سے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِبْكُوا فَاِنْ لَّمْ تَبْكُوا فَتَبَاكَوْا یعنے روؤ تم و یا رونے والوں کی صورت بناؤ تم اور اسکی دو وجہ ہیں ایک یہ کہ ریاکاری کی طور پر اپنی صورت ایک گروہ کیسی بنانا اور یہ شرک صریح ہے۔ اور دوسرے اپنے آپ کو مثل بنانا تاکہ اللہ تعالے اُس کو اُس درجہ پر پہونچا ئے۔ جس گروہ کی کہ وہ مثل بنا ہے تاکہ خاصکر اُس کے موافق ہو کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ پس جس قدر کہ طرح طرح کے مجاہدے ہو سکیں اس راہ میں کرے اور درگاہ امید پر رہے تاکہ خداوند تعالے اُس کی معانی کی تحقیق کا دروازہ اُس پر کشادہ کرے کیونکہ ایک نے مشائخوں سے کہا ہے اَلْمُشَاهَدَاتُ مَوَارِیْثُ الْمُجَاهَدَاتِ یعنے مشاہدہ مجاہدات کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں میں کہتا ہوں کہ مجاہدات سکر کے حاصل کرنے کا باعث نہیں ہوتا اور مجاہدات ہوش کی حالت میں کر سکتے ہیں اور صاحب ہوش کو مست کی حالت پر توجہ نہیں ہوتی ہے اور یہ محال ہے اب میں سکر اور صحو کی حقیقت معہ اختلاف مشائخ بیان کرتا ہوں تاکہ شبہ جاتا رہے انشاء اللہ تعالے۔

اَلْكَلَامُ فِي السُّكْرِ وَالصَّحْوِ

جان کہ عزت دے تجھ کو اللہ تعالیٰ کہ مقام سکر غلبہ عبارت سے ہو کہ جو غلبہ محبت حق تعالے سے ہے جو کہ باطن والوں نے بیان کیا ہے اور مقام صحو سے مراد کا حاصل ہونا عبارت ہے اگرچہ اہل باطن نے اس معنے میں بہت کچھ کلام کیا ہے یہاں تک کہ ایک گروہ اُس کو فضیلت دیتا ہے اور ایک گروہ اس پر زیادتی کرتا ہے پس وہ لوگ کہ جو مقام سکر کو صحو پر بزرگی دیتے ہیں اُن میں سے پہلے شخص حضرت ابویزیدؒ ہیں اور آپ کے پیرو کہتے ہیں

کہ مقام صحو آدمیت کی تکمیل اور اعتدال کی صفت سے صورت پذیر ہوتا ہے کہ جو حق تعالےٰ سے ایک پردہ ہے اور مقام سکر زوال آفت اور صفات بشریت کے نقصان اور اُس کی تدبیر اور اختیار کے دور ہونے کا نام ہے اور اُس کے تصرف کے فنا ہونے پر حق میں اطلاق کرتے ہیں بدیں وجہ کہ معانی اور قوتیں جو اُس میں موجود ہیں اُس کی جنس کے خلاف ہیں پس وہ زیادہ تر کامل اور اکمل اُس کے حال کا ہے جس طرح پر کہ داؤد علیہ السّلام کی نسبت لکھا ہے کہ حالت صحو میں تھے کہ جو ایک کلام اُن سے ظہور میں آیا اور خداوند تعالےٰ نے اُسکو اُن کی طرف منسوب فرمایا وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ یعنی داؤد علیہ السّلام نے جالوت کو قتل کیا اور ہمارے حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت ارشاد فرمایا وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی فَشَتَّانَ مَا بَیْنَ عَبْدٍ وَعَبْدٍ یعنے تو نے نہ پھینکا جب تو نے پھینکا و لیکن اللہ تعالےٰ نے پھینکا پس ایک بندہ میں اور دوسرے بندے میں بہت بڑا فرق ہے یعنے جو اپنے آپ قائم تھا اور صفات پر ثابت اُس سے کہا کہ تو نے کیا یہ اسکی کرامت تھی ۔ اور جو حق سے قائم تھا اور اپنی صفات سے فانی تھا اُس کو فرمایا کہ جو کچھ کیا وہ ہم نے کیا لہٰذا نسبت فعل بندہ کی ساتھ حق کے بہت اچھی ہے بہ نسبت اُس فعل حق کے کہ جو بندہ کی طرف منسوب ہو یعنی جب بندہ کی طرف حق تعالےٰ کا فعل مضاف ہو تو بندہ اپنے آپ قائم ہوتا ہے اور جب بندہ کا فعل ساتھ حق کے منسوب ہوتا ہے تو حق سے قائم ہوتا ہے کہ جب بندہ اپنے آپ پر قائم ہوتا ہے تو ایسا ہوتا ہے جیسا کہ داؤد علیہ السّلام کی نظر ایک نامناسب جگہ پر پڑی اور اُوریا کی عورت کو دیکھا اور جب بندہ حق سے قائم ہو تو ایسا ہوتا ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر اُسی جنس کی عورت پر پڑی تو زید پر وہ عورت حرام ہوگئی اس واسطے کہ وہ صحو کے مقام میں تھے اور یہ مقام سکر میں تھے پھر جو لوگ کہ مقام سکر کو صحو پر فضیلت دیتے ہیں وہ حضرت جنید رضی اللہ عنہ ہیں اور اُن کے

تابع کہتے ہیں کہ مقام سکر محل آفت ہی اس سبب سے کہ وہ تشویش احوال ہے اور محبت کا جاتے رہنا اور اپنا سررشتہ گم کرنا ہے اور جبکہ فائدہ تمام معانی کا علت ہوتا ہے یا بطور فنا کے یا بطور بقا کے یا بطور اس کے محو کے یا بطور اس کے اثبات کے کہ جو صحیح الحال نہ ہو اس سے فائدہ تحقیق کا حاصل نہیں ہوتا ہے اس سبب سے کہ دل اہل حق کا کل موجودات سے مجرد ہوتا ہے اور بہ سبب نابینائی کے سب چیزوں کی فکر سے خوش نہیں ہوتا ہے اس وجہ سے کہ اُنکی آفت سے آزادی ہو اور مخلوق جو ماسوائے اللہ ہے وہ تمام اشیاء کی ماہیت سے بے خبر ہے کیونکہ اگر کل چیزوں کی ماہیت جانتے تو علائق سے چھوٹ جاتے اور دیدار دو طرح پر حاصل ہوتا ہے ایک یہ کہ دیکھنے والا شے کو بقا کی نظر سے دیکھتا ہے اور دوسرے وہ کہ اس کو فنا کی آنکھ سے دیکھے اور تمام موجودات کو بقاء حق کے تحت میں جانے پس یہ دونوں صفتیں اس کو خاص کر اس کو موجودات سے روگرداں کرتے ہیں اس سبب سے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا میں فرمایا ہے اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ یعنے دکھلا ہمکو ہر چیز جیسے کہ ہے کیونکہ جس کسی نے دیکھا آسودہ ہوا اور یہ معنے خدائے عزوجل کے قول کے ہیں کہ فرمایا ہے فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ کیونکہ جبتک نہ دیکھیں اعتبار نہ پکڑیں پس یہ سب حالت صحو میں درست ہوتا ہی اور خاصکر اہل سکر کو اس حالت کی کچھ خبر نہیں ہے جس طرح کہ موسی علیہ السلام حالت سکر میں تھے کہ ایک تجلی کے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے بلکہ بیہوش ہو گئے تھی جن کی نسبت ارشاد ہوا وَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا اور ہمارے حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حالت صحو میں تھے کہ مکہ معظمہ سے قاب قوسین تک عین تجلی حق میں رہی - اور ہر وقت ہشیار اور بیدار تھے - اور میرے شیخ طریقت جو جنیدی مذہب رکھتے تھے فرماتے ہیں کہ مقام سکر بازیگاہ طفلان ہے اور مقام صحو جائے فنا مردوں کی ہے

اور میں کہ علی بن عثمان جلابی ہوں اپنے شیخ کی موافقت پر ہوں کہ صاحب سُکر کا
کامل حال صحو ہوتا ہے اور سب سے کم درجہ صحو میں بشریت کی عاجزی کے ملاحظہ سے حاصل ہوتا ہے پس جو
صحو آفت معلوم ہو اُس سکر سے بہتر ہے کہ جو عین آفت ہو اور ابو عثمان مغربی کی حکایت
ہے کہ شروع حال میں آپ نے بیس برس گوشہ نشینی کی جنگلوں میں جہانتک کہ کسی آدمی کی آواز بھی اُنکو
نہ پہنچتی تھی اور آپکا تمام جسم گھل گیا اور آنکھیں آپ کی چھوٹی پڑ گئیں اور آدمیت کی صورت آپ کی
جاتی رہی جب بیس سال کے بعد آپ کو صحبت کا حکم ہوا کہ تو خلق کی صحبت اختیار
کر اُس وقت آپ نے کہا کہ ابتدار صحبت خدا والوں اور اُس کے گھر والوں سے اختیار
کرنا چاہیئے تاکہ مبارک ہو پہلے آپ نے مکہ معظمہ کا قصد کیا اور وہاں کے مشائخوں سے
شرف صحبت حاصل کیا جب آپکے آنے کی خبر اہلِ مکہ کو ہوئی تو وہاں کے مشائخوں نے
آپ کا استقبال کیا اور آپ کو اپنے ہمراہ للئے جب آپ کو دیکھا تو آپ کی بینائی
کم ہو گئی تھی اور سوائے استخوان کے آپ میں کچھ باقی نہیں تھا اُن لوگوں نے
کہا اے ابا عثمان کہ بیس برس تو اس صفت سے زندہ رہا کہ آدم اور اُس کی ذریت
تیرے زمانہ میں عاجز ہو گئی ہم سے بیان کر کہ کس واسطے تو گیا تھا اور کیا دیکھا اور
کیا پایا اور کیوں واپس آیا حضرت ابو عثمان نے فرمایا کہ میں حالت سکر میں گیا اور
آفت سکر کی دیکھی اور ناامیدی پائی اور عاجزی کے ساتھ واپس آیا اُس وقت جملہ
مشائخین نے فرمایا کہ اے عثمان حرام ہے بعد تیرے مشائخوں پر کہ حالت صحو و سکر کی
بیان کریں کیونکہ سب کا تو نے انصاف کر دیا اور سکر کی آفت ظاہر کر دی چونکہ سکر بقائے
صفت کا عین اور فنائے صفت کا گمان ہے اور یہ حجاب ہے اور صحو بقائے دید کا نام ہے
کہ جو فنا صفت میں ہے اور یہ عین کشف ہوتا ہے جب کسی کو ظاہر ہوتا ہے تو اُس کو مقام
سکر ساتھ فنا کے زیادہ ہوتا ہے کہ جو صحو سے محال ہوتا ہے اس سبب سے کہ سکر
ایک صفت ہے جو زیادہ صحو پر ہے اس وجہ سے کہ جبتک بندہ کی اوصاف زیادہ ہیں

اس وقت تک بندہ کی خبر ہے اور جب وہ گم ہوں کے تو طالبوں کو اس کیساتھ ایک اسیر ہو گی اور یہ نہایتحال اُن کا ہے کہ جو مقام صحو اور سکر میں رہتے ہیں اور حضرت ابو یزید رضی اللہ عنہ سے حکایت ہی کہ آپ مغلوب تھے اور حضرت یحیی بن معاذ رضی اللہ عنہ نے آپ کو خط میں لکھا کہ تم کیا کہتے ہو اس آدمی کے حق میں کہ جو دریائے محبت سے ایک قطرہ نوش کرے اور مست ہو جائے اس پر حضرت بایزید رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ تم کیا کہتے ہو اس آدمی کے حق میں کہ جس کو تمام عالم کے دریا شراب محبت ہوں وہ سب اُن کو نوش کرلے اور تشنگی اُس کی باقی رہے بلکہ برابر شور کرتا ہو کہ العطش العطش اور اُس کا حال آدمیوں پر ظاہر ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یحییٰ بن معاذ نے بحالت سکر آپ کو خط لکھا تھا اور حضرت بایزید رضی اللہ عنہ سے بحالت صحو تھے برخلاف اس کے کہ صاحب صحو وہ ہے کہ جو طاقت قطرہ کی بھی نہ رکھتا ہو اور صاحب سکر وہ ہے کہ بحالت مستی سب کو نوش جان کرلے اور بجز چاہیئے کہ شراب سکر کا آلہ ہے پس جنس کیلئے جنس اولی ہوتی ہے اور صحو اُسکے خلاف ہو لیکن سکر دو طرح پر ہے ایک دوستی کی شراب کے ساتھ اور دوسری پیالہ محبت کے ساتھ پس سکر ایک دوستی معلولہ ہے کہ پیدائیش اُس کی نعمت کی رؤیت سے ہے اور سکر محبت بے علت ہے کہ پیدائیش اُس کی منعم کی رؤیت سے ہے پس جو شخص نعمت کو دیکھتا ہے وہ اپنے اوپر دیکھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور جو شخص کہ منعم کو دیکھتا ہی تو وہ نعمت کو منعم کے ساتھ دیکھتا ہے تو وہ آپ کو نہیں دیکھتا ہے اگرچہ مقام سکر میں ہو اُس کا سکر صحو ہوتا ہے اور صحو دو طرح پر ہے ایک صحو غفلت دوسرا صحو محبت پس جو صحو غفلت سے ہوتا ہے وہ حجاب ہے اور صحو محبت سے ہوتا ہے وہ کشف ہی اور جو غفلت کے قریب ہو اگرچہ صحو ہو سکر ہوتا ہے اور جو محبت کے قرین ہو اگرچہ

سکر ہو صحو ہو جاتا ہے جب اصل مستحکم ہو صحو سکر کی مثل ہے اور سکر صحو کے مثل ہے
اور جب بے اصل ہوں تو دونوں بیفائدہ ہیں حاصل کلام مردوں کی قدم گاہ میں
صحو و سکر علت اختلاف کے ساتھ معلول ہو اور جب سلطان حقیقت اپنا جمال دکھلاوے
صحو و سکر دونوں طفیلی معلوم ہوں اس سبب سے کہ ان دونوں معنے کی طرفین
ایک دوسرے سے موصول ہیں اور انتہا ایک کی ابتدا دوسرے کی ہو اور ابتدار
و انتہا ہوتا ہے اس کے کہ آپس میں فرق نہ کیا جائے پیدا نہ ہووے اور وہ
جو نسبت اس کے تفرقہ کے ساتھ ہو حکم میں متساوی ہو اور جمع نفی کی تفریق ہے۔
روایت ہے کہ مقام سرخس میں دو پیر تھے ایک لقمان اور دوسرا ابو الفضل حسن ایک
روز لقمان ابو الفضل کے پاس آئے ان کو ایک جزو ہاتھ میں لئے پایا کہا ای ابو الفضل
جزو میں تو کیا ڈھونڈھتا ہے کہا وہی کہ تو اس کے ترک میں کہا یہ خلاف کس واسطے
ہے کہا تو خلاف ڈھونڈھتا ہے کہ مجھ سے پوچھتا ہے کہ کیا ڈھونڈھتا ہے تو مستی سے
ہشیار ہو اور ہشیاری سے بیدار ہو تو خلاف تجھ سے اُٹھ جاوے اور تو جانے کہ ہم
اور تم کیا ڈھونڈھتے ہیں پس طیفوریوں کو جنیدیوں کے ساتھ اس قدر خلاف ہے
ہم نے بیان کیا اور معاملت میں مطلق مذہب ان کا ترک صحبت اور اختیار عزلت
کا ہے اور وہ اپنے سب مریدوں کو اسی طرح کا حکم دیتے ہیں اور یہ ایک طریق محمود
اور ایک سیرت ہے وہ ہے اگر میسر ہو اور جنیدیہ نسبت جنیدیوں کے ابی القاسم
الجنید بن محمدؒ کے ساتھ ہے اور ان کے وقت میں خاصکر ان کو طاؤس العلماء کہتے
اور اس گروہ کے پیشوا اور امام الائمہ تھے اور طریق ان کا مبنی بہ صحو تھا جو طیفوریوں
کے بالعکس ہے اور ان کا اختلاف بیان کیا گیا اور سب سے زیادہ مشہور اور جملہ مذہبوں
میں معروف ان کا مذہب ہے اور سب مشائخ جنیدی مذہب کے ہوئے ہیں
اور سوائے اس کے ان کے کلمات میں اختلاف اس طریقت کے معاملات

میں بہت ہے لیکن میں نے کتاب کے طول ہو جانے کے خوف سے اس پر اختصار کیا اور جو شخص اس سے زیادہ واقفیت حاصل کرنا چاہیے تو دوسری جگہ اُس کو دیکھنا چاہیئے تاکہ اس سے بہتر اُس کو حال معلوم ہو کیونکہ میرا مذہب اس کتاب میں اختصار کا ہے اور طوالت کو ترک کرنا اور اللہ کے ساتھ توفیق ہے اور حکایتوں میں میں نے پایا کہ جب حسین بن منصور نے اپنے غلبہ میں عمر بن عثمان سے تبرا کیا اور جنید کے پاس آیا تو جنید نے اُس سے کہا تو کیوں آیا کہا تاکہ شیخ کی صحبت اختیار کروں کہا مجھ کو مجنونوں کے ساتھ صحبت نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ صحبت کے واسطے صحت چاہیئے کیونکہ جب آفت کے ساتھ صحبت کرے تو ایسا ہو کہ سہل بن عبداللہ تستری کے ساتھ اور عمر کے ساتھ تو نے کیا کہا اَیُّھَا الشَّیْخُ اَلصَّحْوُ وَالسُّکْرُ صِفَتَانِ لِلْعَبْدِ وَمَا دَامَ الْعَبْدُ مَحْجُوْبًا عَنْ رَبِّہٖ حَتّٰی فَنٰی اَوْصَافُہٗ یعنے اے شیخ صحو اور سکر دو صفت ہیں بندہ کی خداوندی محجوب رہیگا جبتک اس کے اوصاف فانی ہوں حضرت جنید نے کہا اے ابو المنصور اَخْطَاْتَ فِی الصَّحْوِ وَالسُّکْرِ یعنے خطا کی تو نے صحو اور سکر میں اس واسطے کہ اس امر میں کسیکو اختلاف نہیں ہے کہ سکر عبارت ہے صحت حال سے حق کے ساتھ اور صحو عبارت ہے نہایت شوق اور بے انتہا محبت سے اور یہ دونوں معنے خلق کی صفت واکتساب کے تحت میں نہیں ہیں اے پسر منصور میں تیرے کلام میں فضول بہت دیکھتا ہوں اور عبارت بے معنے واللہ اعلم بالصواب

النوریۃ۔ نسبت نوریوں کی ابی الحسن بن نوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہے اور وہ ایک صدر علمائے متصوفہ سے تھے اور ان میں مشہور و معروف مناقب لامع اور حجتوں قاطع کے ساتھ اور اُن کا تصوف میں مذہب پسندیدہ ہے اور اُن کے مذہب کا قاعدہ یہ ہے کہ تصوف کو فقر پر تفضیل دیتے ہیں اور معاملت

اُن کی حضرت جنید کے موافق ہے اور اُن کے نوادر طریقت سے ایک وہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ صحبت میں ایثار صاحب کا حق ہے اپنے حق پر اور صحبت بے ایثار کے حرام رکھے اور کہا کہ صحبت خاصکر درویشوں کو فرض ہے اور عزلت ناستودہ اور ایثار صاحب کا صاحب پر بھی فرض ہے اور اُن سے منقول ہے کہ کہا اِیَّاکُمْ وَالْعُزْلَۃَ فَاِنَّ الْعُزْلَۃَ مُقَارِنَۃُ الشَّیْطَانِ وَعَلَیْکُمْ بِالصُّحْبَۃِ الصَّالِحِیْنَ یعنی پرہیز کرو تم عزلت سے کیونکہ وہ مقارنت شیطان کی ہے اور اپنے اوپر صحبت کو لازم کرو کیونکہ صحبت میں خوشنودی خداوند عزوجل کی ہے اب میں حقیقت ایثار کو بیان کرتا ہوں اور باب صحبت و عزلت میں رسم کے موافق اُس کے رموز کی شرح کرتا ہوں تاکہ اُس کے فائدے زیادہ عام ہوں انشاءاللہ تعالےٰ عزوجل۔

کلام ایثار میں خداوند عزوجل نے فرمایا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ یعنی ایثار کرتے ہیں اپنی جانوں پر اور خرچ کرنے والے اگرچہ اُس کے ساتھ حاجتمند ہوں اور یہ آیت فقرار صحابہ کی شان میں نازل ہوئی ہے جو بالخصوص ہے اور حقیقت ایثار یہ ہے کہ صحبت میں حق اپنے صاحب کا نگاہ رکھے اور نصیب اپنا اُس کے نصیب میں شامل کرے اور اُس کے آرام کے واسطے اپنے اوپر رنج اختیار کرے لِاَنَّ الْاِیْثَارَ اَلْقِیَامُ بِمُعَاوَنَۃِ الْاَغْیَارِ مَعَ الْاِشْتِغَالِ بِمَا اَمَرَہُ الْجَبَّارُ لِرَسُوْلِہِ الْمُخْتَارِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاھِلِیْنَ یعنے ایثار قیام کرنا ہے غیروں کی معاونت پر ساتھ اشتغال اُس چیز کے کہ حکم کیا ہو اُس کے واسطے جبار نے واسطے رسول مختار صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمایا اللہ تعالےٰ نے اختیار کر عفو کو اور حکم کر اچھی باتوں کا اور منہ پھیر جاہلوں سے اور یہ بات زیادہ شرح کے ساتھ آداب صحبت کے باب

میں آتی ہے لیکن مراد اس جگہ ایثار ہے اور یہ دو طرح پہ ہے ایک صحبت میں
جیسے کہ ذکر اس کا گذرا اور دوسرا محبت میں اور صاحب کے حق کے ایثار میں
ایک طرح کا رنج و کلفت ہے لیکن حق دوست کے ایثار میں تازگی اور راحت ہے
اور حکایتوں میں مشہور ہے کہ جب غلام الخلیل نے اس گروہ سے عداوت اپنی
ظاہر کی اور ہر ایک کے ساتھ ایک طرح کی مخالفت ظاہر لایا اور نوری اور رقام اور ابو
حمزہ کو پکڑا اور دارالخلافتہ میں لے گئے اور غلام الخلیل نے کہا یہ قوم بددینوں
اور زندیقوں سے ہے اگر امیر المومنین ان کے قتل کے واسطے حکم دے زندیقوں کی
اصل جاتی رہے کیونکہ یہ گروہ سب کے سردار ہیں اور ہر آدمی کے ساتھ یہ بھلائی تیری
ہاتھ سے ہو میں اس بات کا ضامن ہوں پس خلیفہ نے اسی وقت حکم دیا کہ ان کی -
گردنیں ماردیں پس جلاد فوراً آیا اور ان تینوں کے ہاتھ باندھے جلاد نے رقام کے
قتل کا ارادہ کیا تو نوری اٹھے اور رقام کی جگہ پہ بیٹھ گئے دستگاہ جلاد پر نہایت
خوشی کے ساتھ سب نے اس بات سے تعجب کیا جلاد نے کہا اے جوان مرد یہ
تلوار ایسی چیز نہیں ہے کہ اس رغبت کی ساتھ اس کے آگے آیا تو اور ابھی تک
تیری نوبت نہیں پہونچی کہا سچ ہے میرا طریق ایثار پر مبنی ہے اور سب سے زیادہ
عزیز دنیا میں زندگانی ہے میں چاہتا ہوں یہ چند نفس ان بھائیوں کے کام میں
خرچ کروں کیونکہ ایک نفس دنیا کا میرے نزدیک آخرت کے ہزار سال سے اچھا
ہے اس سبب سے کہ یہ سرائے خدمت کی ہے اور وہ سرائے قربت کی اور قربت
خدمت سے ملتی ہے وزیر نے یہ خبر خلیفہ کو پہونچائی خلیفہ دقت طبع اور وقت
سخن اسکے سے ایسے حالت میں متعجب ہوا اور آدمی کو بھیجا کہ ان کے معاملہ میں توقف
کرو اور قاضی القضات ابو العباس بن علی تھے ان کے حال کو اس نے ان کے سپرد کیا
اور تینوں کو پکڑا اور گھر میں لے گیا اور جو کچھ ان سے پوچھا احکام شریعت اور حقیقت سے

خاصکران میں اُن کو پورا پایا اور اپنی غفلت سے ان کے حال سے پریشان ہوا
اُس وقت نوری نے کہا ایہا القاضی یہ سب کہ تو نے پوچھا ابھی تک کچھ نہ پوچھا۔ فَاِنَّ
لِلّٰہِ عِبَادًا یَاکُلُوْنَ بِاللّٰہِ وَیَشْرَبُوْنَ بِاللّٰہِ وَیَجْلِسُوْنَ بِاللّٰہِ وَیَقُوْلُوْنَ بِاللّٰہِ
یعنے خداوند کے واسطے مرد ہیں کہ قیام اُن کا اُس کے ساتھ ہے اور قعود اور نطق
اور حرکت اور سکون سب اُس کے ساتھ ہے اور زندہ اُس کے ساتھ ہیں۔ اور
ٹھہرتے والے اُس کے مشاہدہ سے ہیں کیونکہ اگر ایک لحظہ مشاہدہ حق کا ان کے زمانہ
سے علیحدہ ہو خروش ان سے پیدا ہو پس قاضی متعجب ہوا اُن سے باتیں کر کے اور
اُن کے حال کی صحت کر کے خلیفہ کو لکھا کہ اگر یہ گروہ ملحد ہیں فَمَنِ الْمُوَحِّدُ فِی الْعَالَمِ
یعنے پس کون موحد ہوگا دنیا میں میں گواہی دیتا ہوں اور حکم کرتا ہوں کہ تمام روئے
زمین میں کوئی موحد نہیں ہے۔ خلیفہ نے خاص ان کو بلایا اور کہا کیا حاجت رکھتے ہو
کہا ہم کو تجھ سے حاجت یہ ہے کہ ہمکو فراموش کرے تو نہ اپنے قبول کے ساتھ ہم کو
مقرب کرے تو نہ اپنے ہجر سے نکالا ہوا کیونکہ ہجر تیرا ہمکو مثل قبول تیری کے ہے اور
قبول تیرا مثل ہجر تیرے کے خلیفہ رویا اور بزرگی کے ساتھ خاصکران کو واپس کیا
اور نافع سے روایت کرتے ہیں کہ کہا ابن عمر کو مچھلی کی آرزو ہوئی تمام شہر میں ڈھونڈھی
نہ پائی مگر چند روز کے بعد میں نے پائی حکم دیا تو اُس کو بریاں کریں اور دسترخوان
پر اُن کے رکھا اُس وقت خوشی کی نشانیاں اُن کی پیشانی پر تھیں اُس وقت
ایک سائل اُن کے دروازہ پر آیا آپ نے حکم دیا کہ اس کو اُس سائل کو دے دو
غلام نے عرض کیا یا سیدی اتنے روز سے اُس کو آپ مانگتے تھے اب کس واسطے
اس کو دیتے ہو اس کی جگہ سائل کو دوسری چیز دیتا ہوں کہا اے غلام اس کا کھانا
مجھ پر حرام ہے کیونکہ اس کو دل سے باہر کیا ہے میں نے بسبب اُس حدیث کے
کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنی اَیُّمَا امْرِءٍ اشْتَہٰی شَہْوَۃً

فَسُرَّ دَ شَھوَتَہٗ وَاٰثَرَ الْاٰخَرَ عَلٰی نَفْسِہٖ غُفِرَ لَہٗ یعنی وہ شخص کہ آرزو ہو اُس کو کسی چیز کی جو اُن
سے جبکہ اُسکو پاوے ہاتھ اُس سے روک لے اور دوسرے کی آرزو اولی زیادہ جانے اپنی
آرزو سے خداوند اُس کو بخشدے۔ دوسری حکایتوں میں ہیں نے پایا ہے۔ کہ
دس آدمی فقیروں سے جنگل میں گم ہو گئے اور راستہ بھول گئے اور ان کو تشنگی
غالب ہوئی اور ان کے پاس ایک پیالہ پانی تھا جو ایک دوسرے پر خرچ کرتے تھے۔ اور
کسی نے نہ پیا یہاں تک کہ سب ان میں سے دنیا سے گئے سوائے ایک آدمی
کے کہا جب دیکھا کہ سب مر گئے ہیں نے اُس پانی کو پیا اور اُس کی قوت سے راستہ
پر آیا ہیں کسی نے کہا اُسکو اگر تو بھی نہ پیتا بہتر ہوتا اُس نے کہا ہیں نے شریعت
کو ایسا جانا شریعت ایسی ہے کہ اگر ہیں نہ پیتا قاتل نفس ہوتا اور اُس کے ساتھ
ماخوذ کہا پس یہ لوگ قاتل نفس ہوئی ہیں کہا نہ اُس سبب سے کہ ان ہیں سے ایک نہ
پیتا تاکہ دوسرا پیوے اور جب سب موافقت ہیں چلے گئے ہیں اکیلا رہا اور پانی
بالضرور مجھ پر شرعاً واجب ہوا کہ پینا چاہیے جب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہٗ
پیغمبر علیہ السلام کے بستر پر سوئے اور وہ حضرت ابو بکر صدیق رضہ کے ساتھ مکّہ سے
باہر آئے اور غار میں داخل ہوئے اُس رات کو کفار نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے
[illegible] ڈالنے کا قصد کیا تھا خداوند عزوجل نے جبرائیل اور میکائیل سے کہا کہ ہیں نے تم
ہیں اخوت قائم کی ہے پس تم ہیں سے کون ہے جو ایثار کو اختیار کرے اپنی زندگانی
کے ساتھ اور اپنے مرگ کو اختیار کرے پس اُن دونوں نے آپ کو زندگانی سے
اختیار کیا تو خداوند عزوجل نے حضرت جبریل اور میکائیل سے کہا کہ علی کی بزرگی
اور اُس کا فضل اپنے اوپر تم ملاحظہ کرو کیونکہ ہیں نے اس کے اور اپنے رسول کے
درمیان ہیں برادری قائم کی ہے اور اُس نے اپنا قتل اور مرگ اختیار کیا ہے اور
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی جگہ سو یا ہے اور اپنی جان اُس پر فدا کی ہے اور

زندگانی اُس پر ایثار کی ہے۔ اور اپنے ہلاک کے واسطے مستعد ہوا ہے اب تم دونو زمین پر جاؤ اور اُس کی دشمنوں سے حفاظت کرو اُس وقت جبرئیل اور میکائیل آئے اور ایک اُن کے سرہانے بیٹھا اور دوسرا پائینتی بیٹھا۔ پس جبرئیل نے کہا بَخٍ بَخٍ مَنْ مِثْلُكَ یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُبَاهِیْ بِكَ عَلٰی مَلٰٓئِكَتِهٖ یعنی کون مانند تیرے اے پسر ابی طالب کے کہ خداوند تعالے تیرے واسطے فخر سب فرشتوں پر کرتا ہے اور تو اچھی نیند سو رہا ہے اور اُن کی شان میں یہ آیت آئی وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ یعنی آدمیوں سے وہ شخص ہے جو بیچتا ہے اپنی جان کو واسطے رضامندی اللہ تعالے کے اور اللہ تعالے اپنے بندوں پر مہربانی کرنے والا ہے چونکہ خداوند تعالی نے محنت کے ساتھ جنگ احد کی لڑائی میں خاصکر مسلمانوں کو آزمایا تھا کہ ایک عورت صالحات انصار سے کہتی ہے کہ میں باہر آئی پانی لیکر تاکہ حرب گاہ میں اپنی طرف سے کسی کو پلاؤں صحابہ کرام سے ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ زخمی پڑا ہوا اور سانسیں لے رہا تھا اُس نے میری طرف اشارہ کیا کہ وہ پانی مجھ کو دے میں نے اُس کو دیا ایک دوسرے زخمی نے آواز دی کہ مجھ کو دے اُس نے اُس پانی کو نہ پیا اور مجھ سے کہا اُس کو دے اسی طرح جب اُس کے پاس لائی ایک دوسرے نے آواز دی کہ وہ پانی مجھکو دے اور اُس نے بھی نہ پیا اور کہا اُس کو دے اسی طرح سات آدمیوں کی پاس میں پانی لے گئی جب ساتویں آدمی نے چاہا کہ وہ پانی مجھ سے لے تو اُس نے خدا کی راہ میں جان دی اور جب میں لوٹی کہ دوسرں کو دوں تو وہ چھیوں شخص خدا کی طرف پہونچ گئے اُس وقت یہ آیت آئی وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ اس کا ترجمہ بیان ہو چکا ہے اور قوم بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جس نے چار سو برس عبادت کی تھی ایک دن کہا اے بار خدایا اگر ان پہاڑوں کو تو نے پیدا نہ کیا۔

ہونا تو چلنا اور سیر کرنا بندوں پر زیادہ آسان ہوتا اُس وقت کے پیغمبر کو حکم آیا کہ اس عابد سے کہو کہ ہمارے ملک میں تجھکو تصرف کرنے سے کیا کام ہے اب کہ تو نے تصرف کیا تیرا نام نیکوں کے دفتر سے میں نے علیحدہ کیا اور بدبختوں کے دفتر میں میں نے لکھدیا عابد کے دلمیں خوشی ظاہر ہوئی اور سجدہ شکر کا کیا خداوند تعالے کو تو پیغمبر وقت نے کہا اے نادان شقاوت پر سجدہ شکر کا واجب نہیں ہے کہا میرا شکر شقاوت پر نہیں ہے بلکہ اس بات پر ہے کہ میرا نام دفتر میں موجود ہے اُس کے دفتروں سے لیکن میں ایک حاجت رکھتا ہوں اے پیغمبر خدا کے کہا کہ تاکہ میں پھر کہوں اُس نے کہا کہہ خدائے عزوجل سے کہ اب مجھ کو دوزخ میں تو پہنچاتا ہے تو ایسا کر کہ جملہ گنہگاران کی جگہ مجھ کو دوزخ میں بھیجدے حکم ہوا کہ کہو خاص اُس میرے بندہ سے کہ یہ امتحان تیری اہانت کے واسطے نہ تھا بلکہ یہ ظاہر کرنا تھا تیرا مخلوق میں اور قیامت میں تو جس کی شفاعت کریگا وہ بہشت میں جاویگا۔ اور میں نے احمد حماد سرخسی سے پوچھا کہ تیری توبہ کی ابتدا کس طرح تھی کہا ایک وقت میں سرخس میں گیا اور جنگل میں .... گیا اپنے اونٹوں پر ایک مدت تک اُس جگہ رہا اور ہمیشہ میں بھوکا رہنے کو دوست رکھتا تھا اور اپنا حصہ دوسرے کو دیتا تھا اور قول خدائے عزوجل پر عمل تھا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ کہ جو میرے دل کے آگے تازہ رہتا تھا اور اس گروہ پر اعتقاد رکھتا تھا میں ایک روز ایک شیر بھوکا جنگل سے آیا اور میرے اونٹوں سے ایک اونٹ کو مار ڈالا اور ایک بلندی پر گیا اور آواز دی اور جسقدر وہاں کے قریب درندے تھے اُنہوں نے اُس کی آواز سُنی اُس کے پاس سب جمع ہو گئے وہ آیا اور اونٹ کو پھاڑ ڈالا اور کچھ نہ کھایا اور پھر اُس بلندی پر گیا اور اُن درندوں لومڑی اور گیدڑ و بھیڑیے سے اور جو انکی مانند تھے سبھوں نے اُس سے کھانا شروع کیا اور وہ وہاں موجود رہا جبتک

وہ سب واپس گئے اُس وقت ارادہ کیا تھوڑی دیر تک اُس سے نہ کھایا ایک لومڑی لنگڑی دور سے معلوم ہوئی شیر پھر لوٹ گیا اور بلندی پر گیا تو اُس لومڑی نے جس قدر چاہا کھایا اور لوٹ گئی اُس وقت شیر آیا اور تھوڑا لنگڑا اُس سے کھایا اور میں دور سے دیکھ رہا تھا جب لوٹ گیا تو زبان فصیح کے ساتھ مجھ سے کہا اے احمد ایثار لقمہ کا کتوں کا کام ہے مرد اپنی جان اور زندگانی ایثار کرتے ہیں جب یہ برہان میرے ہاتھ آئی تو میں نے تمام شغلوں سے اپنا ہاتھ اُٹھا لیا اور احمد امیری توبہ کی یہ تھی کہ جعفری خلد کہتے ہیں کہ ایک روز نوری خلوت میں مناجات کرتے تھے اور میں گیا کہ اُس کو سنوں اس طور سے کہ وہ نہ جانے کیونکہ وہ سخت فصیح اور ناطق تھے کہتے تھے بار خدایا دوزخ والوں کو تو عذاب کرے اور سب تیرے علم اور قدرت اور ارادت قدیم سے پیدا کیے ہوئے ہیں اور اگر دوزخ کو آدمیوں سے پُر کرے گا تو قادر ہی اس پر کہ مجھ سے اُس دوزخ اور اُس کے طبقات کو پُر کرے اور خاصکر ان سب کو بہشت میں بھیجے تو جعفر نے کہا میں اُس کے کام میں متحیر ہوا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ آنے والا آیا اور کہا کہ خداوند نے کہا کہ ابوالحسن سے کہو کہ اُس شفقت و تعظیم کی وجہ سے جو تجھ کو ہمارے بندوں پر ہی ہم نے تجھ کو بخش دیا اور اُس کو نوری اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اندھیرے گھر میں جب بات کہتے اُن کے باطن کے نور سے گھر روشن ہو جاتا اور حق کے نور سے مریدوں کے اسرار جانتے تھے یہاں تک کہ جنید نے اُنکے واسطے کہا کہ ابوالحسن جاسوس القلوب ہی یہ خصوصیت اُن کے مذہب کی۔ اور یہ اصل قوی اور ایک امر عظیم ہے جو اہل بصیرت کے نزدیک ہی اور آدمی پر کوئی سخت زیادہ بذل روح سے نہیں ہے اور ہاتھ اُٹھانا اپنے محبوب سے خداوند عزوجل نے تمام نیکیوں کی کنجی بذل محبوب میں رکھی ہے جیسا کہ کہا لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ البتہ نہ پہنچو گے تم بھلائی کو یہاں تک کہ خرچ کرو اس چیز سے کہ دوست رکھتے ہو اور

جب کسی کے مبذول ہو تو مال اور جان اور خرقہ اور لقمہ کی کیا حقیقت ہو اور اس طریقت کی اصل یہ ہے جیسے کہ ایک شخص رویم کے پاس آیا کہ مجھ کو کوئی وصیت کر کہا یَا بُنَیَّ لَیْسَ الْاَمْرُ غَیْرُ بَذْلِ الرُّوْحِ اِنْ قَدَرْتَ عَلٰی ذٰلِکَ وَاِلَّا فَلَا تَشْتَغِلْ بِتُرَّھَاتِ الصُّوْفِیَّۃِ یعنے اے پسر یہ امر سوائے بذل جان کے نہیں ہے اگر تجھ سے ہو سکے فلا صوفیوں کی بیہودہ کلام میں مشغول نہ ہو اور جو کچھ سوائے اس کے ہے سب واہیات ہے چونکہ خداوند تعالے نے فرمایا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ یعنی مت خیال کر جو لوگ کہ راہ خدا میں قتل ہوئے وہ مردہ ہیں بلکہ زندہ ہیں۔ اپنے رب کے نزدیک رزق پاتے ہیں اور نیز فرمایا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ اور مردہ نہ کہو ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے بلکہ وہ زندہ ہیں پس قرب سرمدی میں بذل روح کی وجہ سے حیات ابدی حاصل ہوتی ہے اور ترک نصیب اپنے میں اس کے حکم اور اس کے دوستوں کی متابعت ہے لیکن ایثار اور اختیار کل معرفت کی رویت میں تفرقہ ہوتا ہے اور یکن جمع میں عین ایثار کیونکہ ترک نصیب اپنا اصل نصیب اپنا ہے اور جبتک طالب کا طریق اس کے کسب کے متعلق ہو تب تک اس کی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے اور جب کشش حق نے اپنی حکومت اور امداد ظاہر کی تو اس کے حالات اور افعال سب بیکار ہو گئے اور وہ اس کو ظاہر نہ کر سکا اور حالت کا نام نہ رہا جس کا کوئی نام لے یا اس کو ظاہر کرے یا اس پر کسی چیز کا اطلاق کرے اور اسی باب میں حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ تو مجھ سے غائب ہوا تو میری ہستی پردہ نہ رہی اور اس غائب ہونے سے میری صفات موصوفہ پراگندہ ہو گئے لیکن میں آج کے دن سے غائب ہوں اس افسوس ناک کلام کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور سہلیہ کی نسبت حضرت سہل بن عبداللہ تستری سے ہے اور وہ تصوف میں اعلی رتبہ پر تھے اور اپنے

زمانہ میں سلطان وقت تھے اور اہل حل وعقد تھے اور اس طریقت میں اُن کی دلیلیں بہت ہیں کیونکہ اُن کی حکایتوں کے ادراک کرنے میں عقل عاجز ہے اور طریق اُن کا اجتہاد اور مجاہدہ نفس کا اور ریاضت کا ہے اور مریدوں کو مجاہدے کے ساتھ درجہ کمال پر پہونچاتا ہے اور دوسری حکایتوں میں مشہور ہے کہ ایک مرید سے کہا جہد اختیار کر تو ایک روز تمام دن کہہ یا اللہ یا اللہ اور دوسرے روز اور تیسرے روز اسی طرح کہو اسکے ساتھ عادت ہو گئی کہا اب راتوں کو اسی طرح کہہ اُس نے ایسا ہی کیا تو ایسا ہوا کہ اگر آپ کو کسی جگہ خواب میں دیکھتا تو وہی کہتا یہاں تک کہ وہ عادت اُس کی طبیعت کی عادت ہو گئی اُس وقت آپ نے کہا کہ اب اس سے لوٹ اور اور دوست کی یاد میں مشغول ہو یہاں تک کہ تمام وقت اپنا اُس کی یاد میں گذار دے یہاں تک کہ ایک مرتبہ وہ شخص اپنے گھر میں تھا کہ ایک لکڑی ہوا سے اُس کے سر پر گری اور لوٹ گئی اور کچھ قطرات خون اس کے سر سے زمین پر گرے یہاں تک کہ جو قطرہ زمین پر گرتا تھا اُن سے اللہ اللہ ظاہر ہوتا تھا اور پرورش مریدوں کی مجاہدوں اور ریاضتوں سے طریق سہلیوں کا تھا اور درویشوں کی خدمت اور بزرگی کرنا حمدونیوں کا طریق تھا اور باطن کا مراقبہ طریق جنیدیوں کا تھا لیکن ریاضت اور مجاہدات سب نفس کے خلاف ہے یہاں تک کہ جس نے نفس کو نہ پہچانا اُس کیلئے ریاضت اور مجاہدہ کوئی فائدہ نہیں دے سکتا ہے اب میں نفس کی معرفت اور اُس کی حقیقت کو بیان کرتا ہوں تا اُس کا علم ہو سکے بعد مذہبوں کا بیان مجاہدات اور اُن کے احکام میں لکھتا ہوں تاکہ طالب پر ان دونوں کی معرفت ظاہر ہو واللہ اعلم بالصواب۔

اَلْکَلَامُ فِی حَقِیْقَۃِ النَّفْسِ وَمَعْنَی الْھَوٰی یعنی یہ کلام نفس کی حقیقت اور ہوا کے معنے میں ہے جاننا چاہیئے کہ نفس از روئے لغت کے وجود شے اور حقیقت شے

اور ذات شے کو کہتے ہیں اور لوگوں کی عادات اور عبارات میں بہت بڑا فرق ہے
بلکہ کئی معنے کا احتمال ہے اور ایک دوسرے کے خلاف ہے کہ جو آپس میں متضاد
ہیں ایک گروہ کے نزدیک نفس بمعنے روح کے ہیں اور ایک گروہ کے نزدیک بمعنی
مروت کے ہیں اور ایک کے نزدیک بمعنے جسد کے ہیں اور ایک گروہ کے نزدیک
بمعنی خون کے ہیں لیکن اس گروہ کے محققوں کی مراد اس لفظ سے کوئی
چیز نہیں ہے اور وہ حقیقت میں منبع شر ہے بلکہ برائی کا چشمہ و رہنما ہے، اور
ایک گروہ کہتا ہے کہ ایک شے ہے جو امانت قالب میں ہے جیسے کہ روح اور
ایک گروہ کہتا ہے کہ ایک صفت ہے خاصکر قالب کی جیسے کہ حیات اور اس امر پر
سب کا اتفاق ہے کہ اخلاق دنی نفس سے ظاہر ہوتے ہیں اور بُرے فعلوں
کا سبب وہی ہے اور یہ دو قسم ہے ایک معاصی دوسری اخلاق دنی
مانند کبر اور حسد اور بخل اور خشم اور حقد کی۔ پس جو شخص ان معانی میں جو شرع
میں اور عقل کے نزدیک ناپسند ہیں مبتلا ہو اس کو چاہیئے کہ ریاضت سے خاصکر
ان اوصاف کو اپنے آپ سے دفع کرے جیسے کہ توبہ خاصکر معصیت کے واسطے
ہے چونکہ معاصی اوصاف ظاہر سے ہے اور یہ اخلاق اوصاف باطن سے ہے۔
اور ریاضت افعال ظاہر سے ہے اور توبہ اوصاف باطن سے ہے اور جو اوصاف دنی باطن
میں ظاہر ہوں تو وہ سب اوصاف صلح ظاہر سے دور ہوں اور وہ جو ظاہر میں پیدا
ہوں وہ اوصاف ستودہ باطن سے پاک ہوں پس نفس و روح دونوں ایک
لطیفہ سے ہیں جس طرح کہ آنکھیں نظر کا مکان ہیں اور کان سننے کا مکان اور زبان
ذائقہ کا مکان ہے اور مثل اس کے اور اوصاف جو جوہر اور عرض ہیں وہ سب آدمی
کے بدن میں مثل امانت کے ہیں جیسے کہ عالم میں شیاطین اور ملائکہ اور بہشت
اور دوزخ ہیں لیکن ایک محل خیر ہے اور ایک محل شر ہے جیسے کہ آنکھ محل نظر ہے

اور کان محل سمع اور تالو محل ذوق اور مانند ان کی اعیان اور اوصاف آدمی کے
قالب میں امانت رکھے ہوئے ہیں پس مخالفت نفس کی تمام عبادتوں کا سر ہے۔ اور
سب مجاہدوں کا کمال ہے اور چونکہ بندہ سوائے اس کے حق کی طرف راہ نہیں پاتا
ہے بدیں وجہ کہ اس کی موافقت میں بندہ کی ہلاکت ہے اور اس کی مخالفت میں اس
کی نجات ہے اور حق تعالےٰ نے اس کے خلاف کرنے کے واسطے حکم فرمایا ہے
اور ان لوگوں کی تعریف کی ہے جنہوں نے نفس کے خلاف کوشش کی ہے اور
ان لوگوں کی برائی کی ہے جنہوں نے نفس کی موافقت کی ہے جیسے کہ خدائے
تعالیٰ نے فرمایا ہے وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى یعنی جس
نے نفس کو خواہش سے منع کیا پس اس کے لئے بہشت جائے آرام ہے اور
نیز فرمایا اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ یعنے ہرگاہ کہ لایا پیغمبر تمہارے
پاس وہ چیز جو نہیں چاہتے تھے نفس تمہارے پس سرکشی کی تم نے اور یوسف
صدیق علیہ السلام سے ہمکو خبر دی کہ کہا وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا
مَا رَحِمَ رَبِّيْ اور نہیں پاک رکھتا ہوں میں اپنے نفس کو گناہ سے تحقیق نفس حکم کرنیوالا ہے ساتھ
بدی کے مگر وہ کہ رحم کرے رب میرا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا بَصَّرَهٗ بِعُيُوْبِ نَفْسِهٖ یعنے جب اللہ تعالیٰ بندہ
کے ساتھ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو اس کے نفس کے عیبوں سے آگاہ کرتا
ہے اور آثار میں وارد ہے کہ خدائے عزوجل نے حضرت داؤد علیہ السلام
کی طرف وحی بھیجی اور فرمایا کہ یَا دَاوٗدُ عَادِ نَفْسَكَ فَاِنَّ وُدِّيْ فِيْ عَدَاوَتِهَا یعنے
اے داؤد اپنے نفس سے عداوت کر پس ضرور میری دوستی اس کی عداوت میں ہے
پس یہ سب حالات جو ہم نے بیان کئے اوصاف ہیں اور بالضرور صفت کے واسطے
ایک موصوف کا ہونا ضروری ہے تاکہ اس کے ساتھ قائم ہو اس وجہ سے